ایک ۳۳ سالہ نوجوان سیاسی اور سماجی کارکن کی ولولہ انگیز داستانِ حیات

قاری شکر اللہ حنفی شہید

محمود خارانی

ایک ۳۳ سالہ نوجوان سیاسی اور سماجی کارکن کی ولولہ انگیز داستانِ حیات

قاری شکر اللہ حنفی شہیدؒ

محمود خارانی

نام کتاب :: شہیدِ خدمتؒ

تالیف :: محمود خارانی

اشاعت :: نومبر 2024ء

تعداد :: 500

کتاب ملنے کے پتے

عثمانی آرٹس

دکان نمبر 4، میر حمل مارکیٹ، نزد میزان بینک، خاران، بلوچستان، پاکستان

شبیر عثمانی، رابطہ نمبر۔۔ 0332-2388221

الفلاح کتب خانہ

کالج روڈ، خاران، بلوچستان، پاکستان

0333-0240801

انتساب

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم

امیر جمعیت علماء اسلام پاکستان

کے نام، جن کے ساتھ قاری شکر اللہ حنفی شہیدؒ کی والہانہ عقیدت و محبت کا یہ قابلِ رشک عالم تھا کہ ایک دن فرطِ محبت اور اشک رواں کے ساتھ اپنی محترمہ اہلیہ سے کہا کہ:

> مجھے قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے ایسی محبت ہے کہ میں ہمیشہ یہی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے پہلے اس دنیا سے لے جائے؛ کیونکہ میں جیتے جی ان کی جدائی کا صدمہ برداشت نہیں کرسکتا۔

قاری شہیدؒ کے یہ سوانح حیات ہم اس کی انہی محبتوں کی نذر کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ ان کے اور ہمارے قائد کو تادیر سلامت رکھے اور روزِ قیامت شہید کو فردوس بریں کے بالاخانوں میں قائد کا ہمسایہ بنادے۔ آمین!

✍

محمود خارانی

فہرس

کلمات مبارکہ

قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب

امیر جمعیت علماء اسلام پاکستان

قاری شکر اللہ حنفی شہید ہماری جماعت کی طلبہ تنظیم جمعیت طلباء اسلام کا ایک سرگرم کارکن تھا۔ انہوں نے بلوچستان میں جے ٹی آئی کے اندر بہت فعال کردار ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ ان مساعی پر انہیں اجر جزیل عطا فرمائے۔

ایسے کارکن اس لائق ہوتے ہیں کہ ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا جائے۔ اس سلسلے میں ان کے دوست مولانا محمود دخارانی نے ان کی حیات و خدمات پر بڑی تفصیل سے مختلف گوشوں پر نظر ڈالی ہے۔ یہ سوانحی دستاویز جمعیت طلباء اسلام کے ہر کارکن کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قاری شہید کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

مولانا فضل الرحمٰن

13-09-2024

کلماتِ تحسین

حضرت مولانا عبدالغفور حیدری صاحب

سیکرٹری جنرل، جمعیت علماء اسلام پاکستان

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

قاری شکر اللہ حنفی ہمارے جانباز کارکن تھے۔ یہ صدمہ صرف خاران کا نہیں، بلکہ جمعیت طلباء اسلام اور جمعیت علماء اسلام کے تمام کارکنوں کے لیے ایک آزمائش تھی۔ قاری شکر اللہ صاحب سے کوئٹہ میں گاہے بگاہے ملاقات ہوتی رہی ہے۔ وہ یہاں تشریف لاتے، تو ہمارے پاس بھی آتے تھے۔ انہوں نے جمعیت طلباء اسلام کے کارکنوں کو کالج اور یونیورسٹیوں میں متحرک کر دیا تھا اور سماجی حوالے سے بھی علاقے کے لوگوں کی خدمت میں پیش پیش ہوتے تھے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین!

والسلام دعاگو

مولانا عبدالغفور حیدری

20-07-2024

پیش لفظ

زیرِ نظر کتاب ''شہید خدمت'' کی تصنیف کے دوران مجھے ایک نہایت پراثر اور دل گداز قصیدہ ملا، جو عباسی دور کے قدیم عرب شاعر ابوالحسن التہامی (متوفی 416ھ) نے اپنے جوان مرگ صاحبزادے کے مرثیے میں کہا ہے۔ 90 اشعار پر مشتمل یہ ایسا اثر انگیز اور درد آفریں قصیدہ ہے کہ جسے بحر عربیت کے ماہر غواص حضرت سید ابوالحسن علی ندویؒ نے عربی کے مؤثر ترین مرثیوں میں شمار کیا ہے۔ قصیدہ کا مطلع ہے:

حُكمُ　المَنِيَّةِ　في　البَرِيَّةِ　جاري
ما　هٰذِهِ　الدُنيا　بِدار　قَرار

[موت کا قانون تمام مخلوقات پر جاری وساری ہے۔ دراصل یہ دنیا بقاء اور ہمیشہ رہنے کی جگہ ہی نہیں ہے۔]

دلچسپ بات یہ ہے کہ میں جوں ہی یہ قصیدہ پڑھتا جاتا، اس کے ہر شعر میں مجھے اپنے ان جذبات کی ترجمانی ملتی جاتی، جو قاری شکراللہ حنفی شہیدؒ سے متعلق ہیں۔ قاری صاحبؒ نے محض 33 سال کی عمر پائی، مگر اس قلیل مدت میں انہوں نے جماعتی وسیاسی اور سماجی وفلاحی میدانوں میں وہ خدمات اور کارنامے سرانجام دیے، جو اس عمر کے مقابلے میں بہت ہی زیادہ ہیں۔

قصرت　مَسافته　وَما　حَسَناتُهُ
عِندي　وَلا　آلاؤُهُ　بِقِصارِ

[اس کا فاصلہ مختصر ہوگیا، لیکن اس کی خوبیاں (میرے نزدیک) کم نہیں ہیں۔ میرے نزدیک اس کی نعمتیں بھی کم نہیں ہیں۔]

قاری شہیدؒ اس نوزائیدہ چاند جیسے تھے، جو بدر کامل بننے سے پہلے ہی غروب ہوگئے۔

وَهلال أَيّامٍ مَضى لَم يَستَدِر
بَدرًا وَلَم يمهل لِوَقت سِرارِ
عَجِلَ الخُسوف عَلَيهِ قَبلَ أَوانِهِ
فَمَحاهُ قَبلَ مَظَنَّة الإِبدارِ

[اور وہ دنوں کا ہلال یعنی: پہلا چاند جو بدر کامل نہیں ہوا اور اسے سرار (چاند کی غائب ہونے کی حالت) کا وقت نہیں دیا گیا۔ اس پر گرہن اس کے وقت سے پہلے جلدی لگا۔ پس اسے بدر بننے کی امید سے پہلے ہی مٹا دیا گیا]

بسا اوقات زندگی میں کسی کو محض اس لیے اہمیت نہیں دی جاتی کہ وہ "چھوٹا" ہے۔ یہ افسوسناک سماجی رویہ قابلِ ترک ہے؛ کیونکہ بعض لوگ اپنے کردار کی اتنی بلندی پر جلوہ افروز ہوتے ہیں کہ وہ دور اُفق پر موجود ستاروں کی مانند چھوٹے نظر آتے ہیں، مگر حقیقت میں وہ بہت ہی عظیم ہوتے ہیں!!!

إِن يُحتقر صِغَرًا فَرُبَّ مُفَخَّمٍ
يَبدو ضَئيل الشَخصِ لِلنُّظّارِ
إِنَّ الكَواكِبِ في عُلُوِّ مَكانِها
لَتُرى صِغارًا وَهيَ غَيرُ صِغارِ

[اگر کوئی شخص چھوٹا سمجھا جائے، تو ممکن ہے کہ وہ بڑا مقام رکھتا ہو۔ کچھ لوگ ظاہری طور پر چھوٹے نظر آتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ بڑے ہیں۔ ستارے اپنی بلندی میں چھوٹے نظر آتے ہیں، لیکن وہ حقیقت میں چھوٹے نہیں ہوتے۔]

بہرحال! موت گردشِ ایّام کا ایک ناگزیر حصہ ہے۔ کوئی چاہے بھی تو اپنی محبوب شخصیت کو موت سے نہیں بچا سکتا۔

وَمُكَلِّف الأَيامِ ضِدَّ طِباعِها
مُتَطَّلِب في الماءِ جَذوة نارِ

[اور جو زمانے کو اس کی فطرت کے خلاف مجبور کرتا ہے، وہ پانی میں آگ کا شعلہ تلاش

کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔]

بطور مسلمان ہمیں یہ حقیقت ہر لحظہ مد نظر رکھنی چاہیے کہ ایک مومن کے لیے موت کوئی گمشدگی نہیں، بلکہ بیداری کا دوسرا نام ہے۔

فَالعَيشُ نَومٌ وَالمَنِيَّةُ يَقظَةٌ
وَالمَرءُ بَينَهُما خَيالٍ ساري

[تو زندگی خواب کی مانند ہے اور موت بیداری ہے اور انسان ان دونوں کے درمیان ایک خیالی وجود ہے۔]

قاری شہیدؒ یہ حقیقت پا چکا تھے: اسی لیے انہیں بہت جلدی تھی اور زادِ سفر ساتھ لیے ''اسپِ جوانی'' پر سوار ہو کر راہی منزل ہو گئے۔

فاقضوا مآرِبكم عُجالًا إنّما
أعمارُكم سِفرٌ مِنَ الأسفارِ
وَتَراكَضوا خَيلَ الشَبابِ وَبادِروا
إن تُستَرَدَّ فَإِنَّهُنَّ عَواري

[اپنے مقاصد جلد از جلد پورے کر لو؛ کیونکہ تمہاری زندگیاں سفر کی ایک کتاب ہیں اور جوانی کے گھوڑے کو دوڑاؤ اور موقع کا فائدہ اٹھاؤ؛ کیونکہ اگر یہ واپس مل بھی جائیں، تو وہ محض عارضی ہوتے ہیں۔]

چونکہ یہ کوئی علمی و تحقیقی سرگرمی نہیں، بلکہ محض ایک تاثراتی، مشاہداتی اور واقعاتی تالیف ہے؛ اس لیے اس کی تدوین و ترتیب میں صرف تین ماہ صرف ہوئے، مگر تقاریظ اور وسائل طباعت کے انتظار میں کافی وقت لگا۔ قاری شہیدؒ کے چاہنے والوں کو انتظار کی اس صبر آزما کوفت میں تا دیر رکھنے پر معذرت خواہ ہوں۔ ساتھ ہی قائدین جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور حضرت مولانا عبد الغفور حیدری صاحب کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری درخواست پر اپنے ایک مخلص کارکن کو تحسین آمیز الفاظ میں یاد فرمایا اور ان تمام احباب کا بھی تہہ دل

سے شکریہ، جنہوں نے قاری شہیدؒ سے متعلق اپنی دلچسپ یادیں، حسین لمحات اور سبق آموز واقعات تحریری یا زبانی صورت میں ہمیں فراہم کیے اور یوں یہ یادگاری مجموعہ وجود میں آگیا۔

باقی کتاب میں ہے کیا؟ اور کتنے لوگوں سے رابطے اور ملاقاتیں کر کے یہ عطر بیز گلدستہ سجایا گیا؟ یہ مطالعہ کر کے ہی اندازہ ہوگا۔ سیاسی و تنظیمی، دینی و روحانی اور سماجی و فلاحی ہر حوالے سے آپ اس کتاب کو ان شاءاللہ! بہت ہی مفید اور رہنما دستاویز پائیں گے، بلکہ بقول قائد جمعیت یہ سوانحی دستاویز جمعیت طلباء اسلام کے ہر کارکن کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

قوی توقع ہے کہ عام قارئین بالعموم اور کارکنان جمعیت و جے ٹی آئی بالخصوص اس کتاب کو بھرپور پذیرائی بخش کر اپنے ایک بچھڑے ساتھی سے حق وفا ادا کریں گے۔

رب تعالیٰ قاری شہیدؒ کو انعامات اخروی سے نوازے، اس کتاب کو نافع عام بنائے، مؤلف و معاونین کے لیے دونوں جہانوں میں خوش گوار نسیمِ خیر کا ذریعہ بنادے۔ آمین!

محمود خارانی

بلوچستان ریزیڈنشل کالج اوتھل، لسبیلہ

9 ربیع الثانی 1446ھ / 12 / اکتوبر 2024ء

باب اول

ولادت سے شہادت تک

- فصل اول — بچپن اور تعلیم
- فصل دوم — گھریلو زندگی
- فصل سوم — کھیل اور اسپورٹس
- فصل چہارم — متفرق احوال اور اوراق ڈائری
- فصل پنجم — شہادت کا واقعہ: لمحہ بہ لمحہ

فصل اول۔۔۔ بچپن اور تعلیم

پیدائش اور بچپن

بلوچستان کے ضلع خاران کے معروف عرائض نویس ریٹائرڈ ماسٹر حاجی احمد جان صاحب کے فرزندارجمند قاری شکراللہ حنفی شہید 6 ستمبر 1990ء کو کلی جنگل تحصیل سر خاران میں پیدا ہوئے، جو خاران کے جنوب میں لگ بھگ 20/15 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ قاری شہید کے والد محترم نے ان کی پیدائش کو اپنے لیے باعث خیر اس طور پر قرار دیا کہ اسی سال انہیں بطور ٹیچر سرکاری اسکول میں ملازمت مل گئی۔ اس سے پہلے ان کی مالی حالت کافی کمزور تھی۔ یوں سعادت مند بیٹے کی پیدائش سے گھر میں رزق کا ایک نیا دروازہ کھل گیا۔ الحمدللہ!

قاری شہید بچپن سے شریف النفس تھے اور بچوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے۔ کھیل کے اوقات میں بچوں کے ساتھ کھیلنے بھی جایا کرتے تھے۔ پڑھائی کے لیے شوق سے خود بھی جاتے تھے اور دوسرے بچوں میں بھی دلچسپی پیدا کر کے ساتھ لے جاتے تھے۔

تعلیم: نورانی قاعدہ سے ایل ایل بی تک

قاری شہید نے ابتدائی دینی تعلیم جامعہ دارالعلوم خاران سے حاصل کی، جہاں انہوں نے قاعدہ، ناظرہ اور شعبہ حفظ کی تعلیم حافظ عبدالکبیر صاحب سے پائی۔ قاری شہید کے تعلیمی کیریئر کی جملہ تفصیلات کچھ یوں ہیں:

- دارالعلوم خاران میں وفاق المدارس کے تحت حفظ قرآن کریم کا امتحان 2001ء میں پاس کیا۔
- جامعہ دارالعلوم خاران میں متوسطہ پڑھ کر 2005ء میں وفاق المدارس کے تحت امتحان دیا۔
- درجہ ثانیہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی میں پڑھ کر 2008ء کو وفاق کا امتحان جید جدا میں پاس کیا۔

- جمعیت تعلیم القرآن ٹرسٹ کراچی کے زیر اہتمام تربیتی کورس برائے معلمین میں شرکت کر کے امتیازی نمبروں کے ساتھ 2013ء میں سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔
- 2015ء کو سبع عشرہ کی تعلیم کراچی میں پاکر وفاق المدارس سے تجوید القرآن للحفاظ کی سند حاصل کی۔
- بلوچستان بورڈ سے 2009ء میں مڈل کا امتحان دیا۔
- میٹرک کا امتحان 2011ء میں پاس کیا۔
- انٹرمیڈیٹ کا امتحان 2013ء میں دیا۔
- بی اے بلوچستان یونیورسٹی کے تحت 2017ء میں مکمل کیا۔
- ڈپلومہ انفارمیشن ٹیکنالوجی کا سرٹیفکیٹ کیریئر بریج اکیڈمی کوئٹہ سے 2019ء میں حاصل کیا۔
- ٹریڈ ٹیسٹنگ بورڈ کے تحت فنی تربیتی کورس میں شرکت کی اور ریفریجٹر ریپیئر کی تربیت پا کر 2023ء کو سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔
- 2021ء میں یونیورسٹی آف بلوچستان سب کیمپس خاران میں قانون کے شعبے میں داخلہ لیا اور تادم شہادت LLB میں زیر تعلیم رہے۔

فصل دوم۔۔۔ گھریلو زندگی

شادی اور گھریلو زندگی

قاری شکر اللہ شہید چوں کہ دینی تعلیم کا سلسلہ مزید جاری نہ رکھ سکا؛ اس لیے آپ کے والدین نے 2014ء میں آپ کی شادی کروادی۔ آپ خاران کے تبلیغی و تجارتی شخصیت حاجی محمد حیات صاحب کی عالمہ اور فاضلہ صاحبزادی کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے اور یہ رشتہ طے کیسے پایا؟ اس حوالے سے قاری شہید کے والد محترم کہتے ہیں کہ

> ”رشتہ مانگتے وقت سسرال والوں نے عذر پیش کیا کہ ہم لوگ قاری صاحب سے بڑے عالم کی تلاش میں ہیں؛ تاکہ اپنی عالمہ، فاضلہ بیٹی کا رشتہ اسی سے کریں۔ میں نے واپس گھر جاکر استخارہ کیا اور دعا کی۔ خواب میں اشارہ یہی ملا کہ دوبارہ جاؤ، ان شاءاللہ! رشتہ ہوجائے گا۔ چناں چہ میں جب دوبارہ ان کے پاس رشتہ کا پیغام لے کر گیا، تو رشتہ طے پاگیا۔ الحمدللہ!“

یوں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ جوڑا جڑ گیا اور ہنستے بستے شہادت تک زندگی گزارتے رہے اور اس جوڑے کو اللہ تعالیٰ نے بالترتیب چار اولاد عطاء فرمائی: ❶ ذبیح اللہ: عمر آٹھ سال ❷ مریم: عمر چھ سال ❸ رفیع اللہ: عمر چار سال ❹ آمنہ: عمر دو سال۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد بمع ماں کو صبر جمیل عطاء فرمائے اور ان کو دین و دنیا کی سعادتیں اور برکتیں نصیب فرمائے۔ آمین!

مکان اور رہائش گاہ

قاری شہیدؒ کے والدین مسکان قلات میں رہتے ہیں، جو شہر خاران سے جنوب میں لگ بھگ 18 رکلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ سسرال شہر میں ہے۔ خود قاری شہید کی رہائش سیاہ پٹ (جو

شہر خاران کی مشرقی جانب میں واقع ہے، کیڈٹ کالج کے سامنے والے ایریا میں) میں اس مکان میں تھی، جو سسرال کی طرف سے ان کی اہلیہ کو دیا گیا تھا۔ ہم نے جا کر وہ مکان بچشم خود دیکھا۔ ماشاءاللہ! 100 / بائی 150 فٹ کے لگ بھگ کشادہ چار دیواری ہے، جس میں فاصلوں سے تین کمرے ہیں: ایک رہائش گاہ، ایک مہمان خانہ اور ایک بنات کے مکتب کے طور پر زیر استعمال ہے، جہاں ان کی اہلیہ بچیوں کو ناظرہ و قاعدہ پڑھاتی ہیں۔ سامنے پانی کی ٹینکی اور واش روم وغیرہ ہیں۔ ان کے متّصل ایک طویل و عریض گہرا کھڈا کھودا گیا ہے، جس میں پودے اور باغات کی شجر کاری کی گئی ہے۔

ذریعہ معاش اور ہوش ربا مہنگائی

قاری شکر اللہ شہید کی مالی حالت کمزور تھی۔ کوئی مستقل اور اطمینان بخش ذریعہ آمدن دستیاب نہ تھا۔ کئی بار مختلف پوسٹوں اور آسامیوں کے لیے اپلائی کیا، مگر مضبوط سفارش نہ ہونے کی وجہ سے تعیناتی نہ ہو سکی۔ مختلف دینی مدارس میں تدریس کرتے رہے۔ قوت لا یموت کے طور پر کچھ نہ کچھ ملتا تھا۔ اسی طرح DPO خاران کی مسجد میں ایک عرصے سے ظہر کی نماز پڑھاتے تھے۔ جس زمانے میں ایک ایماندار اور دین دوست ڈی پی او انور بادینی صاحب خاران میں فرائض منصبی سرانجام دے رہے تھے، تو انہوں نے اپنے طور پر کچھ نہ کچھ تنخواہ مقرر کی ہوئی تھی، مگر ان کے بعد قاری شہادت تک وہاں ظہر کی نماز فی سبیل اللہ پڑھاتے تھے، تنخواہ کچھ بھی نہ ملتی تھی۔

مجبوراً انہوں نے عرائض نویسی کا ٹیسٹ انٹرویو دیا۔ کامیابی پر اس کی سند ملی، تو اسے ذریعہ معاش بنالیا، مگر اپنی بے پناہ سیاسی اور سماجی مصروفیات کے باعث عرائض نویسی کو زیادہ وقت نہ دے پاتے تھے، جس کی وجہ سے کماحقہ اتنی آمدن نہ ہوتی تھی، جس سے معاشی طور پر فارغ البالی حاصل ہو جائے۔ بہر حال جو رزق نصیب میں لکھا تھا، اسی پر گذران اور قناعت شعاری سے کام لیتے تھے اور آخری سال سراوان کی بالاچ مسجد کے مکتب میں 10 / ہزار روپے کی تنخواہ پر بچوں کو قاعدہ، ناظرہ و حفظ کی تعلیم دینے لگے۔

واضح رہے کہ اسی گزارے والی آمدن کے ساتھ دوسری طرف مہنگائی کا جو عالم تھا، وہ ملاحظہ کر

کے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ کس طرح انہوں نے گزارا کیا ہوگا۔

آج کل اشیاءِ خوردونوش کی قیمتیں حسب ذیل ہیں:

پچاس کلو آٹا	7000روپے
مرغی گوشت ایک کلو	800روپے
بکرے کا گوشت	1400/روپے
ایک جوڑا کپڑا متوسط کوالٹی میں	2500روپے
سلائی خرچ	900روپے
چینی فی کلو	170روپے
دال فی کلو	400روپے
گھی فی لیٹر	350روپے
پٹرول فی لیٹر	220روپے

واضح رہے کہ یہ تفصیل اس لیے لکھ دی کہ مستقبل میں چالیس پچاس سال بعد کوئی یہ پڑھے کہ تنخواہ دس ہزار روپے تھی، تو وہ یہ سمجھے کہ شاید اس دور میں دس ہزار روپے کی بڑی قدر تھی۔ یہ قیمتیں دیکھ کر اس کی غلط فہمی دور ہو جائے گی کہ اس دس ہزار میں کتنی چیزیں آسکتی تھیں۔

یہ بھی ریکارڈ میں رہے کہ مہنگائی کا یہ طوفان 2018ء میں قائم ہونے والی عمران خان کی حکومت کا تحفہ ہے، جس میں مہنگائی کتنی گنا بڑھ گئی؛ اس کے لیے یہ سروے ملاحظہ ہو:

ابھی مارچ 2024ء کے ایک سروے کے مطابق مہنگائی میں اضافے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ:

اسکول فیس 80 فیصد زیادہ، 1000 /روپے والی کاپیاں وکتابیں 5500 روپے، 300 روپے والا گیس بل 8000 روپے، 2000 روپے والا بجلی بل 15000 روپے، 800 روپے والا آٹا 2800 روپے، 150 /روپے والا گھی 600 روپے، 6 روپے والی روٹی 25 روپے، 10 / روپے والا نان 30 روپے، 50 روپے والی چنے کی پلیٹ 150 روپے، 2200 روپے والا موٹر سائیکل ٹائر،

ٹیوب اور رم 6000 روپے، 150 روپے والا پٹرول 300 روپے لیٹر، 20 روپے والا چنگچی کرایہ 50 روپے، 1500 روپے والی شلوار وقمیص 3000 روپے، ڈاکٹروں کی فیس 2500 روپے اور 3000 روپے، 150 روپے والی دوا 600 روپے، یہ سب ہوگا، تو سفید پوش 30/25 ہزار روپے کمانے والا کیا کرے گا، کہاں جائے گا؟

عمران خان کی اس حکومت کو تحریک عدمِ اعتماد کے ذریعے پی ڈی ایم نے ہٹایا کہ ہم یہ جن قابو کرلیں گے، مگر شہباز شریف کی حکومت بھی ناکام رہی۔ اب 2024ء کے انتخابات کے نتیجے میں شہباز شریف دوبارہ وزیراعظم بن گئے ہیں اور پی پی پی کے آصف علی زرداری صدر پاکستان اور بلوچستان میں پی پی اور نون لیگ کی مخلوط حکومت کے وزیراعلیٰ سرفراز بگٹی ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ موجودہ حکومت ان پانچ سالوں میں مہنگائی کے اس عفریت کو قابو کرلے گی یا یہ بدستور بدمست ہاتھی کی طرح غریبوں کو روندتا چلا جائے گا۔

حیات خانگی: ام ذبیح (بیوہ محترمہ) کی زبانی (انٹرویو)

[قاری شکر اللہ حنفی شہید کے گھریلو حالات کے بارے میں مزید جاننے کے لیے ان کی شہادت کے ہفتہ دس دن بعد ہم نے ایک مفصل سوال نامہ مرتب کرکے شہید کی بیوہ محترمہ کو اس کے بھائی مولوی احمد حیات صاحب کے ذریعے ارسال کیا۔ غم واندوہ کی اس المناک کیفیت میں کسی سے اس طرح کے سوالات پوچھنا بے موقع ہی سہی، مگر ہم نے سوچا کہ زخم چوں کہ تازہ ہے، تو معلومات بھی تازہ ہوں گی؛ لہٰذا ”زخمی یادداشتوں“ کو جمع کرانے کا یہ بہترین موقع ہے، اسے ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ ہم تہ دل سے محترمہ کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہماری درخواست کو شرف قبولیت سے نوازا اور فوری طور پر مفصل جوابات تحریری شکل میں ہمیں مرحمت فرمائے، جو ان کے شکریہ کے ساتھ نذر قارئین ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ غم ورنج اور کرب والم کی اس تکلیف سے محترمہ کو جلد از جلد نجات عطاء فرمائیں اور مسرت وسکون کی بہاریں اور رونقیں ان کی زندگی میں لوٹادیں۔ آمین! محمود خارانی]

ازدواجی زندگی سنت کے مطابق

سوال: قاری شہید کو بطور شوہر کیسا پایا؟

جواب: مجھے اس بات سے خوشی ہوتی ہے کہ میری ازدواجی زندگی قاری شہید جیسی شخصیت کے ساتھ گزری؛ کیوں کہ قاری شہید نے مکمل شریعت اور سنت کے مطابق میرے ساتھ ازدواجی زندگی گزاری۔ بطور شوہر قاری شہید نے میرے اوپر نہ کبھی خود غصہ کیا نہ کسی اور کو کرنے دیا، بلکہ گھر کے باقی افراد کو بھی منع کیا ہوا تھا۔ حالانکہ بطور شوہر اس کو غصہ کرنے کا حق تھا، لیکن قاری شہید کا کہنا یہ تھا کہ چوں کہ آپ دل کی کمزور ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ مزید کمزور ہو جائیں۔ اب اسی بات کا مجھے ارمان ہے کہ کیوں ایک دن بھی میرے غصے کا جواب غصے سے نہیں دیا۔

ابو کے پاؤں رسی سے باندھ لوں گی

سوال: بیوی بچوں کے ساتھ قاری شہید کا تعلق کیسا تھا؟

جواب: قاری شہید چوں کہ ایک نفیس طبیعت کے مالک تھے۔ بیوی بچوں کے ساتھ ان کا تعلق انتہائی محبت والا تھا۔ بچوں کے ساتھ بہت زیادہ محبت و شفقت کرتے تھے، بلکہ جب بھی گھر سے نکلتے، تو بچوں کے ساتھ پیار اور لاڈ کرتے تھے۔ ان کو اپنے موٹر سائیکل پر سوار کر کے چار دیواری کے اندر چکر لگواتے تھے اور اسی طرح جب باہر سے گھر آتے تھے، تو بھی یہی معمول ہوتا تھا۔ چھٹی والے دنوں میں اگر فارغ ہوتے، تو بچوں کو باہر سیر اور تفریح کے لیے بھی لے جاتے تھے۔ قاری صاحب اپنے گھر میں زیادہ ٹھہر نہیں سکتے تھے اور سیاسی و سماجی خدمات میں مصروفیات کی وجہ سے بچوں کو زیادہ وقت نہیں دے پاتے تھے، تو ایک دن قاری صاحب کی بچی مریم نے کہا: "ابو! میں آپ کے پاؤں کو رسی سے باندھ دوں گی؛ تاکہ زیادہ سے زیادہ تیری پیار بھری باتیں سن سکوں۔"

کھانے میں عیب لگانے سے اجتناب

سوال: گھر میں ان کے مزاج کا کھانا نہ پکتا یا کوئی اور کام مزاج کے مطابق نہ ہوتا، تو شہید کا رویہ کیسے ہوتا؟

جواب: قاری شہید کا خاص کر کھانے سے متعلق مزاج یہ تھا کہ کھانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر انسان کے نصیب میں لکھا ہوا ہے؛ لہٰذا اللہ تعالیٰ جو دے دیں، اس پر شکر ادا کر کے کھانا چاہیے؛ اس لیے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے اور ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ انسان کو دسترخوان پر پڑے ہوئے اور بچے ہوئے ٹکڑوں کو پہلے کھانا چاہیے، اس میں برکت ہوتی ہے اور قاری شہید کی اپنی عادت بھی ایسی ہی تھی۔ اگر کبھی رات کو دیر سے گھر آجاتے اور اس وقت تک میں سو چکی ہوتی، تو مجھے نہ اٹھاتے، بلکہ خود جا کر کھانا گرم کر کے کھا لیتے۔ صبح ناشتے میں رات کے بچے ہوئے سالن کو باسی روٹی کے ساتھ کھانا پسند کرتے تھے۔

سفر سے پہلے تیاری اور درگزر

سوال: سفر کے لیے نکلتے وقت کپڑے اور دیگر سامانِ سفر وغیرہ بروقت تیار نہ ہوتے، تو کیا رویہ اپناتے؟

جواب: قاری شہید کے اسفار باقی لوگوں کے معمول کے اسفار سے کچھ زیادہ ہوا کرتے تھے۔ سفر میں جانے سے ایک دن پہلے تیاری کرتے تھے۔ اچانک اگر جانا ہوتا تھا اور کوئی چیز بروقت میسر نہ ہوتی، تو کہتے تھے کہ اللہ خیر کرے گا، کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

حقوق العباد خاص کر ہمسایوں کے بارے میں وصیت

سوال: گھر میں شب و روز کی مصروفیات کیا تھیں؟

جواب: قاری شہید کی مصروفیات اکثر گھر سے باہر کی تھیں۔ گھر میں کوئی خاص مصروفیت نہیں تھی۔ جب گھر میں ہوتے، تو اپنا اکثر وقت بچوں کے ساتھ گزارتے یا گھر کا کوئی کام کر دیتے تھے۔

سوال: بیوی کو زیادہ کن باتوں کی نصیحت کرتے تھے؟

جواب: اس کی سب سے بڑی اور ہمیشہ سے نصیحت یہ ہوتی تھی کہ آپ نے ہر حال میں حقوق العباد کا خیال رکھنا ہے۔ خاص کر ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک کا ہمیشہ کہا کرتے تھے۔ انکی عادت تھی کہ جب بھی کوئی چیز گھر میں لاتے تھے فروٹ وغیرہ، تو سب سے پہلے کہتے تھے کہ پڑوسیوں کو

دے دو؛ کیوں کہ باہر سے باقاعدہ ان کا حصہ لاتے تھے اور کہتے تھے کہ جب بھی کسی کو کوئی چیز دو، تو اس سے اس چیز کا بدلہ پانے کی خواہش کبھی نہ کرنا۔

جمعیت اور قائد جمعیت سے والہانہ محبت کا عجیب اظہار

سوال: گھر میں زیادہ تر کن امور اور موضوعات پر گفتگو فرماتے تھے؟

جواب: معمول کی باتوں کے علاوہ بچوں کی تعلیم و تربیت پر بھی گفتگو کرتے تھے۔

اس کے علاوہ مجھ سے اکثر جمعیت علماءِ اسلام کے سیاسی اور مذہبی نقطۂ نظر سے متعلق گفتگو کرتے تھے۔ علماءِ کرام سے اپنی محبت کا ہمیشہ اظہار کرتے تھے۔ اکثر یوں کہا کرتے تھے کہ علماءِ کرام کے فوت ہونے سے مجھے بہت زیادہ دکھ اور صدمہ پہنچتا ہے۔ بالخصوص قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے متعلق کہتے تھے کہ میری اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ یہی دعا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ مجھے مولانا فضل الرحمٰن سے پہلے لے جائے؛ کیوں کہ مولانا کا صدمہ میں کیسے برداشت کر سکتا ہوں؟" (مولوی احمد حیات مزارزی بھی اس بات کے گواہ ہیں۔)

سسرال والوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات

سوال: بیوی کی ضروریات کا خیال کس حد تک رکھتے تھے؟

جواب: اپنی مالی حیثیت کے مطابق ہر ضرورت کو پوری کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

سوال: سسرال والوں کے ساتھ تعلق کیسا تھا؟

جواب: سسرال والوں کے ساتھ تعلق الحمدللہ! بہت محبت کا تھا اور وہاں چکر لگوانے کا کوئی خاص لگا بندھا معمول تو نہیں تھا، بلکہ جب بھی دل چاہتا، چلے جاتے۔ بسا اوقات پورا ہفتہ وہاں گزارتے تھے۔ رمضان المبارک کا پورا مہینہ وہاں گزارنے کا معمول تھا۔

سوال: بیوی کے سسرال آنے جانے پر کوئی سختی تو نہ تھی؟

جواب: بالکل بھی سختی نہ تھی، بلکہ جب بھی ہم کہتے، تو لے جاتے تھے۔ بسا اوقات خود کہتے تھے کہ چلو آپ کو وہاں لے جاتا ہوں۔

بہنوں سے محبت اور بچوں کی تعلیم کی فکر

سوال: بیوی بچوں کے ساتھ وقت زیادہ گزارتے تھے یا ماں باپ کے ساتھ؟

جواب: زیادہ وقت بیوی بچوں کے ساتھ گزارتے تھے۔ بہر حال! والدین سے اور خاص کر اپنی بہنوں کے ساتھ بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔

سوال: بچوں کو کیا پڑھانا چاہتے تھے؟

جواب: بچوں کو دینی تعلیم دینا چاہتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ بچے حافظ القرآن اور عالم بنیں اور ساتھ ساتھ بچوں کو عصری تعلیم بھی شروع کروا چکے تھے۔

مہمانوں کی خدمت اور ضرورت مندوں کی مدد

سوال: گھر میں مہمان آجاتا، تو کیسے خدمت کرتے تھے؟

جواب: قاری شہید کو مہمان سے محبت تھی۔ کہتے تھے کہ وہ گھر خوش نصیب ہے، جس میں مہمان آتے ہیں، بلکہ مجھے کہتے تھے کہ خیال کرنا کہ مہمان کی وجہ سے آپ کے چہرے پہ شکن نہ آئے۔ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔

سوال: غریب ہمسایوں، مسکینوں اور یتیموں کے خیال رکھنے کے بارے میں ان کی سوچ و فکر اور ہدایت کیا تھی؟

جواب: غرباء، مساکین اور ضرورت مندوں کے لیے ان کے دل میں ہمیشہ ہمدردی ہوتی تھی۔ ان کی مدد کرنے کی خواہش کا اظہار ہمیشہ کرتے تھے۔ بلا تفریق ہر شخص کی مدد کرنا چاہتے تھے۔ مریضوں کو خون عطیہ کرتے تھے اور نادرا آفس میں ہمیشہ ایسے غریب لوگوں کی مدد کی نیت سے جاتے تھے۔ (انٹرویو ختم شد)

ماں کی درد بھری یادیں

ماں کی گود بچے کی پہلی یونیورسٹی ہے، جہاں جسمانی پرورش کے ساتھ ساتھ بچے کی ذہنی و فکری اور اخلاقی تربیت بھی ہوتی ہے۔ قاری شکر اللہ حنفی شہید کی والدہ محترمہ ایک دیندار اور پاکباز خاتون ہیں۔ اپنے بچوں کی تربیت و پرورش میں اتنے فکر مند واقع ہوئے ہیں کہ اپنی ازدواجی زندگی کے آغاز ہی میں اپنے شوہر حاجی احمد خان صاحب کو کہہ دیا تھا کہ:

"روزی کم ہو، کوئی مسئلہ نہیں، مگر حلال ہونی چاہیے؛ تاکہ بچوں کی پرورش حلال روزی سے ہو"

اس بات کا اثر یہ ہوا کہ قاری صاحب جب تین چار سال کے تھے، تو والد گرامی کی ڈیوٹی تگاپ میں ہوتی تھی۔ روڈ نہیں تھے، پیدل جانا ہوتا تھا۔ رات کی تاریکی میں راستے سے بھٹک جاتے تھے۔ پھر بھی پابندی سے سکول میں جایا کرتے تھے۔ جب کبھی غیر حاضر ہوتے، تو اپنی رخصت خود درج کرواتے کہ میں اس دن آیا نہیں ہوں۔ حالانکہ وہاں کوئی اور ٹیچر موجود نہ ہوتا تھا۔ اسی طرح کلگ میں بھی دوران ڈیوٹی صبح سویرے موٹر سائیکل پر روزانہ جایا کرتے تھے۔ قاری شہید کی والدہ محترمہ نے نم دیدہ آنکھوں کے ساتھ قاری شہید کے بچپن سے لے کر شہادت تک کی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے جو کچھ بتایا، وہ کچھ یوں ہے کہ قاری شہید بچپن میں بھی نہایت شریف النفس تھے۔ ہم اسے باہر بچوں کے ساتھ جا کر کھیلنے کا کہتے، تو ان کا جواب ہوتا کہ میں فلاں فلاں بچوں کے ساتھ نہیں کھیلوں گا؛ کیوں کہ انہیں گالیاں دینے کی عادت ہے۔

اہلیہ کی صحت و آرام کا خیال

ایک دفعہ قاری شہید رات کو دیر تک گھر نہ پہنچے، تو میں نے ان کے لیے کھانا ان کے کمرے میں دریچے پر رکھ دیا۔ جب پہنچے، تو میں ان کے کمرے میں آگئی، جس کے ایک کونے میں ان کی بیوی بچوں سمیت محو آرام تھی۔ میں نے قاری شہید کو کہا کہ آپ کے لیے وہ کھانا رکھ دیا ہے، تو بجائے آواز سے جواب دینے کے اپنا ہاتھ منہ پر رکھ کر اشارے سے کہہ دیا کہ میں کھانا کھا کر آیا ہوں، مزید

نہیں کھانا ہے۔ یہ احتیاط انہوں نے اس لیے کی کہ محوِ آرام بیوی کی نیند خراب نہ ہو۔ واضح رہے کہ بعض امراض کی وجہ سے ان کی اہلیہ کو نیند میں بلند آواز سے شدید تکلیف محسوس ہوتی تھی۔ ایسی احتیاط کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کا طرزِ احتیاط یاد آتا ہے کہ جب رات کو تہجد پڑھنے کے لیے اٹھتے، تو اس آہستگی اور احتیاط کے ساتھ کہ کہیں سیدنا عائشہؓ کی نینداور آرام خراب نہ ہو جائے۔

اسی طرح ایک دفعہ ان کے گھر ہم پہنچے، تو جب گاڑی سے اتر کر گیٹ کھولنے لگے، تو قاری صاحب نے تاکید کی کہ آہستہ آہستہ گیٹ کھولیں؛ تاکہ اہلیہ کو اس کی آواز سے تکلیف نہ پہنچے۔

بوقت رخصت والدہ کا بوسہ

قاری شہید کو اپنی والدہ محترمہ سے شدید محبت تھی۔ معمول تھا کہ جب بھی کہیں سفر پر نکلتے، ماں سے دعائیں لیتے۔ اس کے سر اور گالوں پر محبت و عقیدت کے بوسے ثبت کرتے۔ ماں کا کہنا ہے کہ شہادت سے دو دن پہلے بھی جب وہ بازار جانے لگے، تو کچن میں آکر الوداع کیا اور میرے رخساروں پر اس کی اس حرارت محبت کی کیفیات ابھی تک محسوس ہوتی ہیں۔

سفرِ عمرہ کا قصہ

قاری شہید کی اہلیہ نے از راہِ مذاق ایک دن کہا: میں تو اپنے والد کے پیسوں کے ذریعے عمرے پر جارہی ہوں، آپ بھی اپنے لیے کہیں سے پیسوں کا بندوبست کرلیں، تو شہید نے کہا کہ میں نہ آپ کے باپ کے پیسوں کا محتاج ہوں، نہ اپنے باپ کے۔ مجھے میرے اللہ تعالیٰ خود لے جائیں گے۔ انشاءاللہ! اور ہوا بھی یہی کہ جب کراچی سے قاری شہید کو بلایا گیا، تو میری صندوق میں صرف ایک ہزار روپے تھے۔ وہ میں نے نکال کر انہیں دے دیے اور 10 / ہزار دکاندار حاجی غلام فاروق مزارزئی سے قرضہ لے کر روانہ ہوگئے۔ حاجی صاحب نے 15 / ہزار روپے کی ٹوڈی کار کرائے پر لے کردی، مگر ٹوڈی والے نے مزید پانچ ہزار روپے کا مطالبہ کر دیا۔ واپسی پر حاجی صاحب کی مبارکبادی کے لیے لوگ آنے لگے، تو صرف حاجی صاحب کو مبارکباد دیتے تھے۔ حاجی صاحب نے کہا کہ قاری صاحب کو بھی مبارکبادی دے دو کہ وہ بھی ہمارے ساتھ عمرے میں آئے تھے۔

یعنی: قاری صاحب کا ایسا اچانک جانا ہوا تھا کہ لوگوں کو پتہ بھی نہ چلا کہ وہ عمرے پر گئے ہیں۔

سخاوت و مہمان نوازی

قاری شہید کے کوئی مستقل ذرائع آمدن نہیں تھے۔ کوئی ملازمت نہ تھی۔ مالی حالات دگرگوں تھے۔ اس کے باوجود جب بھی گھر آجاتے، تو خالی ہاتھ نہ آتے: میوے، فروٹ دیگر کھانے پینے کی چیزیں لے آتے اور ادھر گھر سے جاتے وقت بچوں کو خرچی کے لیے پیسے بھی دیا کرتے تھے۔ انہیں پتہ تھا کہ میں ان سے بچوں کے لیے پیسے وصول نہیں کرتی؛ اس لیے گھر میں کسی اور کو ایک ہزار روپے دے کر چلے گئے کہ ماں کو دے دینا بچوں کے خرچے کے لیے، تو میں نے بھی وہ ہزار روپے رکھ لیے۔ پھر اس میں مزید 200 روپے ملا کر کئی دن بعد یہ کہہ کر واپس لوٹا دیے کہ یہ آپ کے موٹر سائیکل کا پٹرول ہے۔ شہر آنا جانا رہتا ہے، ضرورت پڑتی ہے اور تمہارا ہاتھ کمزور ہے۔ انہوں نے وہ وصول کیے، لیکن انہیں پتہ ہی نہ چلا کہ یہ وہی میرے اپنے دیے ہوئے پیسے ہیں۔

اپنی بہنوں کو ان کے بچوں سمیت اپنے گھر بلا لیتے۔ کئی دنوں تک اپنے گھر میں روکے رکھتے۔ حسب گنجائش خاطر تواضع کرتے۔ مجھے بھی ایک دفعہ لے گئے، علاج کروایا اور اصرار کیا کہ دس دن تک یہیں رکے رہنا، دوا لیتے رہنا۔ مکمل صحتیاب ہونے کے بعد گھر چلے جانا، مگر میں نے معذرت کی کہ گھر میں آپ کی چھوٹی چھوٹی بہنیں اکیلی ہیں۔ یہاں میں رہ نہیں سکتی، مجھے مسکان قلات جانا ہے۔ بالآخر مجبوراً مجھے اجازت دے دی۔ رات کے ایک دو بجے کبھی مہمان ساتھ لاتے، کھانا کھلاتے۔ مسافروں اور مہمانوں کی خدمت اور خبر گیری کی انہیں بڑی فکر رہتی تھی۔

جمعیت کی جیت کے لیے پرجوش

حالیہ انتخابات میں وہ جمعیت کی جیت کے لیے بڑے پرجوش (گل ءُبال) تھے۔ ہمیں تاکید کی تھی کہ الیکشن کے دن کھانا وغیرہ پکا کر پولنگ اسٹیشن پر آئے ہوئے لوگوں کو ضرور کھلانا اور نبروز آباد کھانا بھجوانے کی بھی تاکید کی تھی۔ ان کی زندگی کا ایک بڑا حصہ جمعیت کے لیے وقف تھا۔

آخری دن کی یادیں

قاری شہید نے شہادت سے دو تین دن پہلے اپنے بچوں کو ہمارے گھر لائے؛ کیوں کہ ان کی اہلیہ نے انہیں کہا تھا کہ ماں کے گھر چلیں؛ تاکہ شبیر عثمانی کی شادی کی تیاریوں کا جائزہ لے لیں۔ ماں کا ہاتھ بٹائیں اور اس حوالے سے گھر کے اندر جو کام کرنے ہیں، وہ پہلے سے کر لیے جائیں، تو آخری دن صبح ناشتے پر میں نے کہا کہ پراٹھے میں نے صرف اپنے پوتے ذبیح اللہ کے لیے پکائے ہیں، مگر تم لوگ بھی کھا سکتے ہو۔ قاری شہید مسکرا دیے کہ چلو ہمارا بھی چانس لگ گیا۔ اس دن قاری شہید نے اپنی داڑھی وغیرہ اسی کمرے میں آئینے کے سامنے برابر کی۔ میں نے اس کے نہانے کے لیے پانی گرم کر کے رکھوادیا۔ اس کی بیوی اور بہنوں کو زحمت نہ دی، خود یہ خدمت کی۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ میرے بچے کا آخری دن ہے۔ کپڑے وغیرہ تبدیل کر کے مجھے ساتھ لے کر میری بہن کے گھر گوزگی پہنچادیا اور خود بھانجے کے ساتھ تفریح پر جانے کے لیے شہر چلے گئے اور اسی دن ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے۔

فصل سوم۔۔۔کھیل و اسپورٹس

کھیل سے دلچسپی اور خدمات

قاری شکر اللہ حنفی شہید کی زندگی کا ایک اہم باب کھیلوں سے ان کی دلچسپی اور شرکت وخدمات کا پہلو ہے۔ نہ صرف یہ کہ وہ خود ایک بہترین کھلاڑی تھے، بلکہ کھیل و تفریح کی ترویج اور حوصلہ افزائی میں بھی پیش پیش تھے۔ کھیل کے حوالے سے ان کی دلچسپی کے مختلف پہلوؤں اور ان کی خدمات کا مختصر تذکرہ ذیلی عنوانات کے ساتھ پیش خدمت ہے:

کھیل سے دلچسپی کے بنیادی مقاصد

کھیل جسمانی ورزش کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ اس سے انسانی صحت وقوت پر مفید اثرات پڑتے ہیں، جو کہ دینی طور پر مطلوب بھی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ طاقتور مؤمن کمزور مؤمن سے بہتر ہے۔ چناں چہ اسی نقطۂ نظر سے قاری شکر اللہ کی کھیل سے دلچسپی زندگی بھر برقرار رہی۔ اس کے علاوہ ایک اور دینی مقصد یہ پیشِ نظر تھا کہ کھیل کے میدان میں موجودگی سے نماز باجماعت کا اہتمام بھی کروایا جاسکتا ہے؛ تاکہ مسلمان بچوں کی نماز کسی کھیل کی وجہ سے قضا نہ ہو۔

تیسرا مقصد سیاسی بھی تھا اور دینی بھی کہ اپنی مذہبی جماعت کا اثر ونفوذ کھیل کے توسط سے عام کیا جائے۔ اسے لوگ دنیا بیزار اور خشک و بے لچک پارٹی نہ سمجھیں، جس میں انسانی تفریح کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔ چناں چہ اسی مقصد کی خاطر انہوں نے جماعتی راہنما حاجی عثمان بادینی کے نام سے باقاعدہ ایک کرکٹ ٹیم رجسٹرڈ کروالی تھی اور وقتاً فوقتاً اپنے جماعتی راہنماؤں کو بھی مختلف ٹورنامنٹس میں بطور مہمان خصوصی بلوانے کے لیے بھی کوشش کیا کرتے تھے۔

عمدہ پرفارمنس پر حسب گنجائش انعام کا اعلان

قاری شہید اچھی کارکردگی دکھانے پر اپنی گنجائش کے مطابق کھلاڑیوں کو انعام بھی دیا کرتے تھے۔ وقاص شاہد لکھتے ہیں کہ 2019ء کو آل بلوچستان ٹورنامنٹ میں میرا پہلا میچ تھا۔ میں نے عمدہ بیٹنگ کی۔ جب میچ ختم ہوا، تو اعلان کیا گیا کہ قاری شکراللہ کی طرف سے وقاص شاہد کے لیے 200 روپے کا اعلان کیا گیا ہے۔ میں بہت خوش ہوا۔ اس سے پہلے ان سے تعارف نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ جو بھی اچھا کھیل پیش کرے گا، قاری صاحب اس کے لیے انعام کا اعلان کیا کرتے ہیں۔ اس دن سے میرا ان کے ساتھ تعلق قائم ہو گیا اور انہوں نے مجھے اپنی ٹیم کی کپتانی کی پیشکش کی۔

اسی طرح آفتاب احمد لکھتے ہیں کہ میچ میں جب کوئی اچھا کیچ پکڑ لیتا یا کوئی اچھی پرفارمنس دیتا، تو میچ کے آخر میں آکر قاری شکراللہ شہید اسے انعام سے نوازتے تھے۔

حاجی عثمان بادینی کرکٹ ٹیم کی تشکیل

قاری شکراللہ شہید نے رخشاں ڈویژن سے جے یو آئی کے ایم این اے حاجی عثمان بادینی کے نام سے اپنی ایک کرکٹ ٹیم باقاعدہ رجسٹرڈ کروالی تھی۔ مختلف ایونٹس میں اس کی انٹری کروادیتے تھے۔ اس ٹیم کے کھلاڑی درج ذیل تھے:

سیکرٹری: قاری شکراللہ شہید، کپتان: وقاص شاہد

میر احمد، منہاج، غلام جان، جابر جانی، فضل مہران، آفتاب، نصیب اللہ، عاصم بلوچ، نصیب، رضوان ملک، ضیاجان، طارق حسنی، بابو احمد دین۔

وقاص شاہد لکھتے ہیں کہ ایک دن قاری شہید نے مجھے کہا کہ میری ٹیم کی قیادت آپ سنبھالیں۔ میں نے کہا کہ زندگی رہی، تو سنبھال لوں گا۔ انشاءاللہ! اس کے بعد میں لیویز ٹریننگ کے لیے چلا گیا۔ چار مہینے کے بعد آیا، تو قاری شہید نے مجھے فون کیا کہ کدھر ہو؟ میں نے کہا: گھر میں ہوں۔ کہنے لگے کہ دس منٹ بعد آرہا ہوں۔ جب آگئے، تو فرمایا کہ آپ نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا ٹیم سنبھالنے کا۔ میں نے کہا کہ میں تو بالکل بھول چکا ہوں۔ اب اپنی ٹیم کے لیے وردی بھی بنا لیا

ہے۔ کہنے لگے کہ آپ کی مرضی! لیکن بندہ ایسا تھا کہ اسے کون نا کر سکتا تھا۔ بالآخر انہوں نے مجھے اپنی ٹیم کا کپتان مقرر کیا اور کئی ٹورنامنٹس ہم نے حاجی عثمان بادینی کرکٹ کے نام سے کھیلے اور سب سے یادگار ٹورنامنٹ تھری ڈسٹرکٹ ٹورنامنٹ دالبندین کا تھا۔

کھلاڑیوں کو اسپورٹس کے اشیاء کی فراہمی

قاری شہید کھلاڑیوں کو وردی، گیند، بیٹ وغیرہ کی فراہمی میں بھی فراخدل تھے اور اس حوالے سے وہ حاجی عثمان بادینی کے توسط سے کھلاڑیوں کی ضروریات پوری کرنے پر خصوصی توجہ دیا کرتے تھے۔ ان کی ٹیم کے ایک اہم رکن آفتاب احمد لکھتے ہیں کہ میچ سے ایک دن قبل مجھے فون کرتے۔ بال، سلووشن، ٹیپ وغیرہ میرے ہاتھ میں دیتے اور میچ کے دوران بار بار کال کرکے اپڈیٹ لیتے۔

تھری ڈسٹرکٹ ٹورنامنٹ کی چیمپین ٹیم

حاجی عثمان بادینی کرکٹ ٹیم کے نام سے قاری شہید کی ٹیم نے دالبندین جاکر تھری ڈسٹرکٹ ٹورنامنٹ میں حصہ لیا اور بڑے سخت مقابلوں کے بعد ٹیم نے ٹورنامنٹ اپنے نام کرلی اور چیمپین بن گئی۔

کپتان وقاص شاہد ایک سنسنی خیز مقابلے کی یادیں تازہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ 2023ء کو دالبندین میں تھری ڈسٹرکٹ ٹورنامنٹ ہوئی۔ ایک میچ ہمارا پھنس گیا۔ بڑی مشکل سے میں نے رنز پورے کئے، تو بعد میں آکر قاری شہید نے مجھے گلے لگایا اور بولے: آپ نے تو آج مجھے واپس جوان کر دیا ہے۔ بہت خوش ہوئے اور ہم اس ٹورنامنٹ کے چیمپین بن گئے۔

تاگزی کے معذور کھلاڑی کی مدد

تاگزی کے ایک گونگے معذور کھلاڑی یاسر کے بی ہیں۔ اتفاق سے جس ٹورنامنٹ میں قاری شکر اللہ شہید بڑی کوششوں کے بعد حاجی پرویز رند کو بطور مہمان خصوصی لانے میں کامیاب ہو گئے تھے، اس میچ میں بھی یہی کھلاڑی مین آف دی میچ قرار پایا تھا، مگر اس کا اعلان حاجی صاحب کی تقریر

سے پہلے ہو چکا تھا اور قاری شہید ایک ایسے وقت پر پروگرام میں پہنچے کہ حاجی صاحب تقریر کر رہے تھے۔ قاری شہید کو علم نہ تھا کہ یاسر کے بی مین آف دی میچ ہے۔ یوں وہ حاجی صاحب کو نہ بتا سکا کہ اس موقع پر وہ اس کھلاڑی کی خصوصی حوصلہ افزائی کریں۔ چناں چہ یہ لوگ بعد میں بڑے دلگیر ہو گئے۔ اس واقعہ کا تذکرہ قاری صاحب نے حاجی صاحب کے ساتھ جن الفاظ میں کیا ہے، اس سے ان کی ہمدردی بھی ظاہر ہوتی ہے اور ایک معذور مگر کامیاب کھلاڑی کی حوصلہ افزائی کا جذبہ بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ کہتے ہیں کہ:

"یاسر کے بی گونگا کرکٹ کا شوقین فائنل میں مین آف دی میچ ہوا۔ ایسا غریب ہے کہ عید کو کپڑے خریدنے کے بجائے وردی برائے کرکٹ خریدتا ہے اور جوتے کے بجائے کرکٹ بوٹ خریدتا ہے؛ تاکہ سال بھر کام دے سکیں۔ ان کے والد صاحب بھی مزدور کار آدمی ہیں، حقدار ہیں، تو اس دن اس کی الگ حوصلہ افزائی نہ ہو سکی تھی۔ ساتھیوں کی حوصلہ شکنی ہوئی ہے۔ اس کے والد چوں کہ جماعت کے آدمی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قاری کو تو پتہ تھا کہ یاسر کے بی معذور ہے۔ میں چوں کہ ایک ایسے وقت میں پہنچا کہ تقریر چل رہی تھی اور مجھے پتہ بھی نہیں تھا کہ وہ مین آف دی میچ نامزد ہوا ہے؛ لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ ٹورنامنٹ کی مد میں ان کے ساتھ تعاون کریں۔ ان کی حوصلہ افزائی بھی ہوگی۔ وہ امانت 10 / ہزار روپے بھی میرے پاس ہیں۔ اگر آپ چاہیں، تو آپ کو واپس کر دوں۔ اگر کہیں کہ ٹورنامنٹ والوں کو دے دوں، تو ان کو دے دوں گا۔ اگر آپ کہیں کہ یہی پیسے یاسر کے بی کو دے دوں، تو اسی کو دے دوں گا۔ اس کی حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے۔ اس سے پہلے اس کی ایک ویڈیو چلائی گئی تھی کہ غریب کرکٹر ہے۔ ثناء اللہ بلوچ نے پرچی وغیرہ دے دی کہ دو لاکھ روپے کا تعاون کروں گا، مگر آج تک اسے کچھ نہ ملا۔ اب آپ سے وہ بہت ہی امید رکھتے ہیں اور اس دن ٹورنامنٹ میں حوصلہ افزائی نہ ہونے کی وجہ سے وہ دل پر یہ بات بھی لیے بیٹھے ہیں۔"

بطور امام اور مہمان خصوصی شرکت

قاری شہید کھیل کے میدانوں میں زیادہ تر بطور امام حاضر ہوتے تھے کہ کھیل کے دوران عموماً

نماز سے غفلت برتی جاتی ہے۔ خاص کر جماعت کا اہتمام تو بہت ہی کم ہوتا ہے۔ کوئی بھی خاص میچ یا ٹورنامنٹ ہوتی، تو قاری شہید عصر کے وقت وہاں ضرور پہنچتے؛ تاکہ کھلاڑیوں اور شائقین کو باجماعت نماز پڑھائیں۔ اس کے علاوہ کبھی کبھی آپ کو بطور مہمان خصوصی بھی بلایا جاتا تھا۔ ایسے ہی ایک میچ کی روداد میں آپ نے فیس بک پر یکم جنوری 2022ء کو یوں لکھا: ”ایک دن نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کے لیے بطور مہمان خاص کھیل کے میدان میں خدمات سرانجام دینے کا موقع ملا۔ بہ ہمراہ خالد محمود تحصیل صدر جے ٹی آئی سرخاران کامران پیرکزئی، محی الدین، جابر سرگلزی، بمقام گراؤنڈ ڈگری کالج خاران۔“

فصل چہارم۔۔۔ متفرق احوال اور اوراق ڈائری

روزانہ کی مصروفیات و معمولات

گھر والوں سے صبح سویرے رخصت لے کر درس و پڑھائی کے لیے چلے جاتے۔ کلاسز سے فارغ ہونے کے بعد خدمتِ خلق کے کاموں میں لگ جاتے۔ کسی کی شناختی کارڈ کا مسئلہ نادرا آفس میں حل کرواتے، تو کسی کا لوکل سرٹیفیکیٹ، کسی کے بے نظیر انکم سپورٹ کا کام، تو کسی کا کوئی اور دفتری کام۔ الغرض ہر قسم کی دفتری رکاوٹوں میں لوگوں کی مدد کیا کرتے تھے۔ ان خدمات میں ہر کس و ناکس کو اپنا سمجھ کر بلا امتیاز خدمت سرانجام دیتے تھے۔ خاص کر کسی عالم، تبلیغی، حافظ، اور قاری کے رابطہ کرنے پر اس کے کام کو سب سے پہلے نمٹایا کرتے تھے۔ ان سماجی مصروفیات کی وجہ سے اپنے گھریلو کام کے لیے وقت کم سے کم نکال پاتے تھے۔ ظہر کی امامت ڈی پی او کی مسجد میں کرانے کے بعد بچوں کو پڑھانے کے لیے مکتب و مدرسہ سراوان تشریف لے جاتے۔ عصر کے وقت گراؤنڈ چلے جاتے۔ کبھی کھیلتے، تو کبھی کھیل دیکھتے اور کھلاڑیوں اور تماشائیوں کو باجماعت نماز پڑھاتے اور رات کو گھر واپسی ہوتی۔

بچوں کو سیر و تفریح کے مواقع فراہم کرنا

معصوم بچوں کو میدانوں میں کھیلنا کودنا اچھا لگتا ہے۔ پارکوں میں جھولے جھولنا ان کا محبوب مشغلہ ہوتا ہے۔ قاری شہید اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود وقت نکال کر اپنے بچوں اور بچیوں کی یہ خواہش پوری کرانے انہیں پارک میں لے جاتے۔ ان کی ایک ویڈیو موجود ہے، جس میں وہ انہیں جھولے پر بٹھاتے ہیں اور انہیں جھولنا سکھا بھی رہے ہیں۔ بچے بھی محظوظ ہو رہے ہیں اور خود قاری صاحب بھی۔ بچے جنت کے پھول ہوتے ہیں۔ انہیں خوش رکھنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔

شبیر عثمانی کی شادی کے لیے فکر مندی

قاری شکر اللہ شہید بڑا بھائی ہونے کے ناطے اپنے چھوٹے بھائی شبیر عثمانی کی شادی کے لیے بڑے فکر مند تھے۔ ایک چھوٹا بکرا ابھی سے انہیں عطیہ کیا ہوا تھا کہ شادی میں مہمانوں کو کھلانے کے لیے کام آئے گا۔ حالانکہ خود بے روزگار اور تنگدست بھی تھے۔ گھر والوں کو ان سے کسی طرح کے امداد و تعاون کی نہ توقع تھی، نہ انتظار تھا۔ از خود وہ فکر مند تھے۔

یہ فکر مندی اتنی زیادہ بڑھ گئی تھی کہ انہوں نے چند دوستوں کے ساتھ جو کمیٹی پانچ ہزار روپے کی رکھی تھی، مجموعی 50 ہزار روپے جو بنتے تھے، تو اس کے بارے میں انہی آخری دنوں میں اپنے دوسرے بھائی حافظ سیف اللہ خالد سے بار بار پوچھ رہے تھے کہ کب میرے نام کی کمیٹی نکلے گی کہ شبیر کی شادی کرانے میں اپنا حصہ ڈالیں۔ اتفاق سے اسی مارچ 2024ء کو ان کے نام کی کمیٹی نکل آئی، لیکن وہ دنیا میں موجود نہیں کہ اپنے بھائی کی ازدواجی زندگی کا چراغ فروزاں کرتے اور اس کی بہار زندگی خود دیکھ لیتے:

چراغِ زندگی ہوگا فروزاں ہم نہیں ہوں گے
چمن میں آئے گی فصل بہاراں ہم نہیں ہوں گے

دعوت و تبلیغ سے وابستگی اور اس کے اثرات

قاری شکر اللہ شہید کا گھرانہ دینی و تبلیغی ہے۔ والد گرامی قدر شروع سے دعوت و تبلیغ کے شعبے سے وابستہ ہیں، جبکہ سسرال بھی تبلیغی محنت سے جڑا ہوا ہے۔ اس ماحول میں قاری شہید کا بھی تبلیغی ماحول سے دعوتی رشتہ قائم ہوگیا۔ 2022ء میں چار مہینے تبلیغ میں لگائے، جس میں ایک تشکیل انہوں نے جامعہ دارالعلوم خاران کے مایہ ناز استاد حضرت مولانا عبدالماجد صاحب کی رفاقت میں بھی گزاری۔ اس کے علاوہ مقامی سطح پر دینی طلبہ اور کالج کے اسٹوڈنٹس کے ساتھ سہ روزہ بھی لگاتے تھے۔

دعوت و تبلیغ کا شعبہ ایک ایسا پر اثر شعبہ ہے کہ جو انسانی زندگی میں نہ صرف یہ کہ اصلاح

وتقویٰ کے حوالے سے بڑی تبدیلیاں لاتا ہے، بلکہ اس کی وجہ سے انسانی زندگی گزارنے کے طور واطوار پر بھی بڑے مثبت اور دیرپا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

چناں چہ قاری شہید کی زندگی میں جو خصوصیات اور عادات نمایاں ملتی ہیں، وہ زیادہ تر اسی دعوت وتبلیغ کے ساتھ جڑے رہنے کے اثرات ہیں، جو ان کی زندگی میں نمودار ہوئے۔ قاری شہید کی زندگی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ فرقِ مراتب کی خصوصی رعایت رکھتے تھے۔ اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ پر عمل پیرا تھے۔ یہ تربیت انہیں تبلیغ سے ملی تھی۔ خدمت خلق کا جو جذبہ پایا جاتا تھا اور اس کا جو عمدہ قرینہ رکھتے تھے، وہ اسی تبلیغ میں خدمت کی مشق کا نتیجہ تھا۔ جس نرم دم اور میٹھے لہجے کے ساتھ وہ مخاطب کے ساتھ گفتگو اور میل ملاقات رکھتے تھے، وہ بھی انہوں نے تبلیغی ماحول سے سیکھا تھا۔ اسی طرح ناگوار واقعات وحالات کے مواقع پر صبر وتحمل اور بردباری سے کام لینے کا جو ان کا مخصوص انداز تھا، وہ بھی تبلیغ کے ماحول سے کشید شدہ تھا۔ مخالفین اور معاندین کے ساتھ بھی ہمدردانہ رویہ رکھ کر انہیں حتی الوسع قائل کرنے کی کوشش کرنا اسی تبلیغی ماحول اور تربیت کا اثر تھا، جو ان کی زندگی کا نمایاں پہلو تھا۔ الغرض تبلیغی ماحول نے انہیں وہ اوصاف اور صلاحیتیں بخشیں، جو انہیں ان کی سیاسی جدوجہد اور خدمات میں بھی کام آئیں اور مخلوقِ خدا کے سماجی خدمات کے شعبے میں بھی انہیں قدم قدم پر کام آئیں۔

ڈائری کے چند اوراق

حافظ نصیر احمد احرار کو خاران آنے کی دعوت

(لاہور) آج ایک عظیم شخصیت جے ٹی آئی پاکستان کے سابق مرکزی صدر جناب مولانا نصیر احمد احرار سے ملاقات۔ ملاقات میں تنظیمی امور پر تبادلہ خیال کے بعد سابق صدر کو خاران آنے کی دعوت دی، جسے حضرت نے قبول کرکے کہا کہ جماعت اور جماعت کے ساتھیوں کے لیے ہر وقت تیار ہوں۔ شکریہ (سابق) صدر صاحب 2021/08/10ء

بادینی ہاؤس کوئٹہ

صدر جے ٹی آئی خاران قاری شکراللہ کا انجینئر حاجی محمد عثمان بادینی صاحب سے ملاقات۔ ملاقات میں جماعتی وسیاسی صورتحال پر تبادلہ خیال۔ 2021/08/12ء

جے ٹی آئی کی مرکزی جنرل کونسل باڈی کا اجلاس

(لاہور) جے ٹی آئی پاکستان کے مرکزی جنرل کونسل باڈی کا اجلاس صدر جے ٹی آئی خاران قاری شکراللہ کی تلاوت سے شروع ہوا۔ مرکزی جنرل سیکرٹری ایڈوکیٹ آصف اللہ مروت نے اجلاس کے ایجنڈے پیش کئے۔ مرکزی صدر ہدایت اللہ پیر زادہ نے ایجنڈوں پر روشنی ڈالی۔ اجلاس رات گئے تک چلنے کے بعد کل یکم اکتوبر 2021 کو بھی جاری رہے گا اور جمعہ نماز سے پہلے ختم ہو گا۔ اجلاس میں مدیر اعلیٰ مولانا زکریا نے عزم نور سالہ کے حوالے سے آگاہی دی اور عزم نو ادارہ کی بہتری کے لیے مشورہ مانگا۔ 2021/09/30ء

تحفظ ختم نبوت کانفرنس نوشکی

الحمدللہ! 2021ء کا آخری دن تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے معنون کانفرنس میں امام الانبیاء کی مدح و دفاعی الفاظ میں گزرا۔ اللہ کرے! زندگی کا ہر لمحہ نبی ﷺ کی حرمت اور ناموسِ رسالت اور ناموسِ صحابہ کرامؓ کے دفاع میں گزرے! بمقام ناظم اعلیٰ ہال نوشکی، زیر اہتمام جے ٹی آئی نوشکی۔ ۲۰۲۱/۱۲/۳۱ء

ٹراما سینٹر کوئٹہ میں مولانا فداء الرحمٰن درخواستی کی عیادت

ایم پی اے خاران ثناء اللہ بلوچ کا جمعیت علماء اسلام تحصیل سر خاران کے جنرل سیکرٹری وضلعی سالار مولانا فداء الرحمٰن صاحب کی عیادت کے لیے آمد۔ خیریت دریافت کرکے ہر قسم کے تعاون کی یقین دھانی کی۔ اس موقع پر حاجی اورنگ زیب سیاہ پاد اور اخلاق احمد تگاپی انکے ہمراہ تھے۔ آخر میں صدر جے ٹی آئی خاران قاری شکراللہ، مولانا عبدالہادی اور مولانا رشید احمد نے انکو

خدا حافظ کہہ کرانکا شکریہ ادا کیا۔ 2022/02/13ء

ڈاکخانہ میں دوستوں کو تعیناتی پر مبارکباد

صدر جے ٹی آئی خاران قاری شکر اللہ ڈاکخانہ میں زید الرحمٰن ولد ماسٹر خدا رحیم (ڈپٹی جنرل سیکرٹری جے ٹی آئی خاران) کو بحیثیت پوسٹ مین آرڈر اور جمیل احمد ولد محمد موسیٰ (نائب صدر جے ٹی آئی خاران) کو بحیثیت پوسٹل کلرک آرڈر تعینات ہونے کے بعد حاضری رپورٹ کے موقع پر مٹھائی کھلا کر مبارکباد دے رہے ہیں۔ 2023/06/12ء

فصل پنجم۔۔۔ شہادت کا واقعہ: لمحہ بہ لمحہ

تفریح کے لیے روانگی، رفقاءِ سفر اور مجلس وعظ

قاری شہید کے خالہ زاد بھائی صغیر بلوچ کا کہنا ہے کہ جمعرات 15 فروری 2024ء کی رات ساڑھے آٹھ نو بجے قاری صاحب کا مجھے فون آیا کہ کافی عرصے سے آپ مجھے یاد نہیں کر رہے ہو، خیر تو ہے ؟ کوئی پروگرام وغیرہ بناؤ! میں نے کہا: دوستوں کا کل پکنک جانے کا پروگرام ہے۔ اگر کنفرم ہوا، تو کل آپ کو بتادوں گا۔

چناں چہ اگلے دن میں نے انہیں فون پر بتایا کہ آجائیں، پکنک کے لیے جانا کنفرم ہو گیا ہے۔ کہنے لگے کہ میرے پاس سواری نہیں ہے۔ پھر کہا: اچھا! میں امی جان کو ساتھ لے کر آپ کے گھر (گوزگی) آجاتا ہوں۔ واضح رہے کہ ہم دونوں کی مائیں آپس میں بہنیں ہیں۔ وہاں انہیں کسی مریض کی عیادت کرنی ہے۔ چناں چہ امی کے ساتھ وہ ہمارے گھر تشریف لائے۔ وہاں سے پھر ہم دونوں بازار آگئے۔ دوستوں سے ملے۔ حافظ رضوان کی دکان سے سودا سلف وغیرہ لے کر پکنک کے لیے بی بی آزادگزکی طرف روانہ ہوگئے۔ یہ قافلہ درج ذیل دوستوں کے ساتھ دو گاڑیوں پر مشتمل تھا: قاری شکر اللہ شہید، شہزاد احمد، اشفاق احمد، صغیر احمد، ذیشان احمد، امداد احمد، فاروق احمد، عبداللہ جعفر، حاجی محمد ابراہیم۔

تفریح کے مقام پر دوستوں نے چائے پی، کھانا وغیرہ کھایا اور ساتھ ساتھ گپ شپ بھی ہوتی رہی۔ شہزاد بلوچ کا کہنا ہے کہاسی دوران قاری شہید نے تقریبا 20/15 منٹ ہمیں وعظ و نصیحت فرمائی اور صغیر بلوچ کہتے ہیں کہانہوں نے کوئی آیت وغیرہ پڑھی، مگر مجھے یاد نہیں کہ وہ کون سی آیت تھی، جس کا مفہوم قاری شہید نے یہ بیان فرمایا کہ اصل زندگی آخرت کی ہے۔ عقلمند انسان اسی کی تیاری کرتا ہے۔ سب سے اچھا اور کامیاب آدمی وہی ہے، جو اپنی آخرت کے لیے کچھ تیاری کرے۔

قاری شہید کی عادت تھی کہ کھانے پینے کا کوئی بھی کام ہوتا، ہر موقع پر کوئی نہ کوئی نصیحت کی بات جوڑ دیتے تھے۔ زیادہ تر باتیں دین کے بارے میں کیں۔ مزید کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم بی بی آزاد گز کے قریب جو کاذبہ ہے، وہاں گئے، جو ہمارا دوسرا اسٹاپ تھا۔ وہاں پر عصر کے وقت ہم پہنچ گئے، چائے بنا کر پی، عصر کی نماز پڑھی اور اس کے بعد ہم دوبارہ شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔

جائے وقوعہ اور حادثہ کی تفصیلات

شہزاد بلوچ گاڑی کی ڈرائیونگ کر رہے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ پکنک سے واپسی پر بی بی آزاد گز سے ہم روانہ ہو گئے۔ زومی (کور) ندی سے گزرے، تو قاری شہید نے مجھ سے کہا کہ مغرب کی نماز کے لیے کہاں رکیں گے؟ میں نے کہا: جہاں حکم دیں، تو کہا: چلو! باب خاران کے قریب رک جاتے ہیں۔ وہاں ہجوم ہے، لوگ ہیں۔ چناں چہ ہم چلتے رہے۔ باب خاران سے ذرا پہلے تقریباً اس سے دو ڈھائی منٹ کے فاصلے پر ہم تھے، جہاں پر نیلے مکانات قریب ہیں۔ وہاں سے جوزا روزی والی کچی سڑک اس پختہ روڈ سے آکر ملتی ہے۔ اسی مقام سے گزرنے کے دوران حادثہ اس طرح پیش آیا کہ روڈ کے کنارے ٹائر لگنے کی وجہ سے بلاسٹ ہو گیا۔ گاڑی مزید میری سائیڈ کھنچنے لگی، ایسے کہ بالکل نیچے گرنے کے قریب ہو گئی۔ میں نے اسے نیچے گرنے سے بچانے کے لیے دوبارہ روڈ پر ڈالتے ہوئے بائیں طرف لایا، مگر ٹائر بلاسٹ ہونے کی وجہ سے گاڑی کا توازن برقرار نہ رہا اور گاڑی بے قابو ہو گئی، بلنگ کرنے لگی۔ اسی دوران قاری شہید جو آگے میرے ساتھ والی سیٹ پر تشریف فرما تھے، دروازہ سے باہر زمین پر گر پڑے۔ نہ جانے دروازہ خود کھل گیا تھا یا انہوں نے کھول دیا تھا؟ [واضح رہے کہ ہم نے خود جا کر اس جگہ کا معائنہ کیا، جہاں پر گاڑی گری تھی۔ وہ اس کراس سے 141 قدم مغرب کی جانب واقع ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ جمعہ کے دن باب خاران کے قریب موٹر سائیکلوں اور گاڑیوں کی ریسنگ کا مقابلہ ہوتا ہے۔ یہ حادثہ اس ریسنگ میں شرکت کی وجہ سے پیش نہیں آیا، بلکہ یہ پکنک سے واپس آرہے تھے۔ شاید! رفتار معمول سے کچھ زیادہ تھی۔]

شہزاد مزید کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم بھی حواس کھو بیٹھے۔ چناں چہ ہم سے پیچھے آنے والی

گاڑی کے دوست کہتے ہیں کہ گاڑی نے دو کلٹیاں کھائیں اور کلٹی کھانے کے بعد اپنے ٹائروں پر زمین پر کھڑی ہوگئی۔ چناں چہ ہم سب زخمی ہوگئے، مگر ہمارے زخم زیادہ گہرے نہ تھے؛ اس لیے ہم خود اپنے پاؤں گاڑی سے اتر گئے، مگر قاری شہید کا سر زمین پر لگنے کی وجہ سے شدید زخمی تھا اور شدید چوٹ لگنے سے خون بہہ رہا تھا۔ اس نازک اور حواس باختگی کے ماحول کی تفصیل بتاتے ہوئے صغیر بلوچ کا کہنا ہے کہ ہم اتنے حواس باختہ ہوگئے کہ ہمیں کچھ سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ کیا ہوگیا؟ ہم باہر نکلے، تو قاری شہید نظر نہیں آرہے۔ ادھر ادھر دیکھا، تو وہ چند قدم کے فاصلہ پر گاڑی کی مشرق جانب روڈ سے نیچے زمین پر پڑے ہوئے تھے، خون آلود تھے، تو ہم حواس باختہ ہوگئے۔ اتنے میں دوسری گاڑی کے ساتھی پہنچ گئے اور انہوں نے قاری شہید کو اس گاڑی میں ڈالا اور شہر کی طرف روانہ ہوگئے۔ اس وقت قاری صاحب بے ہوش تو تھے، مگر سانس چل رہی تھی اور قاری شہید کی زبان ہل رہی تھی۔ ایسے لگ رہا تھا کہ وہ کچھ پڑھ رہے ہیں۔

سعید بن جبیرؒ جیسی شہادت والی کیفیات

سعید بن جبیرؒ مشہور تابعی ہیں۔ وہ بھی قرآن کے انتہائی عمدہ قاری تھے۔ تمام مشہور قراء توں کے عالم تھے۔ حجاج بن یوسف کے مظالم سے شہید ہوگئے۔ شہادت سے پہلے حجاج کے ساتھ طویل مکالمہ ہوا۔ آخر میں حجاج نے جلاد کو کہا کہ اس کا سر زمین کے بل جھکا دو، تو سعید بن جبیرؒ نے یہ آیت پڑھی:

مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى ۝۵۵ (طہ:55)

جلاد شمشیر بدست موجود تھا۔ حجاج کے حکم پر دفعتاً اس کی تلوار چلی اور ایک سچے خادم قرآن کا سر زمین پر گر کر ہمیشہ کے لیے سجدہ ریز ہوگیا۔ زمین پر گرنے کے بعد زبان سے آخری کلمہ لا إلٰه إلا الله نکلا۔ (عشاقِ قرآن: 81) یہی سعادت قاری شہید کو بھی ملی۔

واحد قمبر جو قاری شہید کے قریبی عزیز ہیں۔ ہسپتال میں موقع پر موجود تھے۔ کہتے ہیں کہ شہید کے زخمی جسد کو 6:55 پر ڈویژن ہیڈ کوارٹر ہسپتال خاران لایا گیا۔ خون لگایا گیا اور ڈرپ

چڑھائی گئی، ٹانکے لگائے گئے۔ بے ہوشی طاری تھی اور زبان پر اللہ! اللہ! جاری تھا۔

قاری ظفر اللہ طیب صاحب فرماتے ہیں کہ میں اور مولانا عظمت اللہ مغرب کے بعد ہسپتال پہنچے۔ میں وارڈ کے اندر چلا گیا۔ اس وقت ان کو ایک بوتل خون کی لگ چکی تھی، دوسرے کی تلاش میں لوگ گئے ہوئے تھے۔ اس دوران وہ کراہ رہے تھے، فریاد کر رہے تھے، یا اللہ! یا اللہ! کا ورد زبان پر جاری تھا۔

بعد میں جب انہیں ایمبولینس میں ڈالا گیا۔ اس وقت بھی ان کی زبان سے یا اللہ! یا اللہ! کی موحدانہ صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ بے ہوشی کا عالم تھا، مگر زبان پر کلمہ جاری تھا۔ جس طرح سعید بن جبیرؒ کی زبان پر کلمہ جاری تھا۔

تلاوت قرآن، بے ہوشی کی حالت میں

یہ سب لوگ ذکر اللہ کی گواہی دے رہے ہیں، لیکن مجھے اس بندے کی بھی بڑی تلاش تھی، جس نے خود قاری شہید کو بے ہوشی کے عالم میں قرآن کریم کی آیات پڑھتے سنا تھا؛ کیوں کہ سوشل میڈیا میں اس طرح کے بہت سے میسجز ان دنوں گردش میں تھے کہ عینی شاہدین نے خود سنا ہے کہ آخری لمحات میں وہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے۔ بالآخر دو عینی شاہدین مل گئے، جن سے میں نے براہِ راست پوچھا۔

مولانا محب اللہ صاحب امیر جمعیت علماء اسلام تحصیل ٹوہ ملک خاران کا کہنا ہے کہ حادثے کے دن ان کے بھائی شبیر عثانی میرے مدرسہ میں جلسہ کی تیاریوں کے سلسلے میں کام اور پینٹنگ میں مصروف تھے کہ اسے اس جانکاہ خبر کی کال آگئی کہ ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے۔ وہ فوراً ہسپتال چلے گئے۔ مغرب کے بعد میں نے شبیر کو فون کر کے صورتحال معلوم کرنا چاہی، تو انہوں نے تشویش ناک حالت بتائی۔ میں بھی فوراً ہسپتال پہنچا۔ اندر جا کر دیکھا، تو اس وقت وہ سورۂ یاسین کی اس آیت کی تلاوت کر رہے تھے:

اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَيۡكُمۡ يٰبَنِيۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّيۡطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ۙ‏ (یسین:60)

اگرچہ آواز اٹک رہی تھی اور زخمی ہونے اور بے ہوشی کی وجہ سے الفاظ ٹوٹ رہے تھے، لیکن آیت یہی تھی۔ بعد میں جب انہیں ایمبولینس میں ڈالا جا رہا تھا، تو اللہ! اللہ! کہہ رہے تھے، وہ بھی بڑے سوز و گداز کے ساتھ۔

دوسرے عینی شاہد مدرسہ فاروقیہ خاران کے مہتمم مولانا ہدایت اللہ صاحب کے بڑے صاحبزادے صلاح الدین ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب میں وارڈ کے اندر ان کے پاس پہنچ گیا، تو اس وقت وہ سورۂ یاسین کی آخری آیات تلاوت کر رہے تھے۔ میں نے جو سنا، وہ یہ آیت تھی:

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِيٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ ۝ (یاسین: 79)

اور اس کے بعد جب انہیں ایمبولینس میں ڈالا گیا، تو اس وقت بھی اللہ! اللہ! کی صدائیں لگا رہے تھے۔ ایمبولنس کے ڈرائیور محمد عیسیٰ بھی یہ گواہی دیتے ہیں۔

شہید قرآن حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوریؒ لکھتے ہیں کہ:

جو لوگ زندگی بھر اخلاص کے ساتھ قرآن کریم پڑھتے پڑھاتے رہتے ہیں، نزع کی حالت میں ان کی زبانوں پر قرآنی آیات جاری ہو جاتی ہیں۔ (عشاق قرآن: 34)

تمنا ہے یہی خادم کبھی یہ آس پوری ہو
شروع الحمد سے ہو کر کبھی والناس پوری ہو

پٹکن ہسپتال میں امید و یاس کے لمحات

شبیر عثمانی کہتے ہیں کہ خاران ہسپتال سے جب ڈاکٹروں نے اسے کوئٹہ کے لیے ریفر کر دیا، تو ہم انہیں ایمبولینس میں لے کر کوئٹہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہمارے ساتھ قاری شہید کے سسر جناب حاجی محمد حیات مزارزئی صاحب تھے، جو آگے ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر تشریف فرما تھے۔ پیچھے میرے ساتھ میرے چچا نور اللہ صاحب، ہمارے بہنوئی اور خالہ زاد میر احمد پیرکزی اور واحد قمبر پیرکزئی تھے۔

ایمبولینس میں قاری شہید کی زبان پر اللہ! اللہ! کے الفاظ جاری تھے اور کبھی کبھی قرآنی آیات

بھی پڑھتے تھے۔ اس دوران ایک بار محترمہ بھابھی کا نام بھی لیا۔ روح پرواز کرنے سے پہلے قے کی طرح دو تین جھٹکے انہیں آنے لگے اور اس کے بعد ایک دم خاموش ہو گئے، تو ہمیں محسوس ہوا کہ لمحہ آخریں ہے۔ اس وقت پنجگور شہر سے ہم گزر رہے تھے، لیکن ڈرائیور کو ہم نے کہا کہ واپس مڑ جائیں! پہلے وہاں پر موجود ایف سی کیمپ کے ہسپتال میں جانے کا ارادہ ہوا، مگر بعد میں یہ طے ہوا کہ پنجگور کے ہسپتال میں لے جائیں۔ چناں چہ وہاں لے گئے۔

اسی وقت وساعت پر بقول قاری طیب مولوی عظمت اللہ نے شبیر عثمانی کو فون کیا، تو انہوں نے کہا کہ ایمبولینس میں پہلے تو وہ یا اللہ! یا اللہ! کہہ رہے تھے، مگر اب اچانک ان کی آواز بند ہو گئی ہے، جس کی وجہ سے ہم پریشان ہو گئے اور ہم پنجگور رک گئے ہیں۔ پنجگور ہسپتال میں ان کا چیک اپ کروا رہے ہیں اور اسی سفر میں ساتھ واحد قمبر ایمبولینس کے اندر کے حالات اپنے ذہن میں تازہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شہید کی زبان پر اللہ اکبر! اللہ سمیع! جیسے الفاظ جاری تھے۔ کچھ قرآنی آیات بھی زبان پر آتی تھیں، مگر صاف معلوم نہ ہوتی تھیں۔ جب پنجگور میں ان کی روح پرواز کر گئی، تو مجھے اندازہ ہو گیا، مگر پھر بھی شبیر عثمانی وغیرہ کی تسلی کروانے کے لیے ہم اسے پنجگور ہسپتال لے کر گئے۔ یوں رات 10 بج کر 47 منٹ پر انہوں نے جان، جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون

قاری ظفر اللہ بتاتے ہیں کہ انہی لمحات میں، میں نے دوبارہ نور اللہ کو فون کیا، تو اس کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ یہ صورتحال دیکھ کر مولوی عظمت اللہ نے ڈاکٹر انور کو کال کی کہ آپ ایم ایس ڈاکٹر محبوب علی سے بات کریں۔ چناں چہ ڈاکٹر محبوب علی نے پنجگور ہسپتال کے ڈاکٹر سے خود رابطہ کیا، تو انہوں نے ڈاکٹر محبوب علی کو موت کے کنفرم ہونے کی اطلاع دے دی۔ یہ حال ہمیں ملا، تو ہم إنا للہ وإنا إلیہ راجعون پڑھ کر پریشانی میں ڈوب گئے۔

جسم کی گھر واپسی، روح کی اعلیٰ علیین

ایمبولینس پنجگور سے میت کو لے کر خاران کی طرف واپس مڑ گئی۔ ایمبولینس رواں دواں اور سواریوں کے سیل اشک بھی رواں۔ یہ قافلہ دیدہ نم کے ساتھ واپس شہر خاران داخل ہو گیا، تو اس

کے چھوٹے بھائی شبیر عثمانی کو ابھی تک یقین نہیں ہو رہا تھا کہ میرا بھائی مجھے چھوڑ چکا ہے۔ چناں چہ ایک معصوم بچے کی طرح ضد کرنے لگا کہ بھائی جان کو ایک دفعہ پھر شہر کے ضلعی ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں دکھلائیں۔ شاید! تارِ نفس کہیں اٹکا ہوا ہو، ٹوٹا نہ ہو۔ بہر حال! شبیر کی تسلی کے لیے اسے ڈویژنل ہسپتال میں بھی دکھلایا گیا۔ پھر وہاں سے میت کو لے کر نور اللہ کے گھر روانہ ہو گئے۔ قاری ظفر اللہ طیب نے ان کے پہنچنے سے پہلے کی صورت حال بتاتے ہوئے کہا کہ جب وہ پنکن سے نکلے، تو میں نے نور اللہ سے رابطہ کیا۔ اس نے کہا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ ہم میت کو لے کر حاجی محمد حیات کے گھر چلے جائیں؛ کیوں کہ رات کا وقت ہے، گاؤں دور ہے اور گاؤں تک پہنچتے پہنچتے لوگ سو چکے ہوں گے۔ لیکن تھوڑی دیر بعد ہمیں پتہ چلا کہ یہ لوگ مدرسہ فاروقیہ آ رہے ہیں، تو ہم نے یہاں مدرسہ کے مہمان خانے میں چارپائی وغیرہ لگوائی۔ اس دوران دوسرے دوست احباب قرب و جوار کے جمع ہوتے گئے، لیکن بعد میں پتہ چلا کہ وہ میت کو لے کر نور اللہ کے گھر پہنچ چکے ہیں۔ ہم بھی وہاں پہنچ گئے۔ رات پونے دو بجے تک ہم وہاں بیٹھے رہے۔ اس کے بعد ہم اپنے گھروں کو چلے گئے۔

کوئٹہ سے والد محترم کو حاجی پرویز احمد رند لائے

قاری شہید کے والد محترم حاجی احمد خان سبی اجتماع کے سفر پر تھے۔ وہیں پر انہیں اطلاع مل گئی، تو رات 10 بجے وہ سبی سے روانہ ہو گئے۔ ادھر خاران میں مولانا عظمت اللہ نے چوں کہ پہلے سے حاجی پرویز احمد رند کو اطلاع دی تھی کہ قاری شہید زخمی ہوئے ہیں اور انہیں کوئٹہ لایا جا رہا ہے؛ لہٰذا ہسپتال میں ڈاکٹرز وغیرہ کی تیاری کیجیے! حاجی صاحب بھی تیار تھے، لیکن جب پنکن میں شہید ہو گئے، تو پھر مولانا عظمت اللہ نے حاجی پرویز احمد رند کو کہا کہ آپ ذرا کوئٹہ رکیں؛ تاکہ ان کے والد کوئٹہ پہنچ جائیں، تو انہیں بھی اپنے ساتھ خاران لے آئیے۔ ادھر نور اللہ کے ذریعے ان کے والد محترم کو بھی پیغام بھجوایا کہ کوئٹہ پہنچ کر حاجی پرویز سے رابطہ کیجیے؛ تاکہ ان کے ساتھ خاران آئیں۔

الغرض رات تین بجے کوئٹہ سے حاجی پرویز احمد رند ان کے والد محترم کو لے کر خاران روانہ ہو گئے۔ فجر کی نماز برشونکی میں ادا کی اور پھر سیدھا ان کے گاؤں مسکان قلات چلے گئے، جبکہ میت

ابھی تک شہر میں تھی؛ تاکہ گھر والوں کو سنبھالا جاسکے۔

ایمبولینس کی آمد سے گھر میں کہرام مچ گیا

مدرسہ فاروقیہ خاران کے نائب ناظم تعلیمات مولانا عبدالماجد کہتے ہیں کہ:

17/ فروری 2024 کی صبح سات بجے مولانا ہدایت اللہ کا فون آیا کہ واجہ قسیم آج مصروف ہیں؛ لہٰذا میت کی تجہیز وتکفین کی ذمہ داریاں آپ سنبھالیں۔ چناں چہ میں آکر ایمبولینس کے فرنٹ سیٹ پر سوار ہو گیا۔ پیچھے میت کے ساتھ شبیر تھے۔ ہم ان کے گاؤں مسکان قلات روانہ ہو گئے۔ وہاں گھر میں جب ایمبولینس داخل ہو گیا، تو بچے اور خواتین ہکے بکے رہ گئے!!! تقریباً انہیں ان کی شہادت کی خبر ابھی تک ملی نہ تھی، تو یک دم کہرام مچ گیا۔ آہ وافغان کی دلدوز صدائیں بلند ہو گئیں۔ ہر طرف رونے اور آہ وزاری کا ایک دلفگار منظر سامنے تھا۔ میں چوں کہ نامحرم تھا، تو ایمبولینس سے اتر کر ایک دیوار کی آڑ میں جاکر بیٹھ گیا اور ادھر ہی صلاح الدین کو بلایا کہ وہ کفن وغیرہ لاکر ہمیں دے دیں؛ تاکہ ہم اپنا کام شروع کر دیں۔

تجہیز وتکفین کا عمل

ہم ایک اور خالی کمرے میں چلے گئے، جہاں کفن کے کپڑوں کو کاٹ کر ترتیب دیا اور غسل کے لیے جگہ بناکر ان کو غسل دیا۔ اس عمل میں میرے اور قاری ظفر اللہ کے ساتھ حافظ امان اللہ، حافظ محمد یونس اور قاری شہید کے چھوٹے بھائی حافظ سیف اللہ بھی شریک تھے۔ غسل کے دوران ان کا چہرہ ایسا لگ رہا تھا کہ زندہ ہیں۔ صرف آرام فرما ہیں۔ مسکراتا اور پرنور چہرہ اگرچہ خون آلود تھا، مگر اسے ہم نے صاف کر دیا۔ مسلسل زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔ سر کے پچھلے حصے سے اور کانوں سے تازہ خون کی آمد جاری تھی۔ جتنا پانی ہم ڈالتے، اتنا ہی خون نکل جاتا۔ مجبوراً ہم نے پنبہ رکھا۔ پانچ چھ نئی پٹیاں باندھیں۔ پرانی میلی اور خون آلود پٹیوں کو اتار دیا۔ دھو کر صاف کر دیا۔ اسی دوران جب ان کے کمر اور پیٹھ کو دھونے اور صاف کرنے کے لیے تھوڑا سہارا دے کر ہم نے انہیں اٹھایا، تو دیکھا کہ کمر کی کھال مکمل ادھڑی ہوئی ہے۔ جیسے زمین سے رگڑنے سے کھال اتر جاتی ہے، ایسے سرخ

سرخ اور زخمی کمر اور پیٹھ، کندھوں سے لے کر کمر تک مکمل رگڑی ہوئی تھی۔ روڈ کسی چیز کو رگڑ دے، ایسے ہی گہرا زخم لگا ہوا تھا۔ کھال مکمل اتر گئی تھی۔ صرف گوشت، ہڈی باقی تھے۔ صفائی کر کے زخموں کی جگہ خوشبو اور عطر لگائی اور یوں پورا بدن خوشبودار اور تازہ ہو گیا۔ میت کو چارپائی پر ڈال کر خواتین اور بچوں کی زیارت کے لیے بھیج دیا۔

جنازہ کا روح پرور منظر

جب میت کو ہم گھر سے نکال کر باہر لائے، تو لوگوں کا ایسا جم غفیر منتظر تھا کہ ہمارے تصور میں بھی نہ تھا کہ اس دور دراز گاؤں میں اتنے لوگ نماز جنازہ کے لیے آئیں گے۔ لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اکثریت علماء، طلبہ، تبلیغی احباب اور دین دوست حضرات کی تھی۔ ان کے علاوہ قاری شہید کے وہ دوست جو کالج اور یونیورسٹی میں ان کے کلاس فیلوز رہے تھے یا ایسے لوگ جن کی کسی نہ کسی شکل میں کوئی خدمت کی تھی، ایسے لوگوں کی بڑی تعداد موجود تھی۔ الغرض نوجوان طبقے کی حاضری بہت ہی زیادہ تھی۔

عجیب بات یہ ہے کہ پورے مجمع پر ایک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ کوئی بھی ایک دوسرے کے ساتھ بات چیت نہیں کر پا رہا تھا۔ ہر ایک گم سم، غمزدہ، افسردہ اور پریشان تھا۔ یہ زہرہ گداز منظر دیکھ کر میرا دل بھی پسیج گیا۔ آنسو چھلک پڑے۔ حالانکہ غسل دیتے وقت میرے حوصلے مضبوط تھے۔ کوئی کمزوری محسوس نہ کی تھی، لیکن باہر لوگوں میں ان کی یہ وارفتگی اور محبت دیکھ کر دل بھر آیا اور افسردگی چھا گئی کہ کیا ہیرا ہم سے چھن گیا!!! قاری شہید کے والد محترم نے مجھے کہا کہ حضرت قاری محمد حنیف سے عرض کیجیے کہ وہ نماز جنازہ پڑھائیں۔ چناں چہ میں اور قاری ظفر اللہ ان کے پاس گئے، تو وہ اتنے غمزدہ اور افسردہ بیٹھے ہوئے تھے کہ معذرت ہی کر لی کہ میرے اندر جنازہ پڑھانے کی ہمت نہیں۔ پھر ہم ان کے والد کے حکم کے مطابق مولانا ہدایت اللہ کے پاس گئے۔ وہ بھی گم سم اور چپ رہے، لیکن بعد میں قاری محمد حنیف نے ہمت کی اور امامت کے لیے آگے بڑھ گئے۔ حافظ عبدالرحمٰن اور مولوی حیدر علی نے مجمع کی صفیں درست کروائیں۔ مولانا عظمت اللہ نے میت پر پرچم جمعیت اعزازی طور پر

بچھایا کہ جس جماعت کی خدمت میں انہوں نے اپنی زندگی اور جوانی کھپائی، اسی پرچم نبوی تلے انہیں ڈھانپ دیا جائے؛ تاکہ رحمت الٰہی اسے اپنے ابدی آغوش میں لے لے۔ میں نے پہلی صف پر ایک نظر ڈالی تو وہ اتنی لمبی تھی کہ شمار سے باہر۔ اسی طرح لمبی لمبی صفوں پر مشتمل نہ جانے کتنی صفیں تھیں۔ اعلان تو کیا گیا کہ طاق یعنی 11 رصفیں بنادی جائیں، مگر نہ معلوم کتنی صفیں ہوگئیں اور بہت سے لوگ جنازے میں پہنچ بھی نہ سکے۔ تدفین کے بعد میں نے اور قاری ظفراللہ اور حافظ سیف اللہ نے قبر کے سرہانے یاسین شریف کی تلاوت کی۔ باقی لوگ تعزیت والی جگہ تشریف لے گئے۔

تعزیتی مقام پر تسلی کے کلمات

جب ہم تعزیتی پنڈال میں پہنچے، تو جامعہ دارالعلوم خاران کے استاذ الحدیث حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب تعزیت و تسلی کے کلمات ارشاد فرمارہے تھے۔ ایک جلسہ کی طرح رش کش تھا۔ ٹینٹ کے نیچے جگہ نہ تھی۔ لوگ باہر چادر بچھا کر بیٹھ گئے اور کچھ لوگ ہمہ تن گوش اور سوگوار کھڑے ہی رہ گئے۔

تعزیت کی جگہ پر ویسے لوگ چاروں کونوں میں تکیوں کے ساتھ بیٹھتے ہیں، مگر اس میں سب ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ جلسہ کی طرح بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر بھی جگہ کم پڑ گئی۔ حضرت مولانا کا بیان شہید کی خدمات سے متعلق تھا۔ پسماندگان کو صبر جمیل کی تلقین فرمارہے تھے۔

اس تعزیت کے موقع پر جو بھی آتا، وہ یہی کہتا کہ ہم خود تعزیت کے حقدار ہیں کہ وہ ہم سے چھن گیا ہے۔ اس طرح کی باتوں سے ان کے والد محترم حاجی احمد جان کو بہت حوصلہ ملا۔ خاص کر حافظ امان اللہ صاحب جو دل کے بڑے نرم اور زود گریہ ہیں۔ ان کی طبیعت بہت جلد خراب بھی ہو جاتی ہے۔ ان کو بھی کافی حوصلہ ملا۔ بعد میں نوشکی سے تشریف لائے ہوئے مہمان مفتی ہدایت اللہ نے بڑے جامع اور زبردست انداز میں مجمع کو تسلی دلائی اور انہوں نے بعد میں ان کے والد محترم سے کہا کہ قاری شہید نے مجھے بے دست و پا کر دیا ہے۔ خاران میں میرے ہر کام میں وہی سب سے آگے تھا۔ اگر وہ نہ ہوتا، تو نہ جانے میں کب خاران سے اپنا ٹرانسفر کروا کر جا چکا ہوتا۔

باب دوم

خدمت سے سیاست تک

- فصل اول — قرآنی خدمات
- فصل دوم — سماجی خدمات
- فصل سوم — سیاسی خدمات
- فصل چہارم — ابلاغی خدمات

فصل اول۔۔۔قرآنی خدمات

قاری شکر اللہ شہیدؒ نے جتنی قرآنی خدمات سرانجام دیں، ان سب کا بنیادی محرک ان کے سینے میں موجود عشقِ قرآن کا سوز تھا۔ ذرا ان کے عشقِ قرآن کے چند ایمان افروز مناظر دیکھیے:

(الف)۔۔۔قرآن کریم سے عاشقانہ تعلق

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے راضی ہوتے ہیں، تو اس کے دل میں اپنے کلام کا عشق پیدا فرما دیتے ہیں۔ قرآن کریم کے سب سے بڑے عاشق کی ذات گرامی قدر وہ تھی، جس پر وادی فاران میں یہ کلام اترا تھا۔ ان کے بعد وہ کاروان حق تھا، جنہیں صحابہ کرامؓ کہا جاتا ہے۔ ان کے سینے عشقِ قرآن سے معمور تھے۔ اسی طبقے کا ایک خادمِ قرآن قاری شکر اللہ شہیدؒ بھی تھا، جس کا قلب و جگر قرآن کے عشق سے سوختہ تھا۔ ساری زندگی قرآن سے والہانہ تعلق میں پیچ و تاب کھاتا رہا۔ تلاوت و سماعِ قرآن سے سوز و گداز پاتا رہا۔ اس "داستانِ عشق" کے کئی ایمان افروز پڑاؤ اور کئی دلفریب مراحل ہیں، جو حسبِ ذیل ہیں:

حفظِ قرآنِ کریم کی دولت

قاری شہیدؒ کے دین دوست والدین نے علماء سے یہ حدیث سنی تھی کہ قرآن کے قاری اور حافظ کے والدین کو قیامت کے دن ایسے جوڑے پہنائے جائیں گے، جو انہیں دوسرے جنتیوں سے ممتاز کر دیں گے۔ (مسند احمد)

تو انہیں بھی اپنے بچے کو حافظ بنانے کا شوق دامنگیر ہوا۔ جامعہ دارالعلوم خاران میں داخل کروایا، جہاں بچے نے قرآنِ کریم کے حفظ کی سعادت حاصل کی۔

فن قراءت میں سبع عشرہ کی تکمیل

قاری شہیدؒ کو فن قراءت کا عمدہ شوق تھا۔ یہ وہ علم ہے، جس کے اندر قرآنِ کریم کو مختلف قراءتوں میں پڑھنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ غالباً ۲۰۱۵ء کو کراچی کا رخ کیا، جہاں ماہرینِ فن سے قراءت میں سبع و ثلاثہ کی تکمیل کی۔ تجوید کے قواعد میں مہارت حاصل کی۔ عملی مشق کے ذریعے آپ ایک عمدہ قاری کے طور پر نکھر کر سامنے آگئے۔

پُرسوز ترنم کے ساتھ تلاوتِ قرآن

قاری شہیدؒ خوبصورت ترنم کے ساتھ قرآنِ کریم پڑھتے تھے؛ کیوں کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ۔ (ابن حبان) ترجمہ: اپنی آوازوں کے ساتھ قرآن کو مزین کرو!

ترنم کے ساتھ قرآنِ کریم پڑھنا ایک محبوب عمل ہے، بشرط یہ کہ ریاکاری نہ ہو اور مال کمانا مقصد نہ ہو۔ صحابہ کرامؓ میں سے ابو موسی اشعریؓ خوبصورت ترنم کے ساتھ پڑھتے تھے۔

حضرت بریدہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد سے نکلا، تو اچانک دیکھا کہ نبی کریم ﷺ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہیں اور ایک شخص نماز میں مصروف ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بریدہ! تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ شخص ریاکار ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور رسول بہتر جانتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے خود ہی ارشاد فرمایا: نہیں وہ ریاکار نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا بندہ ہے، جسے آلِ داؤدؑ کی مزامیر میں سے ایک مزمار (خوش الحانی) عطاء کی گئی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں اس شخص کے قریب گیا، تو وہ ابو موسی اشعریؓ تھے۔ میں نے ان کو خوشخبری سنائی۔ (مسلم)

قاری شہیدؒ بھی نہایت خوش الحانی کے ساتھ قرآنِ کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ حدر میں ان کی ایک خوبصورت تلاوت یوٹیوب پر بھی موجود ہے۔

دورانِ سفر ایک ہفتے میں ختمِ قرآن

دورانِ سفر تلاوتِ قرآنِ کریم سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کا معمول تھا۔ آپ کے خادم ابن ابی

ملیکہؒ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک اور مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تک (جو 410 کلومیٹر کا فاصلہ بنتا ہے۔ [م، خ]) حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ رہا۔ آپ سفر میں دو رکعت پڑھتے۔ کہیں پڑاؤ ڈالتے، تو معمول تھا کہ نصف شب کو اٹھ کر کھڑے ہوتے اور نماز میں ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھتے۔ ایک ایک حرف جدا پڑھتے اور اس دوران کثرت سے روتے اور آہ و زاری کرتے اور یہ آیت تلاوت کرتے:

وَ جَآءَتۡ سَكۡرَةُ الۡمَوۡتِ بِالۡحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنۡتَ مِنۡهُ تَحِيۡدُ ۝۱۹ (ق:19)

ترجمہ: اور آ پہنچی موت کی بے ہوشی سچائی کے ساتھ۔ یہی وہ حقیقت ہے، جس سے تو بدکتا رہتا تھا۔

اسی سنت کو زندہ کرتے ہوئے قاری شکر اللہ شہیدؒ کا بھی معمول تھا۔ چناں چہ خاران سے کراچی اپنی فیملی والوں کو علاج کے لیے لے گئے، تو جاتے ہوئے دورانِ سفر بس میں اور کہیں اندرون شہر رکشے میں جانا ہوتا، تو اپنا موبائل اپنے ہم سفر کو پکڑاتے؛ تاکہ قرآن پاک کو دیکھ کر قاری صاحبؒ کے دورۂ قرآن کو سن لیں۔ یوں دورانِ سفر ایک ہفتہ میں قرآنِ مجید کا دور مکمل سنایا اور آخر میں بہنوں کو مٹھائی بھی کھلائی۔

دیوبندی اکابرین میں سے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں متعدّد بار کٹھن اور دشوار ترین سفر بھی فرمائے، لیکن دورانِ سفر کبھی تہجد و تلاوت کے معمولات کا ناغہ نہ فرمایا، یہاں تک کہ ایک بار آپ نے ایک طویل سفر سمندر کے راستے سے کیا۔ جہاز میں ایسی گردش تھی کہ اس سفر کے عادی ملازمین بھی چکر کھا کر گر پڑتے تھے۔ قے کی بیماری عام تھی، مگر آپ وہاں بھی تاروں کی چھاؤں میں گھنٹہ سوا گھنٹہ اپنے مولیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر دو اڑھائی پارے سکون کے ساتھ پورے کر لیا کرتے تھے۔ (تذکرۃ الخلیل)

پیدل ہو یا سوار تلاوتِ قرآن جاری

عام معمول تھا کہ راہ چلتے قرآن پاک کے دور کرتے رہتے تھے۔ آپ کی بیوہ محترمہ فرماتی ہیں

کہ روزانہ فجر کے بعد مسجد سے گھر آتے ہوئے سورۂ یاسین راستے ہی میں تلاوت کرنے کا معمول تھا۔ کبھی مجھے موٹر سائیکل پر اپنے والدین کے پاس گاؤں لے جاتے، تو تاکید کرتے کہ راستے میں مجھ سے بات چیت کی کوشش نہ کرنا؛ کیوں کہ مجھے اس دوران تلاوت کرنی ہوتی ہے۔ چناں چہ وہ موٹر سائیکل چلاتے ہوئے تلاوت کر رہے ہوتے تھے اور میں خاموشی سے پیچھے بیٹھی ہوئی ہوتی تھی۔

الغرض! قاری شکر اللہ شہیدؒ کے دن رات کی قابل رشک فضائیں قرآن پاک کے زمزموں سے گونج رہی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے حدیث کی روایت ہے: صرف دو آدمی (ہی حقیقت میں) قابل رشک ہیں: ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی نعمت عطاء فرمائی ہے۔ بس وہ شب و روز اس میں مصروف رہتا ہے اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا اور وہ دن رات (اللہ کی خوشنودی کی خاطر) اس میں سے خرچ کرتا رہتا ہے۔ (بخاری)

(ب)۔۔۔ امامت کی صورت میں قرآنی خدمات

پنج وقتہ فرض نمازوں میں تکمیلِ قرآن

جس زمانے میں آپ مدرسہ خیر المدارس ڈنو خاران میں تدریس سے منسلک تھے، تو اس کے ساتھ ڈنو کی مسجد میں امامت بھی کراتے تھے۔ اس امامت کی خاص بات یہ ہے کہ پنج وقتہ نمازوں میں سے مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں میں پورا قرآن کریم ایک دفعہ مکمل کیا۔

ہمارے قریبی بزرگوں میں سے جزئی وقت قاری رحیم بخشؒ کے بارے میں آتا ہے کہ تہجد اور بقیہ نمازوں میں کثرت سے بالترتیب تلاوت فرماتے تھے، جس کی وجہ سے صرف نمازِ فجر کے اندر ایک سال میں تقریباً ڈیڑھ قرآنِ پاک پڑھ لیتے تھے۔ (عشاقِ قرآن، ص:188)

تراویح میں تکمیلِ قرآنِ کریم

قاری شکر اللہ شہیدؒ ہر سال رمضان کے اندر کہیں نہ کہیں قرآن پاک تراویح میں سنانے کا

معمول رکھتے تھے۔ جن مساجد اور مقامات پر انہوں نے تراویح پڑھائی ہے، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

- جنگل کلی رحمت اللہ۔
- تراتی۔ (دادا اور اہل محلہ کو)
- ڈنو مسجد۔ (دورانِ تدریس 2009/10ء)
- کراچی ملیر۔ (دورانِ تدریس 2012/11ء) یہاں پر مسجد میں جگہ نہیں تھی، تو چند طلبہ کو لے کر چھت پر تراویح پڑھائی۔
- حاجی برکت والی مسجد۔ اس مسجد کی تراویح کا ایک ختم قرآن مجھے یاد پڑتا ہے کہ قاری شہیدؒ نے افطاری پر مقامی علماء کرام کو بلایا تھا۔ حضرت مفتی عبد الغفار بھی ساتھ تھے۔ میرا بیان چوں کہ اسی رات کسی اور تکمیلِ قرآن کے پروگرام پر ہونا تھا؛ اس لیے افطاری کے بعد ہم اجازت لے کر نکل گئے تھے۔
- کلی بنگلزئی مسجد۔
- دورانِ تبلیغ مولانا عبد الماجد کے ساتھ۔
- مزارزئی محلہ مسجد۔
- مسجد حنفی ریاض کبدانی والی (شہید نے خود نام رکھا ہے)
- پولیس تھانہ مسجد (2022ء)
- مولوی ثناء اللہ مسجد (2023ء)
- شروع میں کئی مقامات پر اپنے چچا مولانا حافظ امان اللہ صاحب کے ساتھ بطور سامع شریک رہے۔

روایتِ شعبہؒ کے مطابق تراویح سنانے کی پیشکش

آپ نے ہر سال کسی نہ کسی جگہ تراویح میں قرآن پاک سنایا۔ جس دور میں حضرت مولانا

عبدالشکورؒ حیات تھے، تو راقم الحروف تربت سے سالانہ تعطیلات میں خاران شہر آکر مقیم ہوتا؛ تاکہ ان کی صحبت میں کچھ لمحات گزارنے کا موقع ملے۔ انہی سالوں میں سے ایک سال قاری شکراللہ شہیدؒ نے مجھے یہ پیشکش کی کہ اگر آپ چاہیں، تو میں روایتِ شعبہ کے مطابق تراویح میں آپ کو قرآنِ کریم سناؤں۔ میں بخوشی تیار ہوا۔ چند دن رمضان میں باقی تھے۔ میں گاؤں کا چکر لگا کر آیا، تو پتہ چلا کہ پیچھے میری اس ممکنہ تراویح کی بڑی تشہیر ہوئی ہے اور باقاعدہ اشتہار چھپوایا گیا ہے کہ لوگ آکر روایتِ شعبہؒ والی اس تراویح میں شریک ہوجائیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ میرے علم میں لائے بغیر ہوا تھا۔ مدرسہ کے بعض متعلقین نے بھی بجاطور پر یہ چیز محسوس کی تھی۔ میں نے قاری شہیدؒ سے اپنی ناگواری کا اظہار کیا۔ انہوں نے بھی اپنا یہ فیصلہ تبدیل کر لیا۔ الغرض! انہیں مختلف قراءتوں اور روایتوں میں قرآن مجید سنانے کا ایک جنون سوار تھا۔

(ج)۔۔۔ کانفرنسوں اور اجلاسوں کے آغاز میں تلاوتِ قرآن

لاہور میں جے ٹی آئی کے مرکزی اجلاس میں تلاوت

30 ستمبر 2021ء کو قاری شہیدؒ نے فیس بک پر لکھا تھا:

لاہور: جے ٹی آئی پاکستان کے مرکزی جنرل کونسل باڈی کا اجلاس صدر جے ٹی آئی خاران قاری شکراللہ کی تلاوت سے شروع۔ مرکزی جنرل سیکرٹری ایڈوکیٹ آصف اللہ مروت نے اجلاس کے ایجنڈے پیش کیے۔ مرکزی صدر ہدایت اللہ پیرزادہ نے ایجنڈوں پر روشنی ڈالی۔ اجلاس رات گئے تک چلنے کے بعد کل یکم اکتوبر 2021ء کو بھی جاری رہے گا اور نمازِ جمعہ سے پہلے ختم ہوگا۔ اجلاس میں مدیرِ اعلیٰ مولانا ناز کریا نے عزم نو رسالہ کے حوالے سے آگاہی دی اور عزم نو ادارہ کی بہتری کیلیے مشورے مانگے۔

مقامی جلسوں میں تلاوتِ قرآن

مرکزی جماعت کی کال پر کوئی احتجاجی ریلی ہوتی یا کوئی اور جلسہ و جلوس، قاری شہیدؒ اس کے نظم و انصرام کے ہر کام میں پیش پیش ہوتے تھے۔ اس کا آغاز بھی زیادہ تر قاری شہیدؒ کی تلاوت سے ہوتا تھا۔ آپ کے پرانے رفیق کار اخلاق نور یلانزئی بتاتے ہیں کہ جے ٹی آئی کے جس دور میں ہم فعال تھے، تو کہیں بھی کوئی پروگرام ہوتا، تو قاری شہیدؒ مجھے کہتے کہ تقریر تم کرنا، میں صرف تلاوت کروں گا۔

(د)۔۔۔ مختلف مکاتب و مدارس میں تدریسی خدمات

قاری شکر اللہ شہیدؒ جب اپنی تعلیم کا سلسلہ درجہ ثانیہ کے بعد مزید جاری نہ رکھ سکے، تو مختلف مکاتب و مدارس میں قاعدہ، ناظرہ اور شعبہ حفظ کی تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

- سب سے پہلے حضرت مولانا عبدالرزاق مرحوم کی دعوت پر شہر خاران سے دور جنوب میں 20/15 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ان کے مدرسہ خیر المدارس ڈنو میں تدریس شروع کی۔ اس مدرسہ میں شوال 2009ء سے شعبان 2011ء تک تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ مدرسے میں حفظ و ناظرہ کے ساتھ ساتھ ابتدائی درجات کتب میں طلبہ کو انگریزی اور ریاضی بھی پڑھاتے رہے۔ حالیہ مدیر مدرسہ مولانا محمد انعام اللہ نعمانی کا کہنا ہے کہ مجھے بھی انہوں نے متوسطہ سوم کی انگریزی 2011ء میں پڑھائی تھی، مگر میں اس سال امتحان میں شریک نہیں ہوسکا تھا۔ 2012ء میں کراچی جاکر امتحان دیا۔ مدرسے کے اندر اس زمانے میں قاری شہیدؒ کی تنخواہ 3000 روپے تھی۔ تدریس کے ساتھ ڈنو کی مسجد میں امامت بھی کراتے تھے۔ مسجد سے حق الخدمت 2500 روپے مقرر تھا۔
- اس کے بعد 2011/12ء میں جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاد حضرت مولانا محبوب علی کے مدرسے میں، جو کراچی ہی میں واقع ہے، وہاں درس و تدریس سے وابستہ ہوئے اور سینکڑوں

بچوں نے آپ سے قرآن کی تعلیم حاصل کی۔

✵ کچھ عرصہ حافظ ظاہر احمد کے مدرسہ سیدنا امیر معاویہ جوڑان خاران میں بھی بچوں کو دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ کرتے رہے۔ اس کی مزید تفصیلات نہ مل سکیں۔

✵ پانچ مہینے کے لیے (1436ھ کے آخر میں 1437ھ کے شروع میں) جوڑان ہی میں واقع جامع الفرقان لعلوم القران کے شعبہ حفظ و ناظرہ میں پڑھاتے رہے۔ مدرسے کے ناظم تعلیمات مولانا ولی اللہ کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق ریکارڈ والے رجسٹر سے پتہ چلا ہے کہ اسی دوران وہ عمرے پر تشریف لے گئے تھے۔ یہ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔

✵ کچھ عرصہ 2013ء کو جمعیت تعلیم القران ٹرسٹ کراچی سے بطور علاقائی ممتحن انسپکٹر وابستہ ہوئے، جس کے دینی مکاتب ملک بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کو خاران اور واشک وغیرہ کے مکاتب کے لیے ممتحن مقرر کیا گیا اور ہر مہینے ان مکاتب کے طلباء کا امتحان لے کر رپورٹ مرکزی دفتر کراچی بھجواتے تھے۔

✵ زندگی کے آخری سال شہادت تک سراوان میں مرحوم بالاچ کی مسجد میں ظہر کے بعد بچوں کو قاعدہ و ناظرہ وغیرہ کی تعلیم دیتے رہے۔ قاری عبد اللہ زید کے توسط سے 10000 روپے تنخواہ ملتی تھی۔

وضو کی مشق والی ویڈیو کا سبق آموز تناظر

سوشل میڈیا پر قاری شہیدؒ کی جو ویڈیو وائرل ہوئی، جس میں وہ بچوں کو وضو کی عملی تربیت دے رہے ہیں، وہ اسی سراوان والی مسجد کے طلبہ کے ساتھ آپ کی آخری ویڈیو تھی، جس پر تبصرہ کرتے ہوئے راقم الحروف نے لکھا تھا کہ اس ویڈیو میں قاری شہیدؒ ایک لوٹا پانی لے کر باہر وضو کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ تمام بچے ان کے سر پر کھڑے اور انہیں غور سے دیکھ رہے ہیں۔ بطور خاص انہیں سر کا مسح کر کے سکھایا کہ ہاتھ کی انگلیاں پیشانی کے بالوں سے لے کر گدی تک کیسے باہم ملاتے ہیں۔ پھر کانوں کے پشت پر انگلیاں پھیرتے ہوئے کیسے گزارتے ہیں۔ مسح کا یہ مکمل عمل بچوں کو

ذہن نشین کروایا۔

تعلیمی نقطۂ نظر سے اس ویڈیو کی اہمیت یہ ہے کہ یہ عملی مشق و تربیت بچوں کی نفسیات کے مطابق تعلیم کا بہترین منہج اور طریقہ ہے۔ بچوں کا ذہن ویسے ہی سادہ اور صاف کاغذ کی طرح شفاف ہوتا ہے۔اس عمر میں تعلیم بڑی پُراثر ہوتی ہے۔ عربی زبان کی معروف کہاوت ہے کہ اَلْعِلْمُ فِي الصِّغَرِ کَالنَّقْشِ عَلَى الْحَجَرِ یعنی بچپن کی تعلیم پتھر پر لکیر کی طرح نقش ہوتی ہے۔ خصوصًا جب وہ مشاہداتی اور حسی انداز میں ہو، تو وہ نقش نہیں، بلکہ پتھر کا حصہ ہی بن جاتی ہے۔

اس ویڈیو کا دوسرا تناظر استاد کا اپنے فرائض منصبی سے لگاؤ کا معیار بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ درس و تدریس اور تعلیم کے اس گئے گزرے دور میں جب ہر استاد صرف پڑھانے تک خود کو محدود رکھتا ہے۔ مزید درد سر کون سر پر لے، مگر یہ مردِ قلندر پڑھانے کے ساتھ ساتھ عملی طور پر سکھانے میں بھی اپنی توانیاں صرف کر رہا ہے۔ یہ جذبہ اس وقت مدرس کے دل میں پیدا ہوتا ہے، جب اس کا مقصد صرف ڈیوٹی پوری کر کے کوئی تنخواہ لینا نہ ہو، بلکہ اسے ایک دینی فریضہ سمجھے اور ذمہ داری کے احساس کے ساتھ نبھائے۔ یہ فکر دامن گیر ہو کہ مجھے ایک نسل کی تربیت کرنی ہے، تو وہ اس طرح کی تدریسی جفاکشی کے لیے ہمہ وقت خود کو مستعد اور تیار پاتا ہے۔

کوئٹہ سے موٹر سائیکل پر سبق پڑھانے کے لیے آنے کا واقعہ

قاری شہیدؒ چوں کہ درس و تدریس سے والہانہ شغف رکھتے تھے؛اس لیے ان کی بھرپور کوشش ہوتی تھی کہ بچوں کے اسباق میں بلاضرورت شدیدہ ناغہ بالکل نہ ہو۔ چناں چہ ان کا یہ عجیب واقعہ ان کے والد محترم نے سنایا کہ ایک دفعہ وہ کوئٹہ گئے۔ جمعہ کے دن دفتری کام کے سلسلے میں لوگوں کے ویزے کا کوئی کام کروایا۔ ہفتے کی رات ٹھہر کر صبح نماز فجر کے وقت اپنی موٹر سائیکل پر کوئٹہ سے نکل پڑے کہ مجھے ظہر کے بعد مدرسہ میں بچوں کو پڑھانا ہے۔ چناں چہ ظہر کو پہنچ کر سیدھا درسگاہ میں داخل ہو گئے۔ یہ احساس ذمہ داری آج کی تدریسی دنیا میں نایاب اگر نہیں، کمیاب ضرور ہے۔ تدریس کے جس عہدِ زوال میں مدرسین وقت گزاری سے کام لیں، ایسے میں کئی گھنٹوں کا لمبا سفر وہ بھی دو

پہیوں والی موٹر سائیکل پر، یہ جفاکشی کی وہ مثال ہے، جو سہل پسند نسلِ نو میں تو نایاب ہی ہے۔

ایک دن میں بچے کا مکمل قرآن کریم سنانا

یہ قاری شہیدؒ کی بھرپور محنت کا منہ بولتا ایک ثبوت ہے کہ وہ بچوں کو اتنی توجہ دیتے تھے کہ نہ صرف یہ کہ انہیں قرآن کریم پختہ یاد ہوتا تھا، بلکہ روانی بھی ایسی کہ تجوید و قراءت کے اصولوں کے مطابق ایک بچے نے ایک ہی دن میں قرآن پاک مکمل سنایا، جب اس کی یہ تعلیم مکمل ہوگئی تھی۔

جس زمانے میں (2009ء تا 2011ء) مدرسہ خیر المدارس سرخاران کلی ڈنو کے مدرسہ میں پڑھاتے تھے، تو اسی دوران یکِ بعد دیگر دو طالبِ علموں کو قرآن کریم پڑھنے کے لیے ایسا تیار کیا کہ ایک دن میں پورا قرآن یاد کر کے سنا پائیں۔ اسی طرح بعد میں جب ملیر کراچی کے اندر پڑھانے گئے، تو دو طالب علم ملیر کراچی میں بھی ایسے تیار کیے کہ حفظ کے اختتام پر ایک دن میں انہوں نے پورا قرآن کریم سنایا۔

ہمارے اسلاف میں سے قاری رحیم بخش مرحوم کی کتاب آدابِ تلاوت کے حاشیے میں قاری عبید اللہؒ لکھتے ہیں کہ حضرتِ اقدس قاری رحیم بخشؒ (وفات 12 / ذوالحجہ 1402 ہجری) فرماتے تھے کہ جب قرآن مجید کا حفظ مکمل ہو گیا، تو فراغت سے قبل تقریبًا پورا قرآن کریم ایک دن میں اپنے استاد حضرت قاری فتح محمد صاحب (متوفیٰ شعبان 1407 ہجری) کو سنایا تھا اور فراغت کے بعد 22/20 پارے پڑھنا روزانہ کا معمول تھا۔

فصل دوم۔۔۔ سماجی خدمات

قاری شکر اللہ شہیدؒ کی سماجی خدمات کو درج ذیل پانچ دائروں میں تقسیم کر کے پھر قدرے تفصیل کے ساتھ خدمات کا جائزہ پیش کریں گے:

- فلاحی اداروں کا قیام اور ان کی رکنیت۔
- دفتری امور میں خدمات۔
- تعلیمی خدمات۔
- تنازعات کے حل میں خدمات۔
- غیر سیاسی اجتماعی و عوامی مسائل کے حل میں کردار۔

(1)۔۔۔ فلاحی اداروں کا قیام اور ان کی رکنیت

قاری شہیدؒ نے درج ذیل تنظیموں اور کمیٹیوں کے توسط سے بہت سی سماجی خدمات سرانجام دیں:

- قومی اتحاد کمیٹی کی رکنیت
- راسکوہ فاؤنڈیشن کا قیام
- المدینہ فاؤنڈیشن کا قیام
- لوکل کمیٹیوں کی ممبر شپ

قومی اتحاد کی نورکنی کمیٹی

سفر خان راسکوہی رقمطراز ہیں کہ 2018ء کو سیاہ پاد قومی اتحاد نورکنی کمیٹی کی تشکیل ہوئی، جس

کے ممبران میں میر ظاہر حسین زئی، ایڈوکیٹ اشفاق سیاپاد، میر منظور احمد سیاپاد، نذر جان سیاپاد، میر احمد جان سیاپاد، حاجی غلام حیدر سیاپاد، شہید قاری شکر اللہ، ایڈوکیٹ طاہر شہباز سیاپاد، لیاقت عابد اور سفر خان راسکوئی شامل تھے۔ جس کا مقصد خاران خصوصاً راسکوہ کے بند اسکولز کو کھولنے اور صحت کی سہولیات کے حوالے سے جدوجہد کرنا تھا، جس کے لیے میر محمد اکرم راسکوئی کا خاص تعاون حاصل تھا۔

اس کے علاوہ سیاپاد قوم کے دیگر مخیر حضرات سے چندہ کر کے راسکوہ کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا گیا اور بچوں میں کتابیں اور کاپیاں تقسیم کی گئی اور ایک دو گاؤں میں ٹیچر بھی اپنے خرچے پر رکھ لیے، جس کو ماہوار تنخواہ نور کنی کمیٹی کی طرف سے دی جاتی تھی۔ ان تمام فلاحی کاموں کو سرانجام دینے کے لیے فلاحی تنظیم راسکوہ فاؤنڈیشن قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔

راسکوہ فاؤنڈیشن کا قیام

مئی 2018ء میں راسکوہ فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مجلس منتظمہ کے درج ذیل ارکان منتخب ہوئے:

- قاری شکر اللہ حنفی، چیئرمین
- سفر خان راسکوہی، جنرل سیکرٹری
- منظور احمد، نائب چیئرمین
- میر احمد، ڈپٹی سیکرٹری جنرل
- لیاقت عابد، فائنانس سیکرٹری
- طاہر شہباز ایڈوکیٹ، سیکرٹری اطلاعات
- علی جان، آفس سیکرٹری

فاؤنڈیشن کے لیے باقاعدہ آئین و منشور مرتب کیا گیا، جس میں اس فاؤنڈیشن کے درج ذیل بنیادی اغراض و مقاصد طے کیے گئے:

- ✓ علاقے کے طلباء اور طالبات کے لیے فنی اور پیشہ وارانہ تعلیم کے لیے جدوجہد کرنا۔
- ✓ غریب، نادار اور لاوارث مریضوں کو طبی امداد فراہم کرنے کے لیے کوشش کرنا۔
- ✓ تھیلسیمیا سمیت دیگر ایمرجنسی کے مریضوں کو مفت خون فراہم کرنا۔
- ✓ علاقے میں سماجی برائیوں اور منشیات کے خلاف جدوجہد کرنا۔
- ✓ نوجوانوں کے ذہنی و جسمانی نشوونما کے لیے علمی، ادبی، ثقافتی اور کھیل کے پروگرام ترتیب دینا۔
- ✓ چائلڈ لیبر اور بچوں پر جنسی تشدد کے خاتمے کے لیے جدوجہد کرنا۔
- ✓ غربت کے خاتمے کے لیے جدوجہد کرنا۔
- ✓ لوگوں کی اقتصادی ترقی بڑھانے کے لیے مثبت سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کرنا۔

میڈیکل کیمپ اور طلبہ کو مفت کتابوں کی فراہمی

اس فلاحی تنظیم کی خدمات اور قاری شہیدؒ کے فعال کردار کا تذکرہ کرتے ہوئے سفر خان راسکوہی لکھتے ہیں کہ اسی طرح 2019ء کو خاران ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں تین روزہ میڈیکل کیمپ میں شہید قاری شکر اللہ حنفیؒ کی سربراہی میں مریضوں اور ان کے تیمارداروں کی خدمت کے لیے تین دن تک راسکوہ فاؤنڈیشن کے رضاکاروں نے میڈیکل کیمپ میں خدمات سرانجام دیں۔ اس کے علاوہ مختلف اوقات میں تھیلیسیمیا اور دیگر مریضوں کے لیے خون کا بندوست کرنا بھی شہیدؒ کی ذمہ داری تھی، جسے انہوں نے بخوبی نبھایا۔

لیکن بعد میں یہ تنظیم غیر فعال ہوگئی۔ اس کی وجہ سفر خان راسکوہی یہ بتاتے ہیں کہ ہماری سستی کی وجہ سے راسکوہ فاؤنڈیشن رجسٹرڈ نہ ہوسکا، جس کی بار بار شہیدؒ ہمیں یاددہانی کراتے تھے۔ آخر تنگ آکر شہیدؒ نے مجھ سے مشورہ کیا کہ آپ دوست سستی کررہے ہو؛ لہٰذا میں مدینہ ٹرسٹ کے نام سے اپنی ایک الگ فلاحی تنظیم رجسٹرڈ کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اسے کہا کہ باقی دوست راسکوہ فاؤنڈیشن کو وقت نہیں دے رہے ہیں۔ اگر آپ مدینہ ٹرسٹ قائم کرنا چاہتے ہیں، تو ٹھیک ہے۔ پھر انہوں نے

مدینہ ٹرسٹ کے نام پر علیٰ حدہ فلاحی تنظیم رجسٹرڈ کروائی اور انسانیت کی خدمت کا عظیم کام اپنی شہادت تک سرانجام دیتے رہے۔

المدینہ فاؤنڈیشن ٹرسٹ کا قیام

قاری شکر اللہ شہیدؒ نے اپنے سماجی کاموں کو منضبط بنانے کے لیے ڈیڑھ دو سال پہلے مدینہ فاؤنڈیشن کے نام سے ایک الگ فلاحی تنظیم کی بنیاد ڈالی، جس کا ایک تعارفی اجلاس منعقد ہوا، جس میں درج ذیل عہدیداران اور اراکین نے شرکت کی:

سرپرست اعلی: پروفیسر حافظ عبداللہ، سرپرست: مفتی عباد الرحمٰن، چیئرمین: قاری شکر اللہ حنفیؒ، وائس چیئرمین: ڈاکٹر چاکر انور، جنرل سیکرٹری: عنایت بڑیچ، فائنانس سیکرٹری: نواز حسین درانی، سیکرٹری اطلاعات: اخلاق احمد یلانزئی۔

اس اجلاس میں ارکان کا باہمی تعارف بھی ہوا اور کام کے سلسلے میں مشاورت بھی ہوئی۔ اس کی ترتیب کے بنیادی خدوخال طے کیے گئے۔ تاہم کچھ عرصے بعد اس کابینہ میں ترمیم بھی کی گئی، جس کے مطابق وائس چیئرمین مفتی عباد الرحمٰن مقرر ہوئے اور شبیر عثمانی کو سیکرٹری اطلاعات بنادیا گیا۔

غالباً اس تنظیم کی جنرل باڈی کی تشکیل کے ابتدائی مراحل تھے کہ ایک دن بینک الحبیب خاران کے سامنے راقم الحروف سے قاری شہیدؒ اچانک ملے، تو کہنے لگے: استاد جی! المدینہ فاؤنڈیشن کے نام سے ایک فلاحی تنظیم بنائی ہے۔ آپ کا کیا مشورہ ہے کہ مجلس منتظمہ میں کس کس کو شامل کروں؟ تو میں نے عرض کیا کہ ایسی فلاحی تنظیموں کی فعالیت اور زندگی کا دارومدار فنڈز پر ہوتا ہے۔ آپ اپنے ایسے ہم خیال اراکین کو منتخب کریں، جو دوسروں سے فنڈز فراہمی میں آپ کی مدد کر سکیں۔ اس حوالے سے میں نے انہیں مفتی عباد الرحمٰن کا نام تجویز کیا، تو انہوں نے کہا کہ انہیں تو میں نے وائس چیئرمین بنایا ہوا ہے۔

اس تنظیم کے تحت آپ نے بہت سے بیماروں کی خدمت کی۔ تھیلیسیمیا کے شکار کئی بچوں کو

خون فراہم کیا۔ ایمرجنسی میں لائے گئے زخمیوں اور بیماروں کو اور دردِ زہ میں مبتلا حاملہ خواتین کے لیے خون کی ضرورت پوری کرنے میں آپ ہر کسی کو دستیاب ہوتے تھے۔

مفتی عبادالرحمٰن کہتے ہیں کہ قاری شہیدؒ کی بڑی خواہش تھی کہ اس ٹرسٹ کو ہم ذرا وسیع کریں کہ کچھ ایسے خاندان ہیں، جنہیں راشن کی ضرورت ہے، تو میں معذرت کرلیتا کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ آپ کسی اور سے رابطہ کیجیے! میرے ذمہ صرف خون والا کام رکھیں! میرے اپنے پاس تو کچھ نہیں۔ میں چوں کہ دیگر حضرات سے رابطہ کرکے دلواتا ہوں؛ لہٰذا میری گنجائش میں یہی ہے۔

تھیلیسیمیا کے شکار بچوں کو خون کی فراہمی

مفتی عباد الرحمٰن کہتے ہیں کہ سال ڈیڑھ پہلے ٹرسٹ کی تشکیل ہوئی، تو قاری شہیدؒ میرے پاس آتے تھے۔ ایک چیز کی انہیں سب سے زیادہ تکلیف اور دکھ تھا کہ جو بچے تھیلیسیمیا کا شکار ہیں، انہیں خون کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے ساتھ جو بیگ ہوتا ہے، والدین وہ بیگ بھی خرید نہیں سکتے ہیں۔ ان دونوں کی فراہمی میں قاری شہیدؒ بہت پیش پیش تھے۔ میرے پاس آجاتے کہ یہ چیزیں نہیں مل رہی ہیں۔ میں ان کا جذبہ اور فکر مندی دیکھ کر اہلِ خیر حضرات سے رابطہ کرتا۔ کسی سے کبھی 5 ہزار، کسی سے 10 ہزار، کسی سے 15 ہزار لے کر انہیں دیتا اور وہ کوئٹہ سے ایسے بیگ منگوا لیتے، جہاں یہ بیگ سستے ملتے ہیں۔ پھر جب ایسے بیمار بچوں کو ضرورت پڑتی، تو وہ بچوں کو یہ بیگ بھی دے دیتے اور ساتھ ہی خون کا بھی بندوبست کر دیتے تھے۔

ڈیڑھ مہینے میں 23 مریضوں کو خون اور بلڈ بیگ کی فراہمی

سوشل میڈیا کے مختلف پلیٹ فارمز پر بار بار جو اعلان کرتے تھے، وہ انہی کی تحریر و الفاظ میں پیش خدمت ہے:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

دوستو! ایک مرتبہ پھر اعلان کرتا ہوں کہ جو کم دست اور ضرورت مند ہو، وہ بلڈ بیگ کے لیے مجھ سے رابطہ کر سکتا ہے۔ ان شاءاللہ! مفت میں مل جائے گا، جو کہ 900 یا 1000 روپے کا

ہے۔اسکو خریدنا ہر کسی کی گنجائش نہیں ہوتی۔

قاری شکر اللہ چیئرمین: المدینہ فاؤنڈیشن خاران

03342317833

وائس چیئرمین مفتی عبادالرحمٰن

نوٹ: جو صاحب استطاعت بلڈ بیگ عطیہ کرنا چاہتا ہے، وہ ادارہ سے رابطہ کرے۔ شکریہ!

یاد رہے کہ پچھلے ڈیڑھ مہینہ میں ادارہ نے ۱۵ مریضوں کو خون اور ۸ مریضوں کو مفت میں خون والا بیگ عطیہ کیا ہے۔

تاحیات بچی کو بلڈ بیگ کی فراہمی

مدرسہ فاروقیہ خاران کے مدرس قاری محمد الیاس لکھتے ہیں:

میرے بڑے بھائی کی بچی تھیلیسیمیا کی مریض تھی۔ پہلے تو اس کو دو مہینے میں بلڈ لگتا تھا، پھر بچی کی عمر کے ساتھ ساتھ اس کو مہینے میں دو مرتبہ بلڈ لگنے لگ گیا۔ بلڈ لگوانے میں تقریباً 2500 روپے کا خرچ آتا تھا۔ بلڈ کے لیے جو بلڈ بیگ ملتا تھا، اس کا خرچہ مہنگا تھا۔ میں بہت پریشان تھا۔ پھر میں نے قاری شکر اللہؒ سے بات کی کہ مجھے بچی کو بلڈ لگانے کے لیے بلڈ بیگ کی ہر مہینے ضرورت ہوتی ہے، تو قاری صاحبؒ نے فوراً کہا: پریشان نہیں ہونا قاری صاحب! جب بھی آپ کو بلڈ بیگ کی ضرورت ہو، تو مجھ سے لینا۔ جب تک بچی حیات تھی، تو مجھے بلڈ بیگ کے لیے کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ نہ جانے شہیدِ خدمت اس طرح کے اور کتنے بچوں کے علاج معالجے کا سبب بنا؟؟؟

خواتین مریضوں کو خون کی فراہمی

اگر کبھی ایسی ایمرجنسی ضرورت پڑتی، تو قاری شہیدؒ اپنے تین مہینے پورے ہونے کا انتظار بھی نہیں کرتے تھے۔ اس کا میں خود گواہ ہوں کہ ایک دفعہ میرے گاؤں سے چچازاد ماسٹر حزب اللہ اپنی مریضہ لائے تھے۔ خون کی شدید ضرورت تھی۔ میں نے قاری شہیدؒ سے رابطہ کیا۔ وہ فوراً پہنچ گئے اور خون دیا۔ دینے کے بعد مجھے بتایا کہ عموماً ڈاکٹر یہ کہتے ہیں کہ تین مہینے کے بعد خون دینا چاہیے،

لیکن ابھی میرے تین مہینے پورے نہیں ہوئے تھے۔آپ کی اس مجبوری اور ضرورت کو دیکھ کر میں نے آپ کی مریضہ کو خون دے دیا۔اس طرح کے بے شمار واقعات اور خدمات ان کی ہوں گی!!!

دیگر مریضوں کو خون کی فراہمی

تھیلیسیمیا کے شکار بچوں اور ڈیلیوری کے کیسز کے علاوہ دیگر مریضوں کو بھی خون کی فراہمی میں قاری صاحبؒ اپنی خدمات پیش کرتے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ میں بی آر سی خضدار میں تھا کہ مجھے گھر سے فون آیا۔میری ماموں زاد بہن (محمد الیاس کی اہلیہ) کی طبیعت خراب ہے۔کئی دن سے بے ہوش ہے۔نہ پانی نہ خوراک کچھ بھی نہیں لیتی اور اسے ہسپتال لایا گیا ہے اور ڈاکٹر اس کے لیے خون کا بندوست کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔میرے ماموں میر خلیل احمد اور مولوی قادر بخش نے ایک اور بلڈ بینک سے رابطہ کیا، مگر وہاں سے خون نہ ملا۔پھر میں نے قاری شہیدؒ کو فون کیا۔اس وقت وہ یونیورسٹی کی کلاس میں بیٹھے ہوئے تھے۔کہنے لگے: استاد جی! بس میں یہاں سے فارغ ہو کر نکلتا ہوں۔تھوڑی دیر بعد میں نے فون کیا، تو وہ میڈیکل میں ماموں کے پاس پہنچ چکے تھے۔

اس طرح وہ دیگر مریضوں کو بھی خون کی فراہمی میں سب سے آگے ہوتے تھے کہ ایک انسانی جان بچانا پوری انسانیت کو بچانے کے برابر اجر کا ذریعہ ہے:

مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ(مائدہ:32)

جس نے کسی ایک جان کو زندہ رکھا، اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا۔

اسٹوڈنٹس لوکل کمیٹیوں کی ممبر شپ

قاری شہیدؒ شروع میں کالج کی طرف سے اسٹوڈنٹ لوکل کمیٹی کے ممبر منتخب ہوئے تھے۔اس کے توسط سے آپ نے کئی لوگوں کے لوکل مسائل حل کروائے۔اس کمیٹی کی مدت ختم ہونے کے بعد مسکان قلات کی سطح پر جو لوکل کمیٹی تھی، اس دور کے اسسٹنٹ کمشنر نے آپ کو اس کا رکن بنایا؛ تاکہ لوگوں کے مسائل ان کی دہلیز پر حل ہوں۔چناں چہ اس حوالے سے مسکان قلات

کی سطح پر بھی آپ نے لوگوں کے مسائل حل کروانے میں بڑی مدد کی۔

(2)۔۔۔دفتری کاموں میں عوامی خدمات

دفاتر میں کوئی کام کرنا یا کروانا ایک عام آدمی کے لیے ”جوئے شیر لانے“ کے مترادف ہے۔ان دفاتر میں عوام الناس کی خواری عام مشاہدے کی بات ہے۔ایسے لوگوں کی مدد کرنا قاری شہیدؒ کے مشاغل میں سے ایک اہم مصروفیت تھی۔اخلاق نور یلانزئی کے بقول ”کسی بھی وقت کسی کو کسی دفتر میں کوئی کام پڑجاتا، توسب سے پہلے قاری صاحبؒ کا نام ونمبر ذہن میں آتا کہ ان سے رابطہ کریں گے، توکام کروادیں گے۔چناں چہ انہیں فون کرتے، توکمالِ اپنائیت وہمدردی کے ساتھ جواب ملتاکہ کام کردوں گا۔اگر کوئی معلومات لینی ہوتی، تومعلومات بھی فراہم کردیتے۔پریشان حال لوگوں کے ساتھ ہمدردی کا یہ جذبہ اور ان کی مشکلات دور کرنے کا داعیہ قاری شہیدؒ کے دل میں اس حدیث سے پیدا ہوا تھا:سیدنا ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:”وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُّسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ“ترجمہ:جواپنے کسی مسلمان بھائی کی پریشانی دور کرتا ہے، اللہ اس کی وجہ سے اس سے قیامت کی پریشانیوں میں سے کوئی پریشانی دور کرے گا۔ایسی خدمات کی فہرست و واقعات توبہت زیادہ ہیں، لیکن ہم کوشش کریں گے کہ چند دفاتراور ان سے متعلقہ کام کے بارے میں ذرامختصر انداز میں بتائیں:

نادرا آفس سے متعلق خدمات

میرے ماموں مولوی قادر بخش بتاتے ہیں کہ میں اپنے کسی کام کے سلسلے میں نادرا آفس خاران میں منتظر بیٹھا تھاکہ قاری شہیدؒ وہیں کسی کمرے سے نکلے۔مجھے دیکھا، توآکر پوچھنے لگے کہ کیا مسئلہ ہے؟میں نے اپنا مسئلہ بتادیا، توخود جاکر متعلقہ آفیسر سے میرے کاغذات نکلواکرلادیے اور پھر بڑی فراخدلی اور اصرار کے ساتھ پوچھاکہ اگر کوئی اور کام ہے، تووہ بھی بتادو!میں کروادوں گا۔ماموں کہتے ہیں کہ میں بڑا حیرت زدہ ہوگیاکہ آج کل لوگوں کواپنے کام کرنے کی فرصت نہیں اور یہ جبری طور

پر میرا کام کروانے پر اصرار کر رہا ہے۔

ایری کلگ کے نو منتخب کونسلر مولانا محمود الحسن کہتے ہیں کہ نادرا میں قاری شہیدؒ نے ہمارے بھی بہت سارے کام فی سبیل اللہ کروائے تھے۔ بچوں کے ب فارم وغیرہ انہوں نے ہی بنوا کر دیے تھے، جو ابھی قرآن کریم پڑھ رہے ہیں اور اجر قاری شہیدؒ کو مل رہا ہے۔

محسن نوشیروانی لکھتے ہیں کہ ایک چھوٹا سا واقعہ یاد آیا۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ ایک شخص مجھ سے ب فارم کے متعلق بیچ چوراہے پر محو گفتگو تھا۔ بچے کی تاریخ پیدائش کا مسئلہ تھا، تو اسی اثناء مکرم شہید قاری شکر اللہ حنفیؒ میڈیکل کے پاس سے موٹر سائیکل پر سے گزر رہے تھے۔ اس بندے نے ان کو آواز لگائی۔ وہ فوراً موٹر سائیکل کو موڑ کر آ گئے اور علیک سلیک ہوئی۔ اس شخص نے ان کو براس زھگ (بھتیجا) بولتے ہوئے کہا کہ میرے بیٹے کی تاریخ پیدائش میں یہ مسئلہ ہے، تو قاری صاحبؒ نے کہا: کوئی مسئلہ نہیں۔ مزید تجویز دیتے ہوئے کہا کہ میں از خود بنا کر دوں گا۔ مسئلہ نہ صرف حل ہوا، بلکہ وہ لڑکا اب صوبہ کے مختلف معیاری کیڈٹس اور بی آر سی کالجز کے ٹیسٹ میں بھی اچھے نمبروں سے پاس ہوا ہے۔

بورڈ آفس سے متعلق خدمات

قاری شہیدؒ انتظار میں تھے کہ کب کسی بورڈ کے امتحانات کا اعلان ہوگا؛ تاکہ طلباء کے امتحانی فارمز کے مسائل حل کر سکیں۔ چناں چہ وہ مسلسل ڈگری کالج خاران کے بابو حافظ عبدالرحمٰن سے رابطے میں رہتے تھے کہ کب امتحانی فارمز اور رجسٹریشن کا عمل شروع ہو؛ تاکہ وہ امتحانات کے امیدواروں کا کام بروقت کر سکیں۔ بہت سے طلبہ نے اس حوالے سے آپ کی خدماتِ جلیلہ سے استفادہ کیا۔

ایک واقعہ ملاحظہ ہو: بلوچستان یونیورسٹی سب کیمپس خاران کے طالب علم وزیر عادل محمود زئی لکھتے ہیں کہ ایک بار مجھے اپنے بھائی کے میٹرک کے ڈاکومنٹس جمع کروانے تھے۔ میں نے قاری شکر اللہؒ سے رابطہ کیا، مگر مشکل یہ تھی کہ ان ڈاکومنٹس کا چالان پچھلے سال کا تھا۔ قاری صاحبؒ نے مجھے کہا کہ میں کوشش کروں گا کہ آپ کے بھائی کے ڈاکومنٹس جمع ہو جائیں، لیکن ڈاکومنٹس میں

تھوڑی کمی ہے۔

کچھ دن بعد قاری صاحبؒ کی کال آئی کہ ڈاکومنٹس کو ریجیکٹ کر دیا گیا ہے۔ میں نے کہا کہ قاری صاحب! کچھ تو کرو! تو انہوں نے علاقہ داری اور دوستی کی خاطر ہر طرح کوشش کر کے یہ ڈاکومنٹس جمع کروادیے۔ جب سلپ آئی، تو مجھے بہت خوشی ہوئی۔ میں نے اپنے دوست اور بھائی قاری شکراللہؒ کی کارکردگی پر فخر کیا۔

پاسپورٹ آفس سے متعلق خدمات

دیگر دفاتر کی طرح پاسپورٹ آفس بھی ایک ایسا دفتر ہے کہ جس میں بہت سارے لوگ ذلیل وخوار ہوتے رہتے ہیں۔ خاص کر حج اور عمرے کے سلسلے میں بہت سے لوگ اتنے نالاں ہوتے ہیں کہ وہ اس مقدس عبادت کا نام لیتے ہوئے بھی گھبرا جاتے ہیں کہ پاسپورٹ آفس کے کتنے جاں گسل اور حوصلہ شکن مراحل سے گزرنا پڑے گا۔ قاری شہیدؒ نے نہ جانے کتنے لوگوں کی خدمت کی ہوگی، میرے بزرگوار دوست اور جے یو آئی ضلع خاران کے نائب امیر مولانا محمود الحسن صاحب نے ایک ایسے بندے کا تذکرہ کیا، جو دالی سے آیا اور خالی ہاتھ واپس چلا گیا؛ اس لیے کہ قاری شہیدؒ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔

غریبوں کی ملازمت کے لیے اسلام آباد کے دفاتر میں

ایک حکومت میں جمعیت علماء اسلام اتحادی تھی۔ بعض محکموں کی ملک بھر میں جو آسامیاں مشتہر ہوئی تھیں، ان کے لیے مقامی جماعت نے اپنے چند اہل و حقدار کارکنوں کے نام تجویز کیے۔ اس لسٹ کو لے کر قاری شہیدؒ خود اسلام آباد چلے گے۔ وہاں ہفتہ بھر رہے۔ کئی دفاتر کے چکر لگائے۔ وہاں پر اپنے علاقے کے سیاسی نمائندوں سے ملاقاتیں کرتے رہے۔ تگ و دو کی؛ تاکہ لسٹ دستی طور پر وزارتوں کے آفسز تک پہنچا دیں۔ الحمدللہ! قاری شہید کی یہ کوششیں رنگ لائیں۔ سب کے آرڈر تو نہ ہو سکے، مگر ایک دو کارکنوں کے آرڈر ہو گئے۔ یہ سب قاری شہیدؒ کی شب و روز کی کوششوں سے ممکن ہوا۔

(3)۔۔۔ تعلیمی خدمات

تعلیمی خدمات کے عنوان سے یہ مغالطہ کسی کو نہ لگے کہ تعلیم صرف عصری علوم پڑھانے کو کہا جاتا ہے۔ دینی علوم کی تعلیم کو تعلیمی خدمات سے تعبیر نہیں کیا جا رہا ہے، بلکہ یہ اصطلاح رائج الوقت تناظر میں ہے۔ قاری شہیدؒ نے دینی علوم کی جتنی خدمات انجام دی، انہیں قرآنی خدمات کے عنوان کے تحت مفصل ذکر کیا گیا ہے۔ اب تعلیمی خدمات کے عنوان سے ان کی وہ خدمات ذکر کی جائیں گی، جو اسکولز، کالجز اور یونیورسٹی کی سطح اور دائرے کی ہیں۔ یہ متنوع خدمات کچھ یوں ہیں:

- بلوچستان یونیورسٹی سب کیمپس خاران کے مسائل حل کرانے میں کردار
- تحریک رخشان یونیورسٹی میں بنیادی کردار
- بند اسکولز کھولنے کی مہم
- ٹیچرز کو تنخواہ اور بچوں کو کتب کی فراہمی
- طلبہ کے لیے کرایہ میں کمی کے لیے ٹرانسپورٹرز سے رابطے

بلوچستان یونیورسٹی سب کیمپس خاران کے مسائل

بلوچستان یونیورسٹی سب کیمپس خاران روزِ اول سے ہر طرح کے انتظامی اور مالی مسائل کا شکار رہا ہے۔ ان مسائل کے حل کے لیے دیگر طلباء کے ساتھ ساتھ قاری شکر اللہؒ بھی بڑے متحرک تھے۔ اس حوالے سے آپ نے جو کردار ادا کیا، وہ علاقے کے لیے آپ کی تعلیمی فکر مندی کی علامت ہے۔ آپ نے جو کردار ادا کیا، اس پر آپ کے رفیق کار اخلاق حسنی آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اسی طرح 2023ء کے مئی، جون کے مہینوں میں کیمپس کے اساتذہ اور دیگر اسٹاف کی تنخواہ کچھ مہینوں سے بند تھی اور کیمپس میں کلاسز نہیں ہو رہی تھیں اور ایسا لگا کہ بغیر احتجاج اور پریشر کے اساتذہ کی تنخواہ ملنا ممکن نہیں تھا؛ کیوں کہ یونیورسٹی آف بلوچستان خود مالی بحران کا بری طرح شکار تھی۔ جب مجھے کیمپس انتظامیہ کی جانب سے سارے حالات سے متعلق بتایا گیا، تو میں نے اس کے فوراً بعد قاری صاحبؒ کو کال کی؛ کیوں کہ ایسا اقدام صرف وہی اٹھا سکتے تھے۔ جب

اس مہربان سے بات ہوئی، تو بڑے پُرجوش نظر آئے اور فوراً ایک میٹنگ بلانے کا کہا۔ اس طرح طلبہ کا ایک وفد بنا اور مختلف سیاسی رہنماؤں سے ملاقاتیں کی اور اس سب میں قاری شکر اللہؒ ایک اہم کردار کے ساتھ شامل تھے۔

سب کیمپس کے مسائل کے حل کے لیے عوامی ریلی

حکام بالا کو متوجہ کرنے کے لیے طلبہ کی طرف سے ستمبر 2023ء کو ایک تحریک چلائی گئی۔ اسی سلسلے میں 26 ستمبر 2023ء کو ایک ریلی نکالنے کا فیصلہ کیا گیا، مگر درمیان میں سول سوسائٹی کے نام سے کچھ لوگوں نے اسے مخلوط ریلی بنانے کی بے جا کوشش کی۔ شدید مخالفت کی وجہ سے چند ایک کے سوا لڑکیاں ہی نہیں آئیں۔ اس کے باوجود مجمع کے لحاظ سے کافی کامیاب ریلی ثابت ہوئی، مگر منتظمین کے اس فیصلے نے اسے متنازعہ بنا دیا، جس کی وجہ سے ایک اہم تعلیمی ایشو کا موضوع ہی بدل گیا اور اصل مسئلہ پس منظر میں چلا گیا۔

اس ریلی کی حمایت کے لیے قاری شکر اللہ شہیدؒ نے اس سے پہلے 21 ستمبر 2023ء کو جمعیت طلباء اسلام ضلع خاران کی کابینہ کا باقاعدہ ایک اجلاس بلایا، جس میں جنرل سیکرٹری حافظ طاہر عثمانی، اکرام اللہ، عظمت اللہ، جمیل احمد نے قاری شکر اللہؒ کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ جے ٹی آئی اس ریلی میں بھرپور شرکت کرے گی اور آخری محاذ تک ساتھ دے گی۔

ایف سی کمانڈنٹ سے ملاقات میں مدبرانہ گفتگو

اخلاق حسنی مزید رقمطراز ہیں:

بالآخر ہماری ایف سی کمانڈنٹ رخشان رینج سے ایف سی کینٹ خاران میں ملاقات ہوئی اور وہاں قاری صاحبؒ کمانڈنٹ سے کچھ یوں مخاطب تھے کہ جی! ہم نے بڑا سوچ سمجھ کر یہ طے کیا ہے کہ اپنی فریاد عسکری قیادت کے پاس لے جائیں؛ کیوں کہ کیمپس ایک اعلیٰ تعلیمی ادارہ ہے۔ اس سے ہمارا مستقبل جڑا ہوا ہے۔ دیکھیں، سر! آپ لوگ یہاں امن چاہتے ہیں، تو امن کا فلسفہ یہ ہے کہ بدامنی کیسے ختم ہو؟ اس سے پہلے یہ سوچنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ بدامنی پیدا کیوں ہوئی۔ یعنی: اس کے

اسباب کیا ہیں؛ تاکہ انہی کا سد باب کیا جائے۔ روک تھام کی جائے۔ سر! آپ ذرا سوچیں کہ اگر پورے رخشان کا یہی واحد اعلیٰ تعلیمی ادارہ بند ہو گا، تو یہ سارے طلباء کہاں جائیں گے ؟ کیا ان کی مایوسی اور تعلیم سے دوری ان کو کسی اور راستے پر چلنے کے لیے مجبور نہیں کرے گی ؟ خدارا! اگر امن چاہتے ہیں، توان تعلیمی اداروں کو بچائیں !

یہ سارا کچھ سننے کے بعد ہمیں ایسا لگا کہ کمانڈنٹ کچھ سوچنے پر مجبور ہوا ہے۔ کچھ ہی لمحے بعد بڑے وثوق سے کمانڈنٹ کہنے لگا کہ اگر چہ ہمیں اس مسئلے میں عمل دخل کا کوئی حق حاصل نہیں، لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ آدھے گھنٹے میں ہی آپ کو خوشخبری ملے گی۔ یہ کہہ کر کمانڈنٹ نے اپنے اسسٹنٹ کو میرا نمبر نوٹ کرنے کا کہا اور پورا آدھا گھنٹہ بعد، جب ہم اسی سلسلے میں موجودہ ٹاؤن چیئرمین میر نور الدین نوشیروانی کے گھر بیٹھے تھے، مجھے خاران ایف سی کینٹ سے ایک فون کال آئی اور کہا کہ کمانڈنٹ صاحب نے حکام بالا سے رابطہ کیا ہے۔ یہ مسئلہ فوری حل ہو گا اور واقعی دو دن بعد سب کچھ ایسا ہی ہوا، لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ سب کچھ شہید قاری شکر اللہؒ کی محنت، مخلصی اور قابلیت و صلاحیت کی وجہ سے ہوا؛ کیوں کہ یہ سب کچھ اتنی جلدی حل ہونے والی چیز نہیں تھی۔

رخشان یونیورسٹی کے قیام کے لیے جہد وجہد

گزشتہ حکومت کے آخری بجٹ سے پہلے اپریل، مئی 2023ء کو خاران میں رخشان یونیورسٹی کے قیام کے لیے ایک جدوجہد نے جنم لیا۔ اگر چہ اس کے لیے کوئی مناسب ہوم ورک نہیں کیا گیا تھا اور کم وقت و جلد بازی کی وجہ سے حکمت عملی میں بھی بہت ساری خامیاں تھیں، مگر ایک اچھی تحریک نے جنم لیا۔

اس زمانے میں اس تحریک کے اندر ہم نے اپنا حصہ ڈالتے ہوئے یہ مضمون لکھا تھا:

رخشان یونیورسٹی: درخشاں مستقبل کے لیے پریشان طلبہ

محمود خارانی:

المیہ کی بات صرف یہ نہیں کہ سندھ و پنجاب کے ایک ایک شہر میں چار چار یونیورسٹیاں قائم ہیں اور ہمارے چار اضلاع (خاران، نوشکی، واشک، چاغی) کی لاکھوں آبادی پر مشتمل رخشان ڈویژن میں ایکیونیورسٹی بھی موجود نہیں، بلکہ اصل المیہ یہ ہے کہ جب سے اس یونیورسٹی کے لیے تحریک شروع کی گئی ہے، اس میں ان بااثر طبقات کی اس پیمانے کی دلچسپی دیکھنے کو نہیں ملتی، جو الیکشن کے دوران اپنے امیدوار کو جتوانے کے لیے در در کی خاک چھانتے ہیں۔ جوتے اٹھاتے ہیں۔ منتیں کرتے ہیں۔ جھک جاتے ہیں۔ وہ امیدوار جو صرف پانچ سالوں کے لیے منتخب ہوتا ہے، اس کے لیے اتنی دوڑ دھوپ!!!اور یہاں یونیورسٹی کا قیام جو صرف چند سالوں کے لیے نہیں، بلکہ صدیوں بلکہ نسلوں کی در رخشاں مستقبل کا ضامن ہے۔ اس سے ایسی لاتعلقی اور سرد مہری!!!

یونیورسٹی کی تحریک میں وہ طلبہ پیش پیش ہیں، جن کے پاس کرایہ تک نہیں ہوتا کہ کوئٹہ جاکر سیکرٹریٹ کی گرد آلود ٹیبلوں سے فائل نکال کر موو کریں۔ اس پر مستزاد یہ کہ جو طلبہ اس کام کے لیے کوئٹہ گئے تھے، وہ اس لیے واپس آگئے کہ ان کے امتحانات شروع ہو چکے ہیں۔ اس کا نقصان یہ ہوا کہ دس دن سے فائل ایک ہی ٹیبل پر ایلفی کے ساتھ چپکی ہوئی ہے اور بجٹ سر پر آگیا ہے۔ ساری بیوروکریسی اسی کی تیاری میں لگی ہوئی ہے۔ اس لاوارث اور یتیم فائل کو ہے کوئی گود لینے والا؟ اس کاغذ کو ہے کوئی اٹھانے والا؟ جس پر نسلوں کی امیدوں کے نقوش کندہ ہیں۔

قابل رحم ہے وہ قوم، جس کے بچے تو تعلیم چاہتے ہیں، مگر ان کے بڑے مادی آسائشوں اور سیاسی کروفر میں دلچسپی رکھتے ہیں۔

ایک اندازے کے مطابق رخشان ڈویژن کے مختلف کالجز سے ہر سال ڈھائی تین ہزار طلبہ وطالبات FA اور FSc کے امتحانات دیتے ہیں، لیکن مزید تعلیم اس لیے جاری نہیں رکھ پاتے کہ دوسرے بڑے شہروں میں جانے کی گنجائش نہیں رکھتے۔

رخشاں یونیورسٹی کے قیام کے لیے اس سے بہتر موقع کیا ہوسکتا ہے کہ ہائر ایجوکیشن اینڈ ٹیکنیکل کالجز کے سیکرٹری کا تعلق خاران سے ہے اور خاران کا اپنا عوامی نمائندہ وہ ہے، جسے الیکشن میں عوام نے صرف اس وجہ سے منتخب کیا تھا کہ وہ تعلیم یافتہ اور قوم دوست ہے۔

تاہم عوامی حلقوں میں بیداری کی لہر دوڑانی ہوگی۔ اگرچہ اس وقت ری ایکشن سے زیادہ ایکشن مفید اور کارآمد ثابت ہوتا ہے۔ پھر بھی ری ایکشن بھی بسااوقات پالیسی سازوں پر اثرانداز ہوتا ہے؛ لہٰذا آل پارٹیز کی صورت میں ایک منظم جدوجہد کی ضرورت ہے، جس میں سیاسی پوائنٹ سکورنگ نہ ہو۔ سیاسی اور جماعتی مفادات کے لیے یہ تحریک ہائی جیک نہ ہو۔

اس کے علاوہ عملی اور حقیقی ایکشن کے طور پر طلبہ کی کمیٹی کو کمک پہنچانی چاہیے۔ ان کے ساتھ دامے درمے سخنے جڑ جانا چاہیے۔ مزید ایسے نوجوانوں سے بھی کام لیا جائے، جو افسر شاہی داؤ پیچ اور تاخیری حربوں سے واقف ہوں، جو شب و روز فائل کے پیچھے لگے رہیں۔ اس بجٹ کا لمحہ اگر ضائع کیا، تو صدیوں کا نقصان اٹھانا پڑے گا۔

لمحوں نے خطا کی، صدیوں نے سزا پائی

تحریک کے تین مراحل میں شہید کا نمایاں رول

چناں چہ اس تحریک سے ایم پی اے ثناء بلوچ پر اچھا خاصا دباؤ پڑ گیا تھا اور اس PSDP میں انہوں نے یونیورسٹی کے قیام کے لیے ابتدائی کام کرنے کے لیے 20 کروڑ روپے کی منظوری کروائی تھی۔ اس تحریک میں طلبہ پر مشتمل جس کمیٹی نے سب سے بڑا رول ادا کیا، قاری شہیدؒ اس کمیٹی کے بھی رکن رکین تھے۔

اس تحریک نے تین مراحل میں جدوجہد کی:

- سوشل میڈیا کے تمام پلیٹ فارمز پر ٹرینڈز۔
- عوامی بیداری کے لیے پریس کانفرنس ریلیاں وغیرہ۔
- کوئٹہ سیکرٹریٹ میں یونیورسٹی فائل کی فالواپ۔

جدوجہد کے ان تینوں مراحل میں قاری شہیدؒ صف اول میں موجود تھے، بلکہ تحریک کی پالیسی میکنگ کے ہر عمل میں شریک و سہیم تھے اور جس دن اسمبلی میں یونیورسٹی کے لیے بجٹ پیش ہوا تھا، شہیدؒ اس اجلاس میں شریک تھے اور یہ کمیٹی کئی دن تک کوئٹہ کے دفاتر کے چکر کاٹتی رہی اور

یونیورسٹی کے فائل کو موو کرتی رہی اور بعد میں اسمبلی اجلاس کے اندر بھی شریک ہوئی، جہاں سے تازہ اپڈیٹ دیتے ہوئے قاری شہیدؒ نے لکھا تھا: دوستو! تفصیل بعد میں دیں گے، فی الحال اتنا بتادوں کہ جو بجٹ وزیر خزانہ نے پڑھا اور پیش کیا، وہ میرے ہاتھ میں ہے۔ اس کی یونیورسٹیز لسٹ میں رخشان یونیورسٹی کا نام نہیں ہے۔ البتہ جب اسکو پورا پڑھا گیا، تو منسٹر نے زبانی تسلی دی کہ فنڈ مختص ہے۔ الغرض! اس تحریک کی اس جدوجہد میں قاری شہیدؒ ہراول دستہ میں شامل تھے اور ان کی جدوجہد کو تاریخ کے صفحات میں یادرکھا جائے گا۔

بلوچستان بھر میں CTSP ٹیچرز کی تحریک

ٹیچرز کی تعیناتی میں عبدالقدوس بزنجو کے دور حکومت میں جو بدنظمی ہوئی تھی، اس کے خلاف امیدواران سراپا احتجاج تھے۔ خاران میں بھی جب تحریک چلائی گئی، تو اس میں بھی قاری شہیدؒ نے شرکت کی۔

بند اسکولز کھولنے کی مہم

2018ء میں سیاپاد قومی اتحاد کی طرف سے جو نورکنی کمیٹی تشکیل دی گئی تھی، قاری شہیدؒ اس کے رکن تھے اور اس کمیٹی کے اہم مقاصد میں سے ایک یہی مقصد طے پایا تھا کہ دور دراز علاقوں اور گاؤں دیہات میں جو اسکولز بند ہیں اور ان کے ٹیچرز ڈیوٹی نہیں دے رہے ہیں، ایسے سکولوں کو کھول دیا جائے اور انہیں باقاعدہ فعال کیا جائے؛ تاکہ علاقے کے بچے تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو سکیں اور علاقے میں جہالت اور بے علمی کی جو تاریکی چھائی ہوئی ہے، وہ ختم ہوجائے۔ اس حوالے سے انہوں نے خطے کے دور دراز علاقوں کا دورہ کیا۔ سروے کیا۔ ڈیٹا جمع کیا اور ایسے بند اسکولز کھولنے کی ایک باقاعدہ اور منظم مہم شروع کی۔

ٹیچرز کو تنخواہ اور بچوں کو کتب کی فراہمی

معروف صحافی سفرخان راسکوہی قاری شکر اللہ شہیدؒ کے ساتھ اس فاؤنڈیشن میں بطور جنرل سیکرٹری کام کررہے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ سیاپاد قوم کے دیگر مخیر حضرات سے چندہ کرکے راسکوہ کے

مختلف علاقوں کا دورہ کیا گیا اور بچوں میں کتابیں اور کاپیاں تقسیم کی گئی اور ایک دو گاؤں میں ٹیچرز بھی اپنے خرچے پر رکھ لیے، جن کی ماہوار تنخواہ نور کنی کمیٹی کی طرف سے دی جاتی تھی۔

اسٹوڈنٹس کے نصف کرایہ کے لیے جدوجہد

مہذب اور ترقی یافتہ دنیا میں علم کی قدر ایسی ہے کہ طلبہ سے نصف کرایہ لینے کا قانون نافذ ہے۔ یہ قانون ہمارے ملک میں بھی ہے، مگر نافذ نہیں۔ کوچ مالکان اپنی من مانیاں کرتے ہیں، جس کی وجہ سے غریب طلبہ کرایہ نہ ہونے کی بناء پر کہیں اور جا نہیں سکتے کہ اپنی تعلیم مزید جاری رکھ سکیں۔ اخلاق حسنی لکھتے ہیں کہ قاری صاحبؒ شاید وہ واحد شخص تھے، جو ہمیشہ سوشل میڈیا میں یہ مسئلہ اٹھاتے رہے۔ نہ صرف آواز اٹھاتے تھے، بلکہ اپنی ذاتی قابلیت سے عملی کردار بھی ادا کرتے تھے۔ بقول کچھ طلبہ دوستوں بشمول فضل الرحمٰن کے کہ قاری صاحبؒ نے کئی مرتبہ کوچ مالکان سے رابطہ کر کے طلباء کا کرایہ آدھا کروایا تھا۔

اسکالرشپ کے لیے طلبہ کے احتجاج میں شرکت

ایک دفعہ خاران بازار میں کالج کے طلبہ نے ایک احتجاجی دھرنے کا کیمپ لگایا تھا۔ کئی دن تک بیٹھے رہے۔ قاری شکر اللہ شہیدؒ بھی مسلسل اس میں شرکت کرتے رہے۔ ایک دن مجھے کہنے لگے کہ کاش کہ ہماری جمعیت علماء اسلام کی ضلعی قیادت بھی اس کیمپ میں اظہار یکجہتی کے لیے آجاتی؛ تاکہ طلبہ کے مسائل کو جماعت کے توسط سے ہائی لائٹ کیا جاتا اور جماعت کا اپنا امیج بھی بہتر ہوتا کہ اسے اس سلگتے ہوئے عوامی اور تعلیمی ایشو کا احساس ہے اور وہ طلبہ کے اس درد میں ان کے ساتھ شریک ہے۔ مجھے یاد نہیں کہ ان کی یہ تمنا پوری ہوئی کہ نہ ہوئی۔ بہر حال! انہیں ایسی چیزوں کا ادراک بھی تھا اور اس کے سیاسی نفع وضرر کا احساس بھی۔

(4)۔۔۔تنازعات کا تصفیہ اور ثالثی کا کردار

سماج میں تنازعات کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے، مگر ذمہ دار معاشرے کے مخلص افراد ان کا

حل نکال لیتے ہیں۔ قاری شہیدؒ کو اللہ تعالیٰ نے خیر خواہی کا جذبہ عطاء فرمایا تھا۔ صلح جو طبیعت کے مالک تھے۔ مسلمان بھائیوں کے باہمی تنازعات کے حل میں ایک مخلص اور خیر خواہ ثالث کے طور پر عمل پیرا تھے۔ اس سلسلے میں ان کی زندگی میں بہت سارے چھوٹے بڑے واقعات پیش آئے ہوئے ہوں گے، مگر دو کا تذکرہ کافی ہے:

کالج انتظامیہ اور استاد کے مابین

ایک زمانے میں ڈگری کالج خاران کی انتظامیہ اور ایک استاد کے درمیان بڑی چپقلش چل رہی تھی۔ اس میں طلباء کو بھی استعمال کیا گیا۔ ریلی نکالی گئی۔ نعرے لگوائے گئے اور تنازعہ بڑھتا گیا۔ اس دوران جن چند طلبہ نے صلح کی کوششوں کا آغاز کیا، قاری شہیدؒ ان میں سر فہرست تھے۔ قاری شکر اللہؒ کئی بار خود ذاتی طور پر استاد محترم سے ملے؛ تاکہ مسئلے کا کوئی حل نکل سکے۔ تین چار مہینے تک یہ مسئلہ چلتا رہا۔

اس دور کے کالج کے ایک سٹوڈنٹ انعام جان کہتے ہیں کہ میں نے قاری صاحبؒ کو کہا کہ یہ بڑا پیچیدہ اور لاینحل مسئلہ ہے اور کشیدگی بہت بڑھ گئی ہے۔ دونوں فریقین دھمکی آمیز لہجے تک پہنچ گئے ہیں؛ لہٰذا آپ مزید کوشش کریں اور مسئلہ حل کریں، تو قاری صاحبؒ نے بھرپور کوشش کرکے یہ مسئلہ حل کروادیا۔ اس کے کئی دن بعد میں نے ان کو کہا کہ جماعت کے پاس مرکز میں مولانا فضل الرحمٰن ہیں اور خاران میں ہمارے مولانا فضل الرحمٰن آپ ہیں، تو فرمانے لگے: ہمارا نصیب ایسا کہاں ؟ہم کہاں اور مولانا کا درجہ کہاں ؟؟؟!!!

لاہور ٹوور میں دو طلبہ کے درمیان تصفیہ

ایک دفعہ کالج کے طلبہ لاہور ٹوور پر گئے۔ قاری شہیدؒ ساتھ تھے۔ وہاں رات کو انہی میں سے دو طلباء کے درمیان کسی بحث و مباحثے کے نتیجے میں تلخ کلامی ہوگئی اور بات لڑائی تک پہنچ گئی۔ دونوں ناراض ہوگئے۔ قاری شہیدؒ رات بھر انہیں منانے میں لگ گئے اور دونوں کو کہا کہ آپ دونوں میرے چھوٹے بھائی کی طرح ہو۔ دیار غیر میں آئے ہیں۔ مناسب نہیں ہے کہ یہ تنازعہ چلتا

رہے اور ہم اس حال میں ٹوؤر گزاریں کہ آپس میں بات چیت ہی نہ ہو۔ الغرض! دونوں کو منالیا اور اسی رات وہ شیر و شکر ہو گئے۔ یوں پورا ٹوؤر کسی بدمزگی اور تناؤ کی کیفیت میں جانے سے بچ گیا۔

(5)۔۔۔غیر سیاسی اجتماعی و عوامی مسائل کے حل میں کردار

ٹرانسپورٹرز کے ناجائز کرایوں میں کمی کی کوشش

ابھی حال ہی میں خاران میں ٹرانسپورٹرز کے ناجائز کرایوں اور اس میں آئے روز اضافے پر آل پارٹیز گروپ میں ایک بحث چل رہی تھی، تو اس میں محسن خان نوشروانی نے 25 فروری 2024ء کو لکھا: ایک دفعہ خاران کے ٹرانسپورٹرز کے کرائے کے ناجائز اضافے پر کمشنر اور ڈپٹی کمشنر سے ایک وفد نے ملاقات کی، جس میں قاری شکر اللہ شہیدؒ بھی شامل تھے، مگر چند نام نہاد سیاست دانوں نے ٹرانسپورٹرز کے حق میں فیصلہ کیا کہ کرایہ بڑھانا ٹرانسپورٹرز کا حق ہے، تو قاری شکر اللہ حنفی شہیدؒ نے اسٹوڈنٹس ونگز کی نمائندگی کرتے ہوئے اسسٹنٹ کمشنر کو بڑے اچھے انداز میں آئینہ دکھایا۔ بدبختی سے ہماری عوام ساتھ دینے والوں میں سے نہیں ہے۔ اس وقت گروپ میں بہت سے ممبرز تھے، جن کے لیے ہم لڑ رہے تھے کہ کرایہ مناسب ہونا چاہیے۔ جن کے لیے ہم فریاد کر رہے تھے، انہی لوگوں نے یہاں تک زحمت نہ کی کہ اس پروپیگنڈا اور الزامات پر سخت ردعمل دکھائیں۔

مختلف عوامی مظاہروں اور کیمپوں میں شرکت

عوامی مسائل کے حل کے لیے کوئی احتجاجی ریلی یا احتجاجی کیمپ قائم ہوتا، یا خاران میں جو آئے روز پانی بجلی کے مسائل پر احتجاج اور ریلی کشی ہوتی ہے۔ ہر ایک میں قاری شہیدؒ اپنی جماعت کے نمائندے کے طور پر شریک ہوتے تھے۔ اگر ایسے عوامی مسائل کے حل کے لیے کوئی مذاکراتی کمیٹی یا وفد تشکیل پاتا، تو اس میں بھی زیادہ تر وہ اپنی پارٹی کی نمائندگی کو برقرار رکھواتے تھے۔ افسران اور حکام سے ملاقاتیں کر کے اپنا مؤقف مدلل انداز میں پیش کرتے تھے۔

فصل سوم۔۔۔ سیاسی خدمات

جے ٹی آئی خاران کا عہدِ حنفی

جے ٹی آئی کا مختصر تعارف

جمعیت طلباء اسلام اپنی تنظیمی نوعیت کے اعتبار سے جمعیت علماء اسلام پاکستان کی ذیلی تنظیم اور طلباء ونگ ہے، جس کی تاریخ تاسیس بمقام لاہور 19 / اکتوبر 1969 بتائی جاتی ہے۔ مفتی محمودؒ کے بعد جمعیت علماء اسلام کی موجودہ قیادت مولانا فضل الرحمٰن کی سرپرستی میں یہ تنظیم درج ذیل اغراض و مقاصد کے تحت کام کرتی ہے:

- اسلام کے صحیح عقائد و نظریات کی تبلیغ و اشاعت کرنا۔
- عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ کرنا۔
- صحابہ کرامؓ کو معیار حق و صداقت سمجھنا۔
- ناموس رسالت و صحابہ کا تحفظ کرنا۔
- راہ خدا میں جہاد کرنے کا جذبہ پیدا کرنا۔
- دینی و فنی طلباء کے درمیان فرنگی سامراج کی پیدا کردہ تفریقوں کو ختم کرنا۔
- اسلامی نظامِ تعلیم کے عملی نفاذ کے لیے جدوجہد کرنا۔
- طلبہ کی اخلاقی و فکری تربیت کا اہتمام کرنا۔
- طلباء کے جائز تعلیمی مسائل کے حل کے لیے جدوجہد کرنا۔
- اسلام مخالف افکار و نظریات کا تعاقب اور سدباب کرنا۔

جے ٹی آئی کی نشاۃ ثانیہ

جمعیت علماء اسلام ضلع خاران کے امیر مولانا عظمت اللہ انقلابی کہتے ہیں کہ کسی زمانے میں جے ٹی آئی میں مرحوم حافظ عبدالرب شہید وغیرہ فعال تھے۔ان کے بعد ہم نے ذمہ داریاں سنبھالیں اور ہمارے بعد ایک عرصے تک جے ٹی آئی غیر فعال رہی۔ یہ غالباً 2006 تا 2015ء کا دورانیہ تھا۔ اس کے بعد جب قاری شکر اللہ شہید 2015ء کو اس میدان میں آئے، تو گویا کہ جے ٹی آئی کی نشاۃ ثانیہ کا سبب بن گئے اور ہم جیسے لوگوں کی رسائی چوں کہ عصری اداروں تک نہ تھی، تو قاری شکر اللہؒ نے اسکولز اور کالجز میں اسے بھرپور متعارف کروایا۔ کئی سیمینارز منعقد کروائے۔ ڈاکٹر سرفراز شہید وغیرہ کے نام پر بھی سیمینار منعقد ہوا۔ گزشتہ 10 سال سے جے ٹی آئی کی صدارت ان کے پاس رہی۔ پھر صوبائی سطح پر بھی ان کا نام پیش کیا گیا، مگر بدقسمتی سے صوبائی کابینہ میں اس لیے شامل نہ کیا گیا کہ تگڑی سفارش میسر نہ تھی۔

قاری شکر اللہ حنفی شہیدؒ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہیں تین بار مسلسل جمعیت طلبہ اسلام ضلع خاران کی صدارت کے لیے منتخب کیا گیا، جو 2015ء سے شروع ہو کر تادم شہادت 2024ء کے ادوار پر محیط ہے۔ان کے عہد صدارت کے آغاز، ارتقا اور کامیابیوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل پانچ عنوانات کی صورت میں پیش خدمت ہے:

- جے ٹی آئی کی صدارت کے تین ادوار پر ایک نظر
- دینی مدارس میں فعالیت اور اس کا منہج
- عصری اداروں میں فعالیت اور اس کا منہج
- تنظیمی مشکلات اور کارنامے
- کامیاب کارکن بننے کے اصول عشرہ

جے ٹی آئی کی صدارت کے تین ادوار

قاری شکر اللہ حنفی شہیدؒ 2015ء سے 2024ء تک مسلسل تین بار جے ٹی آئی خاران کے منصب صدارت پر فائز ہوتے رہے۔ پہلی بار 26 نومبر 2015ء کو قاری شہیدؒ صدر اور جنرل سیکرٹری قاری عزت اللہ عابد منتخب ہوئے۔

قاری عزت اللہ عابد اس کی تفصیل یوں بتاتے ہیں:

صوبائی کنوینر نصر اللہ گرگناڑی اور نعمت اللہ جمالدینی کی نگرانی میں 26 نومبر 2015ء کو خاران کے انتخابات ہوئے۔ قاری شکر اللہ 65 ووٹ لے کر صدر منتخب ہوئے اور قاری عزت اللہ عابد 67 ووٹ لے کر جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ کابینہ کے دیگر اراکین درج ذیل تھے: اکرام اللہ شاہوانی نائب صدر، اسرار اللہ سراوانی نائب صدر دوم، شاہ حسین ڈپٹی جنرل سیکرٹری، ارشاد زہری جوائنٹ سیکرٹری، خلیل کبدانی سیکرٹری اطلاعات، خالد محمود معاون اطلاعات، شکر اللہ فاروقی خازن، نعیم ثناء معاون خازن، عطی اللہ معاون خازن، اخلاق نور ڈپٹی جوائنٹ سیکرٹری۔ پھر اس کابینہ میں مزید ترمیم 9 مئی 2017ء کو کی گئی، جس کے مطابق حسب ذیل عہدے دار نامزد ہوئے:

صدر قاری شکر اللہ حنفی، جنرل سیکرٹری قاری عزت اللہ عابد، سینئر نائب صدر خلیل عالم کبدانی، عبداللہ زید ڈپٹی جنرل سیکرٹری، عبدالحمید جوائنٹ سیکرٹری، ارشاد زہری ڈپٹی جوائنٹ سیکرٹری، اخلاق نور یلانزئی سیکرٹری اطلاعات، خالد محمود ڈپٹی اطلاعات، حفظ اللہ پریس سیکرٹری، آفاق عابد خازن، حافظ نعیم ثناء معاون خازن، عطی اللہ معاون دوم۔

دوسری صدارت کا دور

اس دور میں قاری شہیدؒ صدر تھے اور جنرل سیکرٹری محمد مہران تھے۔ اس عہدِ صدارت کا ریکارڈ ہمیں باوجود تلاش اور متعلقہ لوگوں سے مسلسل رابطے کے نہیں مل سکا۔

تیسرا عہدِ صدارت

جے ٹی ائی خاران کی تیسری صدارت پر قاری شہیدؒ اکتوبر 2021ء کو منتخب ہوئے، جس کی روداد میں لکھا ہے کہ آج بروز ہفتہ 30/ اکتوبر 2021ء جمعیت طلبہ اسلام خاران کے ضلعی انتخابات کا انتخابی اجلاس زیر صدارت شکر اللہ، زیر سرپرستی مفتی عبد الغفار، زیر نگرانی صوبائی جنرل سیکرٹری شاہ زائد مشوانی، سینیر نائب صدر حافظ جمیل احمد ابرار، نائب صدر عبد المنان عاجز اور ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات حبیب الرحمٰن مینگل کی موجودگی میں منعقد ہوا۔ پینل کے لیے درج ذیل نام پیش کیے گئے: قاری شکر اللہ حنفی، محمد طاہر عثمانی، شاہ حسین، شکر اللہ فاروقی، زید الرحمٰن۔

تلاوت کلام پاک قاری عبد الجبار نے کی۔ تمام معزز اراکین ضلعی مجلس عمومی کی کثرت رائے سے آئندہ ایک سالہ سیشن کے لیے شکر اللہ حنفی صدر اور حافظ محمد طاہر جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ بعد میں صدر اور جنرل سیکرٹری نے درج ذیل کابینہ تشکیل دی:

صدر قاری شکر اللہ حنفی، سینئر نائب صدر شکر اللہ فاروقی، جنرل سیکرٹری حافظ محمد طاہر عثمانی، نائب صدر اول جنید احمد، نائب صدر دوئم نظام الدین، جنرل سیکرٹری احمد شعیب، جوائنٹ سیکریٹری محمد زکریا، خازن صبر اللہ، معاون خازن اسرار احمد، سیکرٹری اطلاعات اکرام اللہ حسنی، ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات طارق ابراہیم۔

دینی مدارس میں فعالیت اور اس کا منہج

قاری شکر اللہ شہیدؒ نے اپنی صدارت کے تینوں ادوار میں جمعیت علماء اسلام کو ضلع خاران میں جس طرح فعال کیا، وہ ایک بہترین دور کہلاتا ہے۔ آپ کے میدان جدوجہد کے دو رخ تھے:

1) دینی مدارس میں جے ٹی آئی کی فعالیت،

2) اور عصری اداروں میں اس کی فعالیت۔

دونوں میدانوں میں آپ کا جو منہج اور طریقہ کار تھا، آئندہ سطور میں ان کا مختصر تذکرہ کیا جائے

گا؛ تاکہ مستقبل کے کارکنوں کو اس سے کچھ رہنمائی ملے۔

دینی مدارس میں یونٹ سازی پر بھرپور توجہ

جے ٹی آئی کا اصل مرکز دینی مدارس ہیں۔ یہاں سے اسے ہم فکر افراد کی کھیپ میسر ہوتی ہے؛ اس لیے قاری شہیدؒ نے اپنی محنت کا سب سے بڑا میدان اسی کو بنایا۔ شہیدؒ نے ہر قابل ذکر مدرسے میں جے ٹی آئی کا یونٹ کھول دیا اور اس کے لیے شب و روز تگ ودو کی اور ایک دن میں کئی کلومیٹر کے اسفار طے کیے۔ اپنے دور میں دینی مدارس میں جو یونٹ تشکیل دیے، ان کی کارگزاری رپورٹ مختصراً حسبِ ذیل ہے؛ تاکہ دستاویزی شکل میں یہ تاریخی ریکارڈ محفوظ رہے:

1) 12/ اپریل 2016ء، جامعہ دارالعلوم خاران یونٹ، جنرل سیکرٹری: عبدالحمید شمسی۔
2) 21/ اپریل 2016ء، جامعہ دارالعلوم صفہ، ڈاکٹر خالد محمود سومرو شہید یونٹ، صدر: حافظ عبدالواسع، بعد میں سیف اللہ، جنرل سیکرٹری: حافظ گل نواز۔
3) 13/ اگست 2016ء احسن العلوم، ابو حنیفہ یونٹ، صدر: فیصل محمود۔
4) 9/ اگست 2016ء، مدرسہ فاروقیہ یونٹ، صدر: عطی اللہ۔
5) 28/ اگست 2016ء، شہید خالد محمود سومرو یونٹ، مدرسہ دارالقران والسنہ سوپک، صدر: حافظ عبدالمالک، جنرل سیکرٹری: اسامہ۔
6) شہید مہر اللہ یونٹ، مدرسہ خیر المدارس ڈنو۔
7) مدرسہ جنگل یونٹ، صدر: محمد موسیٰ، جنرل سیکرٹری: عبید اللہ۔
8) 29/ اگست 2016ء، مدرسہ حقانیہ سیاپٹ یونٹ، صدر: ملا حذیفہ، جنرل سیکرٹری: عبد المطلب۔
9) سرفراز شہید یونٹ، صدر: علی جان۔
10) 30/ اگست 2016ء، شیخ الہند یونٹ، صدر: حافظ زکریا۔
11) مصباح العلوم یونٹ، صدر: سکندر، جنرل سیکرٹری: عید محمد۔

12) 12/ جولائی 2017ء، شیخ الہند یونٹ، کوہی آب، صدر: جمشید علی، جنرل سیکرٹری: یاسر احمد۔

13) قاسم العلوم یونٹ، ایری کلگ، کنوینر: تنذر۔

14) 20 جولائی 2017ء، فکرِ نانوتوی یونٹ، سراوان۔

15) شیخ الہند یونٹ، جامع مسجد خاران، صدر: محمد اکرام، جنرل سیکرٹری: الطاف الرحمٰن۔

16) 29 جولائی 2017ء، ڈاکٹر خالد محمود سومرو یونٹ، لجے، صدر: احمد جان، جنرل سیکرٹری: حافظ غلام اللہ۔

17) 31 جولائی 2017ء، مفتی محمود یونٹ، سراوان، صدر: اسرار اللہ، جنرل سیکرٹری: ظہور احمد۔

18) شہید قاضی یحییٰ جان یونٹ، صدر: عتیق الرحمٰن، جنرل سیکرٹری: اسرار اللہ حنفی۔

19) 3/ اگست 2017ء، محمدیہ یونٹ، صدر: ثناء اللہ، جنرل سیکرٹری: فراز احمد۔

20) 6/ اگست 2017، ابوبکر صدیق یونٹ، صدر: شہاب الدین، جنرل سیکرٹری: عبدالسمیع۔

تیسری صدارت میں یونٹ سازی

واضح رہے کہ دوسری صدارت کے ریکارڈ نہیں مل سکے۔ تیسرے عہدِ صدارت میں درج ذیل یونٹس قائم کیے گئے:

1) 15/ جنوری 2022، سرفراز شہید یونٹ، کلی مسیت، صدر: اللہ بخش، جنرل سیکرٹری: خدا بخش۔

2) شہید مہر اللہ یونٹ، صدر: محمد اعزاز، جنرل سیکرٹری: عفی اللہ۔

3) محمودیہ یونٹ، کنری، محمد اسامہ، محمد امجد۔

4) 17/ جنوری 2022ء، صدیق اکبر یونٹ، جنگل، امداد اللہ/حذیفہ۔

5) صدیق اکبر یونٹ، نارو، عبدالغنی/آفاق احمد۔

6) خالد محمود یونٹ، سوپک، محمد مزمل/محمد یاسین۔

7) رحمت للعالمین یونٹ، کوٹان، سلمان/فیض اللہ۔

8) 19/ جنوری ڈاکٹر سرفراز شہید یونٹ، جوژان، جمیل احمد/محمد احمد۔

9) 26 جنوری 2022ء، ڈاکٹر خالد سومرو شہید، عدنان/حامد الحق۔

10) غفاریہ یونٹ، دارالعلوم غفاریہ، سوربڑو، امجد علی/زاہد علی۔

11) 27 جنوری 2022ء، شیخ الہند یونٹ، کوہی آب، محمد عاطف/تاج الدین۔

12) 18/ جون 2022ء، امام ابوحنیفہ یونٹ، اسرار احمد/شاہ فیصل۔

13) 22 جون 2022ء، حقانیہ سیاہ پٹ، سیف اللہ/عباد الرحمٰن۔

14) 23 جون 2022ء، شیخ الہند یونٹ جامع مسجد، شعیب احمد/عبدالمطلب۔

15) 26 جون 2022ء، قاسم العلوم یونٹ، اکرام اللہ/ارسلان۔

16) بدرالعلوم یونٹ، محمد مہران/محمد عامر۔

17) حقانیہ کلاں، شاہزیب/سفیان۔

18) محمدیہ کلاں، کلیم اللہ/مقبول احمد۔

19) 4/ اگست 2022ء، تحصیل سرخاران، حماداللہ/شبیر عثمانی۔

20) 13/ جولائی 2023ء، فاروقیہ یونٹ، صدر: صبراللہ۔

21) 15/ جولائی 2023ء، محمدیہ یونٹ، محمد جواد/نعیم اللہ۔

22) دارالعلوم الصفہ، عابد حسین/محمد لقمان۔

جلسے اور پروگرامات

پہلی صدارت میں:

- 28/ اپریل 2016ء، ختم القرآن تربیتی کانفرنس، مدرسہ بدر العلوم انوریہ، خاران۔
- 12/ مئی 2016ء، عزم انقلاب کانفرنس۔
- 6/ اکتوبر 2016ء، ڈاکٹر سرفراز شہید کنونشن، مدرسہ فاروقیہ، خاران۔

- 16/ نومبر 2016ء، تربیتی پروگرام، جوژان۔
- 30 نومبر 2016ء، تربیتی پروگرام، فاروقیہ۔
- 9 دسمبر 2016ء، تربیتی پروگرام، سراوان۔
- 4 جنوری 2017ء، تربیتی پروگرام ڈاکٹر سرفراز شہید یونٹ، جوژان۔
- 7/ اپریل 2017ء، صد سالہ جلسہ میں شرکت، پشاور۔
- یکم مئی 2017ء، مزدور ریلی میں شرکت۔
- 20 جون 2017ء، افطار پارٹی، 24 رمضان المبارک۔

دوسری صدارت میں

- فروری 2021ء، تربیتی پروگرام، مدرسہ فاروقیہ، خاران۔
- 29 مارچ 2021ء، تعلیمی سیمینار ڈگری کالج، خاران۔ "سائنسی ترقی میں مسلمان سائنسدانوں کا کردار"
- 15/ اگست 2021ء، علماء کنونشن، خاران۔
- 14/ اکتوبر 2020ء، مرکزی انتخابی اجلاس میں شرکت۔
- 6 جنوری 2021ء، صوبائی نمائندہ اجلاس میں شرکت۔
- عزمِ نو کنونشن کوئٹہ میں شرکت۔
- مرکزی مجلسِ عمومی کے اجلاس میں شرکت۔

تیسری صدارت میں پروگرامات

- 27 جنوری 2022ء، تربیتی پروگرام، مدرسہ عبداللہ ابن مسعود، جوژان۔
- 11/ ستمبر 2022ء، تربیتی پروگرام، دارالعلوم خاران۔
- دورۂ دالبندین بسلسلہ حلف برداری جے ٹی آئی، چاغی۔
- مفتی محمود کانفرنس اسلام آباد میں شرکت۔

★ اسلام آباد سفر، اپریل 2023ء۔

عصری اداروں میں فعالیت اور اس کا منہج

قاری شکر اللہ حنفی شہیدؒ نے عصری اداروں میں جے ٹی آئی کو فعال کرنے کے لیے جو منہج اور طریقہ کار اختیار کیا، اس کے چند پہلو پیش خدمت ہیں:

لوکل کمیٹی میں حقِ نمائندگی کا حصول

ضلع میں جو لوکل سرٹیفکیٹ کے ایشوز ہوتے ہیں، ان کے لیے ضلعی سطح پر باقاعدہ ایک لوکل کمیٹی وجود رکھتی ہے، جس میں مختلف تنظیمی طلبہ میں سے ممبران بھی موجود ہوتے ہیں، مگر ان ممبران کا تقرر انتخابات کے ذریعے ہوتا ہے۔ جس کو زیادہ ووٹ ملیں، وہی لوکل کمیٹی کا ممبر منتخب ہوتا ہے۔ بظاہر یہ مقابلہ وہاں جیتنا ایک مذہبی تنظیم کے لیے بھاری پتھر اٹھانے کے مترادف ہے، جہاں قوم پرست تنظیموں کا غلبہ ہو، مگر قاری شہیدؒ نے یہ انتخابی معرکہ بھی سر کیا۔ اس کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے:

لوکل کمیٹی کے انتخابات میں دھماکے دار کامیابی

قاری شکر اللہ شہیدؒ نے 28 نومبر 2016ء کی رپورٹ میں لکھا ہے کہ ڈگری کالج خاران میں ہر سال لوکل کمیٹی کے دو رکن منتخب ہوتے ہیں، جن کی ذمہ داری ہے کہ وہ خاران میں لوکل بنانے والوں کے لوکل کی چھان بین کر کے تحقیقات کریں؛ تاکہ غیر مقامی کوئی فرد لوکل نہ بنا سکے۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی الیکشن کیے گئے۔ الیکشن سے پہلے پرنسپل کا فیصلہ تھا کہ ایک اسٹوڈنٹ میں سلیکٹ کروں گا، دوسرا ممبر اسٹوڈنٹس خود سلیکٹ کریں اور پرنسپل نے مجھ ناچیز شکر اللہ حنفی کو سلیکٹ کرنے کا فیصلہ کیا، مگر قوم پرست تنظیم بی ایس او پجار کے ایک وفد نے گزشتہ روز پرنسپل سے ملاقات کرتے ہوئے اعتراض کیا کہ دونوں ممبران کے الیکشن ہو جائیں۔ حافظ شکر اللہ کی سلیکشن کو ہم

نہیں مانیں گے۔ پرنسپل نے مجبور ہو کر صبح کو دونوں ممبران کے الیکشن کا فیصلہ کیا، جس کا جے ٹی آئی نے خیر مقدم کیا؛ کیوں کہ استاد کا فیصلہ تھا۔

اس الیکشن کے لیے ہال میں جانے سے پہلے بی این پی کے جنرل سیکرٹری ندیم سیاپاد نے کالج میں آکر تمام اسٹوڈنٹس کو جمع کر کے ذہن سازی شروع کی، جو کہ ایک غیر قانونی عمل تھا۔ بہر حال! الیکشن میں بی ایس او مینگل، بی ایس او پجار، ایم ایس او، جے ٹی آئی نے بھرپور حصہ لیا۔ اس کے ساتھ آزاد ممبران نے بھی حصہ لیا۔ پہلے ممبر کے لیے بی ایس او مینگل کے زکریا، بی ایس او پجار کے غنی حسرت، جے ٹی آئی کے صدر شکر اللہ حنفی، ایم ایس او سے محمد عامر نے حصہ لیا، جس میں جے ٹی آئی کے امیدوار شکر اللہ حنفی نے بھاری اکثریت سے ووٹ لے کر پہلی بار قوم پرستوں کو مکمل شکست دے دی۔ دوسرے ممبر کے لیے جے ٹی آئی کے حمایتیافتہ آزاد امیدوار عباد الرحمٰن بھاری اکثریت سے ووٹ لے کر منتخب ہو گئے، جس کے بعد قوم پرستوں کو مکمل مایوسی ہوئی اور کچھ نے پروپیگنڈا کیا اور کچھ نے مبارک باد دی۔

ڈپٹی کمشنر کی ہیرا پھیری کا مقابلہ

قاری شکر اللہؒ مزید لکھتے ہیں کہ 30 نومبر 2016ء کو ہم دونوں ممبران پرنسپل سے آرڈر لے کر ڈپٹی کمشنر اور اسسٹنٹ کمشنر سے ملنے اور رپورٹ پہنچانے گئے، تو بی ایس او مینگل کے سینیر نائب صدر سابق ممبر زکریا ساتھ آئے تھے، لیکن دوسری طرف دونوں بی ایس او کے کچھ ذمہ دار اور غیر ذمہ دار پروپیگنڈے میں مصروف عمل تھے۔ انہوں نے ڈپٹی کمشنر کو درخواست دی تھی کہ موجودہ نومنتخب ممبران کا تعلق جمعیت طلبہ اسلام سے ہے اور ان کا افغان مہاجرین کے خلاف کوئی ٹھوس مؤقف نہیں ہے؛ لہٰذا ہمیں خطرہ ہے کہ یہ مستقبل میں بڑی تعداد میں افغان مہاجرین کا لوکل بنائیں گے، تو ڈپٹی کمشنر نے ان کے نام نہاد بہانوں کو بروئے کار لا کر ہمیں ختم کر کے پرانے ممبران کو بحال کر دیا۔

یکم دسمبر 2016ء بروز جمعرات کو اسٹوڈنٹ کا ایک وفد قاری شکر اللہ حنفیؒ کی سربراہی میں ڈپٹی

کمشنر سے ملاقات کے لیے گیا اور کالج کی لوکل کمیٹی کے الیکشن اور نومنتخب ممبران کے متعلق اپنے حقوق اور غصے کا اظہار کیا، تو ڈپٹی کمشنر نے جواب میں کہا کہ آپ لوگ فعال ہیں، مگر قوم پرست تنظیموں سے دو اور میں اپنے اختیار سے لوں گا، لیکن اسٹوڈنٹس نے انکار کر کے کہا کہ اگر لینے ہیں، تو سلیکشن نہیں، الیکشن کرواور وفد کے سربراہ شکر اللہ حنفیؒ نے یہ بھی کہا کہ اگر الیکشن ہوا، تو پھر جے ٹی آئی کے امیدوار کامیاب ہوں گے۔ ڈپٹی کمشنر نے کہا کہ نہیں۔ الیکشن میں قوم پرست کا سٹوڈنٹ سلیکٹ کرو! ہم نے انکار کر دیا۔

دوپہر 2 بجے لوکل ممبر کے مسئلے پر جے یو آئی اور جے ٹی آئی کے وفد نے دوبارہ ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کر کے انہیں آگاہ کیا کہ نومنتخب ممبران قانونی ہیں؛ لہٰذا انہیں اپنی جگہ پر رہنے دیں اور مزید کوئی ممبر لینے کی ہم مخالفت کریں گے۔ ان الفاظ سے وفد نے اپنے تحفظات کا اظہار کیا، جس کی وجہ سے بعد میں قوم پرستوں کی منتوں کے باوجود ان کے خواب کی تعبیر نہ ہو سکی۔ اس طرح وہ مایوس ہو کر خاموش ہو گئے، جس کے بعد اب کالج میں جے ٹی آئی پر اسٹوڈنٹس کا اعتماد بڑھتا جارہا ہے اور جے ٹی آئی سے اسٹوڈنٹس واقف ہوتے جارہے ہیں۔

عرب سے آئی، عجم میں چھائی
جے ٹی آئی، جے ٹی آئی

(جے ٹی آئی رپورٹ نامہ، ص: 52-54)

کالج میں تعلیمی سیمینارز کا انعقاد

قاری شکر اللہ شہیدؒ نے اپنے عہد صدارت میں جے ٹی آئی کے زیر اہتمام ڈگری کالج خاران اور دیگر مقامات میں مندرجہ ذیل علمی و تعلیمی سیمینارز منعقد کرائے:

★ 6/ اکتوبر 2016ء ڈاکٹر سرفراز شہید کنونشن۔

★ اسلام اور سیاست کے موضوع پر ڈگری کالج خاران میں سیمینار منعقد کیا، جس میں پروفیسر مفتی ہدایت اللہ نے مفصل خطاب کیا تھا۔ (تاریخ معلوم نشد)

★ 29 مارچ 2021ء کو ڈگری کالج خاران میں ایک اور تعلیمی سیمینار بعنوان: ''سائنسی ترقی میں مسلمان سائنس دانوں کا کردار'' منعقد ہوا۔

ان کے علاوہ شہادت سے چند دن پہلے انہوں نے یہ ارادہ ظاہر کیا تھا کہ یونیورسٹی آف بلوچستان سب کیمپس خاران میں بھی ایک تعلیمی سیمینار منعقد کروائیں گے، مگر زندگی نے وفا نہ کی۔

عصری اداروں میں یونٹ سازی

کسی بھی تنظیم کی فعالیت کے لیے ضروری ہے کہ روٹ سطح پر اس کی یونٹ سازی کا مرحلہ مکمل ہو۔ کالج میں دوران تعلیم آپ نے یونٹ سازی پر بھرپور توجہ دی۔ 24/ اگست 2023ء کو جمعیت طلبہ اسلام ضلع خاران کی مجلس عاملہ کے منعقد اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ الحمدللہ! کئی یونٹس کے دورے ہو گئے ہیں، باقیوں کا دورہ جلد کریں گے۔ چھٹیوں کی وجہ سے کالج اور ماڈل سکول کے یونٹس رہ گئے ہیں۔ ان کا بھی دورہ کرنا ہے؛ تاکہ وہاں یونٹ بنائے جا سکیں۔ (رپورٹ نامہ، کاپی: 3، ص: 127)

قاری شہیدؒ نے ایک اور ذیلی سطح کے اسکول میں بھی یونٹ کا افتتاح کیا تھا، مگر جس پیمانے پر آپ نے دینی مدارس میں یونٹس بنائے تھے، اس طرح عصری اداروں میں یہ عمل نہ ہو سکا۔ شاید! اس کی وجہ یہ ہو کہ دینی اداروں میں دینی طلباء کی اکثریت ہوتی ہے۔ جہاں پر ایک دینی تنظیم کے لیے میدان کھلا رہتا ہے، جبکہ عصری اداروں میں قوم پرست تنظیموں کا بھی بڑا غلبہ ہوتا ہے۔ اس میں اسپیس بنانا اور اپنی جگہ بنانا ذرا مشکل ہوتا ہے۔ اسی ڈگری کالج کے پہلے یونٹ کے صدر اخلاق نور یلانزی تھے، جنہیں آپ نے ضلعی کابینہ میں بھی شامل کر لیا تھا۔ بعد میں انعام الرحمٰن، عباد الرحمٰن وغیرہ جیسے اسٹوڈنٹس بھی اس قافلے میں شامل ہوتے رہے۔

ٹوورز اور پکنک کے انتظامات کی نگرانی

عصری تعلیمی اداروں میں غیر نصابی سرگرمیوں میں سے اہم سرگرمی پکنک منانا اور مطالعاتی دوروں پر دوسرے شہروں میں جانا بھی شامل ہے۔ اس حوالے سے انتظامات سنبھالنا کارے دارد،

مگر قاری شہیدؒ اس حوالے سے بھی فعال تھے۔ ادارے کے سربراہ سے پکنک اور ٹوئرز کی منظوری لینا، متعلقہ فنڈز کا حصول، انتظامات کو ترتیب دینا، شفافیت کے ساتھ اخراجات کے معاملات کو دیکھنا، طلبہ اور شرکاءِ سفر کے مزاج کی رعایت رکھنا، مشکل حالات میں مناسب فیصلے کرنا، باہمی رنجشوں اور رقابتوں کو دور کرنے کی کوشش کرنا اور ملاقاتوں کا شیڈول ترتیب دینا جیسے امور کے بندوبست میں بھی قاری شہیدؒ پیش پیش رہتے تھے۔ اس حوالے سے ان کے بہت سے رفقاء کی تحریریں باب چہارم میں آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ انہیں اندازہ تھا کہ اس طرح کے کاموں میں شرکت اور فعالیت سے آپ کی تنظیم کا امیج تعلیمی اداروں میں بہتر ہو جائے گا اور آپ اپنی تنظیمی سرگرمیاں انجام دے سکیں گے۔

تعلیمی تحریکوں میں پیش پیش ہونا

علاقے میں کوئی بھی تعلیمی ایشو اٹھتا، تو صفِ اول میں قاری شہیدؒ بھی نظر آتے۔ کالج کے طلباء کی اسکالرشپ کا معاملہ اٹھا، تو قاری شہیدؒ ان کے دھرنے میں روزِ اول سے شریک رہے۔ کالج انتظامیہ اور ایک استاد کے درمیان کوئی تنازعہ پیدا ہوا، جس سے تعلیمی حرج ہو رہا تھا۔ طلبہ احتجاج پر تھے، تو قاری شہیدؒ بھی اس میں حصہ دار رہے۔

یونیورسٹی لائف میں جب سب کیمپس کے بعض ایشوز کو عوامی سطح پر اٹھایا گیا، تو قاری شہیدؒ اس کمیٹی کے رکن رکین بن گئے، جوان مسائل کے حل کے لیے رائے عامہ ہموار کرنے اور حمایت حاصل کرنے کے لیے ڈپٹی کمشنر، سیاسی رہنماؤں اور کمانڈنٹ ایف سی سے ملاقاتوں میں شب و روز مصروف تھے۔

رخشان یونیورسٹی کے قیام کے لیے جو تحریک اٹھی، اس کے ہراول دستے میں قاری شہیدؒ شامل تھے۔ کوئٹہ سیکرٹریٹ میں فائل کی فالو اپ کے لیے کئی دن گزارے۔ صوبائی اسمبلی کے اس اجلاس میں شرکت کی، جس میں یونیورسٹی کی منظوری اور بجٹ میں اس کے لیے رقم مختص کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ اس روداد کی تفصیل آپ تعلیمی خدمات میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

اسٹوڈنٹس کے امتحانی فارمزاور بورڈز مسائل کا حل

امتحانات قریب آتے ہی قاری شہیدؒ طلباء کے امتحانی فارمز بھر کر جمع کرواتے تھے۔ میٹرک، ایف اے، ایف ایس سی، بی اے، بی ایس سی وغیرہ ہر سطح کے طلبہ کیا متحانی معاونت اور رہنمائی میں سرگرداں نظر آتے تھے۔ اگر کسی کی تاریخ پیدائش کا مسئلہ ہو، تو نادرا اور بورڈ آفس سے اسے کلیئر کروا دیتے۔ اگر کسی کی اسناد میں کوئی تاریخ یا نام، ولدیت وغیرہ کی غلطی ہوتی، تو اس کو صحیح کروانے کے لیے تگ ودو کر کے طلباء کی ایسی الجھنوں اور مسائل کو گھر بیٹھے حل کروادیتے۔ کسی کی فیس جمع کروانے میں رکاوٹیں ہوتیں، تو دور کروادیتے، جس سے طلبہ کی نظر میں ان کی وقعت اور محبت بڑھ جاتی تھی۔

تعلیمی اداروں میں تنازعات کا تصفیہ

اس عنوان سے سماجی خدمات میں تفصیل سے گفتگو ہو چکی ہے۔ الغرض! اگر تعلیمی ادارے میں کوئی تنازع اٹھتا، تو فریق بننے کی بجائے قاری شہیدؒ ثالث اور مصلح بننے کو ترجیح دیتے۔ چناں چہ ایک دفعہ پرنسپل صاحب اور ایک استاد کے درمیان چپقلش اور تنازع اتنا بڑھ گیا کہ معاملہ دھمکی تک پہنچ گیا۔ قاری شہیدؒ نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے وہ معاملہ حل کروادیا۔

اسی طرح لاہور ٹوئر کے دوران دو طلباء کے درمیان تنازعہ بھڑک اٹھا۔ معاملہ ہاتھاپائی تک پہنچ گیا، مگر قاری شہیدؒ نے درمیان میں پڑ کر معاملہ رفع دفع کر دیا اور دونوں کو اسی رات باہم شیر و شکر کر دیا۔ یوں وہ ہر موقع پر صلح جوئی سے کام لے کر تنازعات کے حل میں بیش بہا کردار ادا کرتے تھے، جس سے طلبہ اور تعلیمی اداروں میں انہیں خصوصی عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

اسپورٹس سے خصوصی دلچسپی

قاری شہیدؒ کو کھیل و تفریح سے فطری دلچسپی تھی۔ تعلیمی اداروں میں ایسے ایونٹس میں شرکت اور ان کے انتظام کروانے کا شوق رکھتے تھے۔ طلبہ کو اسپورٹس سے جو دلچسپی ہوتی ہے، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس کے ذریعے سے بھی طلبہ کے مابین قاری شہیدؒ نے اپنا ایک خاص امیج اور مقام بنایا ہوا تھا۔ ایک دفعہ ڈگری کالج خاران کے کسی ٹورنامنٹ میں آپ کو بطور مہمان خصوصی بلایا گیا، جس

کی روداد آپ نے فیس بک پر بھی لکھی تھی۔

تنظیمی مشکلات اور کارنامے

قاری شکر اللہ حنفی شہیدؒ کو اپنے اس تنظیمی سفر میں جہاں بہت سی مشکلات اور چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا، وہیں انہیں بہت سے معاملات میں عظیم الشان کامیابی اور کارنامے سرانجام دینے کے مواقع بھی مل گئے۔

دو صبر آزما مشکلات اور چیلنجز

قاری شہیدؒ کو تنظیم چلانے میں ویسے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا، لیکن دو ایسی مشکلات اور چیلنجز کا سامنا تھا، جن کو حل کرنے میں ان کو بڑی تگ و دو کرنی پڑی۔ ان میں سے پہلی مشکل تنظیم کے اندر دھڑے بندیوں کا چیلنج تھا اور دوسری مشکل خالی خزانہ کے مسائل تھے کہ بغیر پیسے کے کوئی بھی تنظیمی عمل یا پروگرام منعقد کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔

دھڑے بندیوں کا چیلنج

قاری شکر اللہ حنفی شہیدؒ پہلی بار جب 26 نومبر 2015ء کو صدر منتخب ہوئے، تو اس کے فوراً بعد بعض با اثر اداروں کے طلباء نے بائیکاٹ مہم چلائی اور تنظیم کے اجلاسات میں غیر حاضر ہونے لگے اور سوشل میڈیا پر بھی مہم چلائی گئی کہ قدم بڑھاؤ! ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اس دھڑے بندی کے سد باب کے لیے 3/ اپریل 2016ء کو جے ٹی آئی کی مجلس عاملہ کا اجلاس بلایا گیا، جس میں اس حوالے سے غور و فکر ہوا، تجاویز پیش کی گئیں۔ بعض دوستوں نے ان کے عہدے ختم کرنے کی تجویز دی، بعض نے ان کی رکنیت کے خاتمے یا معطلی کا مشورہ دیا۔ بعض نے مشورہ دیا کہ یہ معاملہ اکابر علماء کے سپرد کیا جائے۔ چناں چہ اس اجلاس میں بائیکاٹ مہم چلانے والے صاحب کا عہدہ یہ کہہ کر ختم کیا گیا کہ فلاں صاحب کا عہدہ مسلسل 4 دستوری اجلاس میں غیر حاضر ہونے کی وجہ سے ختم کیا جاتا ہے، نہ کہ بائیکاٹ کی وجہ سے۔

اگلے دن علماء کرام کی سربراہی میں اجلاس منعقد ہوا اور اس میں متعلق فرد نے معافی مانگی۔ اس پر ان کا عہدہ بحال کیا گیا اور آئندہ کے لیے انہیں تنبیہ کی گئی کہ اگر اجلاس میں غیر حاضر رہے، تو فارغ شمار ہوں گے، لیکن اس مجلس میں چوں کہ مجلس عاملہ میں سے صرف صدر اور جنرل سیکرٹری موجود تھے۔ اس وجہ سے 28/ اپریل 2016ء کو مجلس عاملہ کا جب دوبارہ اجلاس ہوا، تو اراکین عاملہ نے اس فیصلے پر شدید احتجاج کیا کہ عاملہ کے متفقہ فیصلے کو بند کمرے میں کیوں تبدیل کیا گیا۔ پھر قاری شہیدؒ نے اپنے اراکین سے معذرت کی کہ علماء کرام کا فیصلہ تھا۔ ہمیں ان کا احترام کرنا چاہیے!

23/ اکتوبر 2016ء کو اجلاس بلایا گیا، مگر ساتھی غیر حاضر تھے۔ 27/ اکتوبر تک اسے ملتوی کیا گیا۔ 17/ نومبر کو دوبارہ اجلاس بلایا گیا۔ کورم پورا نہ ہونے کی وجہ سے 20 نومبر تک اجلاس ملتوی کیا گیا۔ 20 نومبر کے اجلاس میں یہ تجویز سامنے آئی کہ جو لوگ تین اجلاسوں میں نہیں آئے، دستور کے مطابق انہیں عہدوں سے فارغ کیا جانا چاہیے!

سیکرٹری جنرل قاری عزت اللہ عابد نے کہا کہ جب سے ہم صدر اور جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے ہیں، کسی نے بھی اجلاس میں آکر یہ بات واضح نہیں کی کہ مجھے اختلاف ہے۔ اگر کسی کو اختلاف ہے، تو وہ اجلاس سے بائیکاٹ کی بجائے اجلاس میں شرکت کر کے اپنا اختلاف واضح کرے۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ میرے نہ جانے کی وجہ سے جماعت کمزور ہوگی، تو یہ سوچ غلط ہے؛ اس لیے کہ جماعت کسی کی محتاج نہیں۔ جب کسی اجلاس میں آپ کے مشورے کے مطابق عمل نہیں ہوا، تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ناراض ہو جائیں، بلکہ اکثریت کے مشورے پر اتفاق کریں۔

بالآخر اس اجلاس میں بھی یہی فیصلہ کیا گیا کہ جو ساتھی اجلاسوں میں نہیں آتے، ان سے ملا جائے۔ اس کے بعد اگلے اجلاس تک انتظار کریں۔ اگر اگلے اجلاس میں بھی وہ نہ آئیں، تو ان کا عہدہ ختم کر دیا جائے گا۔

28 دسمبر 2016ء کے اجلاس میں ایسے بائیکاٹ کرنے والوں کے بارے میں یہ کہا گیا کہ جو ساتھی اجلاس میں نہیں آتے ہیں، ان سے ملاقات کریں اور ان کے تحفظات معلوم کریں اور جو ساتھی نہیں آئے، ان کو نوٹس دیا جائے۔

8 جنوری 2017ء کو دوبارہ مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا، تو اس میں بھی یہ لوگ غیر حاضر تھے۔ 28 فروری 2017ء کو دستوری اجلاس بلایا گیا، مگر کورم پورا نہ ہونے کی وجہ سے ملتوی ہوا۔ 2 مارچ 2017ء کو اجلاس ہوا، تو اس میں اراکین نے شدید احتجاج کیا کہ ہر بار اجلاس ہوتا ہے، لیکن کورم پورا نہیں ہوتا؛ لہٰذا کابینہ میں فوری ترمیم کی جائے؛ تاکہ صد سالہ جلسہ کے لیے تیاری شروع کی جائے۔ اکثریت کی رائے کابینہ میں ترمیم کی تھی، مگر اس کا فیصلہ اگلے اجلاس کے لیے مؤخر کر دیا گیا۔

2 مئی 2017ء کے اجلاس میں نعیم ثناء کی طرف سے یہ تجویز آئی کہ اس بار کابینہ میں ترمیم نہ کی جائے، بلکہ ایک کمیٹی بنائی جائے، جو ناراض دوستوں سے ملاقات کرے کہ وہ راضی ہو جائیں، اجلاس میں آیا کریں اور اپنے اختلافات ختم کر دیں۔

چناں چہ نعیم ثناء کی سربراہی میں ارشاد زہری، عطی اللہ، عبداللہ زید پر مشتمل ایک مصالحتی کمیٹی بنائی گئی، مگر اس کمیٹی کی کوششیں بھی رنگ نہ لا سکیں۔

بالآخر 9 مئی 2017ء کو متعلقہ عہدیداران کو عہدے سے فارغ کر دیا گیا اور کابینہ میں مزید ترمیم کی گئی اور یوں اس دھڑے بندی سے ایک حد تک سکون کا سانس مل گیا۔

اس پوری رام کہانی سے قاری شہیدؒ کا دھڑے بندیوں کے خاتمے کے لیے جو طریقہ کار اور منہج سامنے آتا ہے، وہ یوں ہے کہ انہوں نے دھڑے بندیاں کرنے والوں کی رکنیت یا عہدے ختم کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیا۔ کئی بار اجلاسات بلائے اور ملتوی و مؤخر کیے۔ پھر یہ مسئلہ حل کروانے کے لیے علماء کی مقامی قیادت کی خدمات بھی حاصل کیں۔ ان کے فیصلوں پر باوجود تحفظات کے آمنا و صدقنا کہا۔ اس کے بعد بھی مسئلہ حل نہ ہوا، تو ایک کمیٹی بھی تشکیل دی۔ جب تمام ممکنہ کوششیں ناکام ہوئیں، تو آخر کاران کا عہدہ ختم کرنے کے علاوہ کوئی اور راستہ بچا ہی نہ تھا؛ کیوں کہ تنظیمی سرگرمیاں بھی جاری رکھنی تھیں۔ ظاہر ہے کہ اس کے لیے متبادل لوگوں کو عہدے اور مواقع فراہم کرنے ہوں گے اور یہی فیصلہ درست ثابت ہوا۔

اس کے بعد ایک اور معروف ادارے کے ایک رکن کی طرف سے کسی مسئلے پر صوبائی تنظیم کو شکایت لگائی گئی۔ صوبائی کمیٹی نے آکر مسئلہ حل کروا دیا۔ یوں دھڑے بندیوں کے چیلنجز سے نمٹنے

میں قاری شہیدؒ کو بہت سی مشکلات پیش آئیں۔ بالآخر معاملہ قابو میں آ گیا۔

خالی خزانہ کے مسائل

کوئی بھی جماعت یا تنظیم خالی خزانہ کے ساتھ نہیں چل سکتی اور اپنے مطلوبہ مقاصد و اہداف حاصل نہیں کر سکتی۔ جے ٹی آئی خاران کو بھی مالی معاملات کے حوالے سے بہت سی مشکلات درپیش تھیں، تو تنظیم کی ان مالی مشکلات کو حل کرنے کے لیے قاری شہیدؒ کی کابینہ میں وقتاً فوقتاً جو تجاویز زیر بحث آتی رہیں، وہ کچھ یوں تھیں:

★ جماعت سے وابستہ سرکاری ملازمین سے چندہ وصول کیا جائے۔

★ مدارس والوں اور علماء کرام سے بھی چندہ وصول کیا جائے۔

★ کابینہ اراکین اپنا چندہ پابندی سے از خود جمع کروائیں۔

★ سیکرٹری خزانہ فعال ہو، دلچسپی لے اور چندہ جمع کرواتا رہے۔

★ ضرورت پڑے، تو اس کے ساتھ معاون خازن کا تقرر بھی کیا جائے۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ توکل علی اللہ اور تعلق مع اللہ پر توجہ دی جائے۔ اسی سے مالی مشکلات کے حل کے لیے مدد طلب کی جائے، اسی کا آسرا ہو، اسی پر بھروسہ ہو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! مالی مشکلات دور ہوتی جائیں گی۔

سب کیمپس خاران کے اسرار حسنی کہتے ہیں کہ ایک دن جب میری کلاس ختم ہوئی، باہر نکلا، تو قاری صاحبؒ کو کلاسز کے باہر کیمپس کے بالکل سینٹر میں جو بینچز لگے ہوئے ہیں، وہاں پایا (جب کبھی ہم کلاسز سے فارغ ہوتے ہیں یا بریک ہوتی ہے، تو وہیں ریسٹ کرنے بیٹھ جایا کرتے ہیں۔) میں نے قاری صاحبؒ کو وہاں اپنے کلاس فیلوز کے ساتھ پایا۔

چوں کہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا، تو وہ اسی پر کچھ گفتگو کر رہے تھے۔ میں قاری صاحبؒ کے پاس گیا، سلام کیا اور ان سے دریافت کرنے لگا کہ کیا بات چیت ہو رہی ہے؟ انہوں نے میری طرف متوجہ ہوتے ہوئے جواب دیا کہ میں نے کل ایک افطاری رکھی تھی، جو میں عموماً ہر سال

رمضان المبارک کے مہینے میں رکھتا ہوں، جس میں، میں تیس سے پچاس لوگوں کو افطاری کرواتا ہوں۔ (مجھے یاد نہیں تیس کا کہا تھا یا پچاس کا) تو میں نے کہا کہ آپ خود ایک اسٹوڈنٹ ہیں اور ماشاءاللہ! شادی شدہ بھی۔ اتنے لوگوں کو افطاری کروانا، چوں کہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے اور عید بھی آنے والی ہے، تو آپ اس کا خرچہ کیسے برداشت کرسکتے ہیں؟ جب قاری صاحبؒ نے میری باتیں سنی (آج بھی مجھے وہ مسکراتا چہرہ یاد ہے) تو مسکراتے ہوئے کہنے لگے کہ اسرار بھائی! اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی نیت کافی ہے۔ باقی کون سی چیز کہاں سے آنی ہے، یہ اس پر چھوڑ دو۔

دو تنظیمی کارنامے

قاری شکر اللہ حنفی شہیدؒ نے جے ٹی آئی کی قیادت سنبھالتے ہوئے بہت سے عظیم کارنامے سرانجام دیے، جن میں سے دو کارنامے بطور خاص قابل ذکر ہیں:

1) مسٹر وملا کی تفریق کا خاتمہ
2) جے ٹی آئی کو عوامی پارٹی بنانا

پہلا کارنامہ: مسٹر وملا کے درمیان تفریق کا خاتمہ

واضح رہے کہ مسٹر وملا کے درمیان تفریق اور دوریوں کے خاتمے کے سلسلے میں قاری شکر اللہ حنفی شہیدؒ نے مندرجہ ذیل اقدامات بروئے کار لائے:

1) محبت و پیار والا تعلق پیدا کیا جائے۔ اس سے عداوتیں محبت میں بدل جاتی ہیں اور محبت بھرا ردعمل دینے کے نتیجے میں نفرتیں قربتوں میں بدل جاتی ہیں۔ قاری شہیدؒ جن اوصاف عالیہ سے متّصف تھے، ان میں سے ان کا حسنِ اخلاق اور محبت بھرا انداز دلربا تھا، جس کی وجہ سے لوگ ان کے قریب آتے گئے اور تنظیمی مقاصد میں سے ایک اہم مقصد مسٹر وملا کی تفریق کے خاتمے کا راستہ ہموار ہوتا گیا۔

2) دوسری چیز جس سے نفرتیں اور دوریاں ختم ہوجاتی ہیں، وہ باہمی تعاون و تناصر کا ماحول پیدا کرنا ہے۔ قاری شہیدؒ نے ذاتی طور پر اور تنظیمی طور پر ہر فرد کے کام آنے کو اپنا ایسا مشن بنایا ہوا تھا کہ طلبہ اور اسٹوڈنٹس کا کوئی بھی مسئلہ ہوتا: امتحانی فارم ہو، فیس کی بھرائی ہو، کریکٹر

سرٹیفیکیٹ ہو یا بورڈ کے مسائل، ہر طرح کے مسائل کے حل میں انہیں ہر وقت قاری صاحبؒ کی معاونت دستیاب ہوتی تھی۔ یوں ان کے درمیان قربتیں بڑھ جاتی تھیں۔

3) مسٹر و ملا کے درمیان قربت پیدا کرنے کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ باہمی دلچسپیوں کا احترام برقرار رہے۔ قاری شہیدؒ ایک ایسے بندے تھے کہ وہ ہر طرح کے ماحول میں ایڈجسٹ ہونے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ مسٹروں کی جائز حدود میں دلچسپیوں کا نہ صرف یہ کہ احترام کرتے، بلکہ ممکن طور پر شرکت بھی کرتے۔ چاہے ٹوئرز ہوں یا پکنک، اسپورٹس کا میدان ہو یا دیگر علمیو ادبی تقریبات و پروگرامات، سب میں قاری شہیدؒ ایک شریک و سہیم کی حیثیت سے موجود ہو جاتے تھے۔

4) قاری شہیدؒ نے مسٹر طبقے کو عام دینی ذہنیت کے مطابق ایک راندہ درگاہ طبقہ سمجھ کر دوری اختیار نہیں کی، بلکہ ان سے قربتوں کے مواقع کی باقاعدہ تلاش میں ہوتے تھے۔ چاہے گراؤنڈ کے میدان میں حاضری ہو یا ان کے کسی ریلی و احتجاجی دھرنے میں شرکت کی صورت ہو، قاری شہیدؒ نے ہر موقع پر ان سے قربتیں بڑھائیں۔

5) دنیا کا اصول ہے کہ لوگ طاقتور کی طرف لپکتے ہیں۔ اس کی قربت میں خوشی اور فخر محسوس کرتے ہیں۔ اداروں میں طاقتوری کا محور متعلقہ سماجی اور تنظیمی پلیٹ فارمز ہیں۔ ان میں آپ کی جتنی قوت سے نمائندگی ہوگی، اتنے ہی لوگ آپ کے محتاج اور آپ کی طرف نظریں جمائے بیٹھیں گے۔ قاری شہیدؒ نے سب سے پہلے بڑا مدبرانہ فیصلہ یہی کیا کہ اسٹوڈنٹس لوکل کمیٹی کے انتخابات میں حصہ لیا اور دھماکے دار انٹری کیا اور دونوں نشستوں پر جمعیت طلبہ کے امیدواروں کو کامیاب کروانے میں ایسے فتح یاب ہوئے کہ قوم پرست تنظیموں کے 14 طبق روشن تو ہو ہی گئے، ساتھ ہی میدان میں ایک اور سیاسی طاقت نے انٹری ماری۔ سب طلباء کو اس نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ یوں مسٹر و ملا کے درمیان تفریق کی دیواریں گرتی گئیں۔

6) اسی طرح مختلف تعلیمی سیمینارز منعقد کروائے، جہاں طلبہ کی ذہن سازی پر توجہ دی

گئی۔ ایسے موضوعات پر اہل فکر و دانش کو دعوت خطاب دیا گیا، جن کے بارے میں مسٹر طبقہ فکری الجھنوں کا شکار تھا، جس کی وجہ سے وہ مذہبی طبقے سے نالاں، بدگماں اور دور تھا۔ مثلاً: اسلام کا سیاست سے کیا تعلق ہے؟ اور جو مشہور ہے کہ ملا اور کرسی؟ اس عنوان پر سیمینار ہوا۔ اسی طرح مذہبی اور اسلامی تاریخ کے بارے میں عام طور پر مسٹر طبقہ مایوس کن پروپیگنڈا پھیلاتا ہے کہ مسلمانوں نے انسانیت کے لیے کچھ کیا ہی نہیں ہے۔ سب کچھ اہل مغرب نے دنیا کو سائنس اور ٹیکنالوجی کی شکل میں دیا ہے۔ اس حوالے سے "سائنسی ترقی میں مسلمان سائنسدانوں کا کردار" کے عنوان سے ایک سیمینار منعقد کروایا؛ تاکہ یہ فکری غلطیاں ختم ہو سکیں اور یوں اس نے ان فکری جڑوں کو کاٹنے کی علمی و فکری سطح پر کوشش کی، جن کی وجہ سے مسٹر و ملا کے درمیان طرح طرح کی غلط فہمیاں پائی جاتی تھیں۔

دوسرا کارنامہ: جے ٹی آئی کو عوامی پارٹی بنانا

قاری شہید نے جے ٹی آئی جیسی خالصتاً مذہبی تنظیم کو ایک عوامی تنظیم کے روپ میں ڈھال دیا۔ اس کامیابی کے پیچھے آپ کی درج ذیل خدمات اور طریقہائے کار، کارفرما تھے:

1) کوئی پارٹی عوامی پارٹی اس وقت بن سکتی ہے، جب وہ عوامی ایشوز کی سیاست کرے۔ قاری شہیدؒ کسی بھی عوامی مسئلے میں کسی سے بھی پیچھے نہ تھے۔ پانی و بجلی کا احتجاج ہو، تو قاری شہیدؒ شانہ بشانہ کھڑے تھے۔ یوم مزدور میں کوئی ریلی نکالی گئی، تو قاری شہیدؒ جھنڈوں سمیت حاضر ہوتے۔ غریب عوام ٹرانسپورٹرز کے ناجائز کرایوں سے تنگ آئی، تو قاری شہیدؒ اسسٹنٹ کمشنر کی میٹنگ میں ببانگ دُہل بول پڑے۔ الغرض! کوئی بھی عوامی ایشو ہوتا، تو اس پر توانا آواز اٹھانے والوں میں قاری شہیدؒ سرفہرست ہوتے تھے۔

2) عوام اس پارٹی سے قربت میں دلچسپی لیتی ہے، جو اس کی مشکل حالات میں مدد کرے۔ اس کی بھوک پیاس کا درد محسوس کرے۔ بیماری میں اس کی تکلیف کا اسے ادراک ہو۔ قاری شہیدؒ نے المدینہ فاؤنڈیشن کے نام سے ٹرسٹ کے ذریعے فلاحی خدمات کا ایک اپنا سلسلہ

شروع کیا ہوا تھا، جس میں زیادہ تر تھیلیسیمیا کے شکار بچوں کو خون کی فراہمی کا بندوبست کیا جاتا تھا۔ تاہم دیگر مریضوں کو بھی خون کی فراہمی میں ان کا موبائل بلڈ بینک ہمہ وقت دستیاب تھا۔ یوں عوام کی بنیادی ضروریات اور پریشانیوں کے حل میں قاری شہیدؒ پیش پیش تھے اور عوام کی محبتیں سمیٹ رہے تھے۔

3) عوام کی بڑی تعداد آئے روز سرکاری و غیر سرکاری دفاتر میں خوار و ذلیل ہوتی ہے۔ کبھی نادرا آفس، کبھی پاسپورٹ آفس، کبھی ڈپٹی کمشنر آفس، کبھی تحصیلدار آفس، الغرض! ہر آفس میں عوام کے لیے اژدہا بلائے جان منتظر ہوتا ہے۔ ایسی مجبور و لاچار عوام کے مسائل کے حل میں قاری شہیدؒ ہر دفتر کے چکر کاٹتے رہتے تھے اور جہاں تک ممکن ہو سکتا، وہ عوام کے دفتری معاملات میں بھرپور خدمت کرتے تھے۔ بیواؤں اور بے کس خواتین کے لیے بے نظیر انکم سپورٹ ہو یا احساس پروگرام کے مسائل، ہر ایک کے حل میں کوشاں عوام کے ہر دل عزیز قاری شہیدؒ پیش پیش تھے۔

کامیاب کارکن بننے کے اصول عشرہ

تعلق مع اللہ کا عارفانہ وصف

ایک دینی کارکن کا سب سے بڑا وسیلہ تعلق مع اللہ کا وصف ہوتا ہے، جس کا مطلب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ أَنْ لَّا تَكُوْنَ بِمَا فِيْ يَدَيْكَ أَوْثَقَ مِنْ مَّا فِيْ يَدِ اللهِ (ترمذی) یعنی اپنے ذرائع اور وسائل کی بنسبت تیرا بھروسہ اللہ کی قدرت پر زیادہ ہو، جیسا کہ قاری شہیدؒ کا یہی وطیرہ تھا۔ اسرار حسنی اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ قاری شہیدؒ کو جب میں نے کہا کہ آپ اتنی بڑی افطار پارٹی کرواتے ہیں۔ اس کے وسائل کہاں سے لاتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ دینے والا اللہ تعالیٰ ہے، میرے ہاتھ میں کچھ نہیں۔ چناں چہ سینکڑوں افراد کی ہر سال رمضان کی 27 تاریخ کو بڑے اہتمام سے افطاری کروانے کا معمول تھا۔

مولوی عطی اللہ اپنی ایک پکنک میں قاری شہیدؒ کے رجوع الی اللہ والی صفت کا مشاہدہ یوں بیان کرتے ہیں کہ جب ہم منزل کو پہنچ گئے، تو سنت نبوی ﷺ کو مد نظر رکھ کر آپس میں کام بانٹ دیے، لیکن کسی ساتھی کیآواز اچانک کان میں پڑی کہ او ہو! ماچس ہم بھول گئے۔ یہ سنتے ہی سب احباب کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی، لیکن ہمیں کیا معلوم کہ ہم میں ایک چھپا ہوا عارف باللہ بھی ہے۔

حضرت قاری صاحبؒ نے فرمایا: بھائی پریشانی کی کیا بات ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارے لیے تعلیمات بھی یہی ہیں کہ ہم مشکل اوقات میں اپنے رب کی طرف رجوع کریں۔

چوں کہ احباب میں، میں اور قاری عبداللہ زید دونوں پگڑی والے تھے، تو قاری صاحبؒ نے ہمیں صوفی سمجھ کر ہمیں دو رکعت صلاۃ الحاجت پڑھنے اور پیارے اللہ سے حاجت پورا ہونے کے لیے دعائیں مانگنے کا حکم دیا۔ ہم اپنے کام میں لگ گئے اور باقی احباب کو ماچس کی تیلیاں تلاش کرنے میں لگا دیا۔ چوں کہ سردیوں کے فوراً بعد کا وقت تھا۔ وہاں آس پاس میں کوئی آبادی بھی نہیں تھی، مگر اللہ کی غیبی مدد سے احباب کو کسی پرانے مکان سے ماچس کی تیلیاں مل گئیں اور کہیں سے انکو ماچس کی ڈبی کا اوپر والا کاغذ بھی مل گیا۔ اس کے ذریعے ہم نے آگ جلائی اور کھانا پکایا۔

شوقِ مطالعہ اور کتب بینی

قاری شکر اللہ شہیدؒ کو کتابوں سے بھی لگاؤ تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے جماعتی کارکنوں کے مطالعہ کے لیے کچھ مشورہ مانگا، تو میں نے انہیں کہا کہ ایک جماعتی کارکن کے لیے سب سے زیادہ یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی جماعت کی خدمات اور کارکردگی سے واقف ہو اور اس کا سب سے بہترین اور مستند ذریعہ ماہ نامہ الجمعیت اور ماہ نامہ عزمِ نو ہیں۔

چناں چہ انہوں نے اپنی کابینہ میں بھی ان رسائل کے اجراء پر بڑا زور دیا۔ 14/ اگست 2021ء جمعیت طلبہ اسلام ضلع خاران کی ضلعی مجلس عاملہ کے منعقد اجلاس میں ایجنڈا نمبر 2 ”ماہ نامہ عزمِ نو رسالہ کا اجراء“ ہے اور اس اجلاس کی ابتدائی گفتگو میں قاری شہیدؒ نے فرمایا کہ تمام ساتھی اپنے

لیے عزم نو رسالہ جاری کروائیں اور آخر میں فیصلہ بھی یہی ہوا کہ فی الحال 30 عدد عزمِ نو رسالہ جاری کر دیے جائیں گے۔ ان کے اپنے ذاتی کتب خانہ میں دوران معائنہ ہمیں جو کتابیں ملیں، ان میں سے کچھ کے نام درج ذیل ہیں، جس سے آپ ان کے ذوقِ مطالعہ کا رخ معلوم کر سکتے ہیں:

- تفسیر معارف القرآن: مفتی محمد شفیعؒ۔
- اغلاط العوام: حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔
- متاع وقت اور کاروان علم: ابن الحسن عباسی۔
- پرچم نبوی: مفتی محمد ادریس مظہری۔
- نسخۂ نفاذ اسلام: ایڈوکیٹ ملک سکندر خان۔
- قومی سیاست اور جمعیت علماء اسلام: حافظ محمد ابوبکر شیخ۔
- قیام امن بذریعہ مذاکرات: مفتی محمد زاہد شاہ۔
- ماہ نامہ الجمعیت اور عزمِ نو کے پرانے شمارے اور دیگر درسی و غیر درسی متفرق کتابیں۔

قاری شہیدؒ 20 جون 2023ء کو کوئٹہ میں ایک دوست کے گھر گئے۔ وہاں لائبریری دیکھی، تو اس موقع پر آپ نے جس انداز سے اپنے خوشگوار تاثرات فیس بک پر قلم بند کیے، اس سے آپ کی کتاب دوستی اور ذوق مطالعہ جھلکتا ہے:

گزشتہ دن اتفاق سے ایک دوست عادل کرد کے ہمراہ ان کے گھر جانا ہوا۔ مہمان خانہ میں پہنچتے ہی تعجب ہوا کہ میں کسی بیٹھک میں آیا ہوں یا لائبریری میں یا کسی میوزیم میں؟ پوچھنے پر عادل بھائی نے کہا کہ والد صاحب کتاب پڑھنے اور اس طرح کی چیزوں سے کافی دلچسپیاور شوق رکھتے ہیں۔ کتابیں اکثر تاریخ کی تھیں اور لاتعداد تھیں۔

یہ دیکھ کر کافی خوشی ہوئی کہ ہماری بلوچ قوم میں بھی ہر جگہ کتابوں کے ساتھ دلچسپی رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔ بلوچ اور بلوچستان پر کافی تاریخی گرفت رکھتے ہیں اور شوق ہوا کہ ہم بھی ضرورتوں سے فارغ ہونے پر کتابوں کو وقت دے کر علم دوستی کا ثبوت دیں۔

قیادت پر بھرپور اعتماد اور اطاعت

قاری شہیدؒ مرکزی قیادت سے لے کر مقامی قیادت تک سب کی آواز اور حکم پر لبیک کہنے والے تھے۔ان کے حکم کے سامنے اپنے جذبات کو قربان کرنے کا ان کا ایک واقعہ خالد محمود کی زبانی سماعت کریں:

غالباً 2015ء کو کسی نے جمعیت علماء اسلام کے دفتر کے پرچم کو شہید کر دیا تھا۔ وہ مسئلہ شاید مولانا صاحب! آپ کے ذہن میں ہو گا۔ اسی دوران شہر کے اندر اور باہر جلسے ہوتے رہے اور خاران شہر کے اندر قاری صاحبؒ کی قیادت میں پرچم مہم شروع ہوئی، تو چیف چوک پر ہم نے سرکاری کھمبے پر جمعیت کا بہت بڑا پرچم لگایا۔ بریلوی مسلک کے دوستوں نے ہمیں بہت تنگ کیا، مگر قاری صاحبؒ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ رات کو مغرب کے بعد ہم نے یہ پرچم لگایا۔ صبح سویرے قاری صاحبؒ کا فون آیا اور کہا: خالد محمود بھائی! آجائیں، پرچم واپس اتارنا ہے۔ یہاں بہت سی باتیں ہم دونوں کے درمیان میں ہوئیں۔ ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ میں نے کہا: قاری صاحب! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رات کو پرچم لگاؤ اور دن کو اتار دو؟ میں نہیں آسکتا۔ انہوں نے جواب میں کہا: بھائی! جب ہم پرچم کو لگا رہے تھے، تو کس نے کہا تھا کہ یہ پرچم مہم شروع کرو؟ میں نے کہا: حضرت! آپ نے کہا تھا، تو انہوں نے فوراً کہا: اب میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ پرچم کو اتار دو۔ اب ضلعی قیادت کہہ رہی ہے۔ اب پہلے سے زیادہ خوش ہو جانا چاہیے۔ پہلے تو ہم اپنی خوشی سے لگا رہے تھے اور اب قیادت کا حکم ہے۔ قیادت کے حکم پر اپنی خوشی قربان کریں! لبیک کہیں! یہ قاری صاحبؒ کی سوچ تھی۔

کارکنوں کی عملی، علمی اور فکری تربیت کا اہتمام

قاری شکر اللہ حنفی شہیدؒ نے اپنے دور صدارت میں کوشش کی کہ جے ٹی آئی کے ارکان کی فکری تربیت بھرپور طریقے سے ہو۔ اس حوالے سے ان کا آئیڈیل حافظ نصیر احمد احرار تھے۔ ان کو ایک دفعہ خاران آنے کی دعوت دی اور انہوں نے قاری شہیدؒ کے زیر اہتمام مدرسہ فاروقیہ خاران

میں ایک تربیتی نشست سے عمدہ اور فاضلانہ فکری خطاب بھی فرمایا۔ اس کے علاوہ خاران کالج میں درج ذیل عنوانات سے علمی وفکری سیمینارز منعقد کروائے:

- اسلام اور سیاست۔
- سائنسی ترقی میں مسلمان سائنس دانوں کا کردار وغیرہ۔

نیز وہ اپنے ماتحت ساتھیوں کی عملی تربیت کا بھی اہتمام کرتے تھے۔ آپ کے ایک سابق رفیق کار اخلاق نور کہتے ہیں کہ قاری شہیدؒ عموماً مجھے اسٹیج پر تقریر کے مواقع دیا کرتے تھے۔ اسکول کے زمانے میں میرے اندر گھبراہٹ بہت زیادہ تھی۔ ٹیچر نے مجھے اسٹیج پر بھیجا کہ کلمہ پڑھو! تو ایک ساتھی کے ساتھ میں اسٹیج پر گیا۔ گھبراہٹ کی وجہ سے تیسرا کلمہ مجھ سے غلط پڑھا گیا، مگر قاری صاحبؒ کی تربیت سے یہ جھجک ختم ہوگئی۔ یہ بطور بھائی کے میرے اوپر ان کا احسان ہے۔

مثبت تنقید کا خیر مقدم

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ تنقیدی فکر کو دبانے سے بڑھ کر جماعت کے ساتھ کوئی اور بد خواہی نہیں ہو سکتی۔ یہی تو وہ چیز ہے، جس کے ذریعے سے خرابیاں بروقت سامنے آجاتی ہیں اور ان کی اصلاح کی سعی کی جاسکتی ہے۔

چناں چہ قاری شہیدؒ بھی ہر اصلاحی تنقید کو خندہ پیشانی سے قبول کرتے تھے، لیکن تنقید میں شرط یہی ہے کہ وہ عیب چینی کی نیت سے نہ ہو، بلکہ اخلاص کے ساتھ اصلاح کی نیت سے ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ تنقید سلیقہ کے ساتھ ہو۔

جماعت پر سرِ عام تنقید سے شعوری گریز

سوشل میڈیا کے وجود میں آنے کے بعد نئی نسل کے ہر فرد کے ہاتھ میں کی بورڈ لگ گیا ہے۔ جو بھی چار حروف لکھنا جانتا ہے، وہ خود کو اس بات کا اہل سمجھنے لگا ہے کہ جماعت کی پالیسیوں اور انداز سیاست پر بے دریغ تنقید کے نشتر چلائے اور وہ بھی کھلے عام سوشل میڈیا پر اور اس عمل کو نہ صرف یہ کہ شعور یافتہ ہونے کی علامت قرار دیا جاتا ہے، بلکہ حق گوئی کے نوبل انعام کا حقدار بھی

ٹھہرایا جاتا ہے۔اس عمل سے جماعت کی جو سبکی سرعام ہوتی ہے، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔اگر آپ کی حیثیت اتنی نہیں کہ جماعت کے متعلقہ فورمز پر تمہیں بات کرنے کا موقع دیا جائے، تو پھر اس تنقید کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔

قاری شکراللہ شہیدؒ کے قریبی دوست بتاتے ہیں کہ انہیں بھی اپنی جماعت کی بعض پالیسیوں اور انداز سے بھرپور تحفظات تھے، مگر انہوں نے بے دھڑک کہیں بھی اس کا اظہار نہیں کیا۔البتہ جماعتی رہنماؤں کے سامنے کھل کر اظہارِ حق کیا کرتے تھے۔اس کا واحد ثبوت ان کا وہ آخری خطاب ہے، جو انہوں نے 2024ء کے الیکشن میں کامیابی کے بعد جماعتی کارکنان اور رہنماؤں کے سامنے کیا اور انہیں لاپتا افراد کے بارے میں آواز اٹھانے کی طرف دوٹوک انداز میں توجہ دلائی، مگر کبھی ان لوگوں کی ہاں میں ہاں ملا کر سوشل میڈیا میں صفِ ماتم نہیں بچھائی کہ ہماری جماعت اس حوالے سے کوتاہی اور مجرمانہ غفلت کا شکار ہے۔

سوشل میڈیا پر جماعت کا مدلل دفاع

سوشل میڈیا پر عموماً کارکن صرف تصویریں اور ویڈیوز شیئر کرنے کو بڑی خدمت سمجھ بیٹھے ہیں، مگر قاری شہیدؒ کا طریقہ اس سے بڑھ کر یہ تھا کہ جہاں کوئی ایسا اعتراض سامنے آتا، جس سے جماعت کے تشخص یا کاز کو نقصان پہنچتا ہے، تو اس کے مدلل دفاع کی کوشش کرتے تھے۔ایک بار ایک مقامی جماعتی رہنما کی ڈانس کی ایک ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہوئی اور اعتراض یہ کیا گیا کہ اسے ٹکٹ مل گیا ہے۔اس خوشی میں ناچ رہا ہے، تو قاری شہیدؒ نے سب سے پہلے متعلق رہنما سے معلومات حاصل کیں کہ کب کی ہے اور کس مقصد کے تحت یہ عمل سرزد ہوا ہے؟ تو ساری معلومات لے کر سوشل میڈیا میں ان الفاظ میں مدلل طور پر جواب دیا کہ اس ڈانس کا ٹکٹ ملنے سے کوئی تعلق نہیں۔یہ بہت پہلے کسی شادی میں کی گئی خوشی کی ویڈیو ہے، جب وہ رہنما جماعت میں شامل بھی نہیں ہوا تھا۔یوں اس اعتراض کی قلعی کھل گئی اور سب کے منہ بند ہو گئے۔

سب کو ساتھ لے کر چلنے کی حکیمانہ روایت

سیاست میں تنہا پرواز اور ذاتی نمائش کارکنوں کے دلوں میں کدورت پیدا کرتی ہے۔ ان میں یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے قائد کو جماعت کی تشہیر سے زیادہ ذاتی نمود و نمائش عزیز ہے؛ لہٰذا اہم ایک بندے کی ذاتی تشہیر میں کیوں استعمال ہوں۔ قاری شہیدؒ اس حوالے سے بڑے فراخ دل تھے۔ وہ اپنی جگہ اسٹیج پر اپنے ماتحتوں کو بھی تقریر کرنے کا موقع دیا کرتے تھے؛ تاکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو۔ خدمت میں وہ عام کارکنوں سے زیادہ پیش پیش ہوتے؛ تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ خود کو عام کارکنوں سے برتر شئی سمجھتے ہیں۔ کوشش ان کی یہی ہوتی تھی کہ اعتراض کرنے والے دوستوں کے اعتراضات دور کیے جائیں اور مل کر ساتھ چلیں۔ کئی کئی اجلاسات محض اس لیے ملتوی کیے جاتے: تاکہ ناراض دوست آ کر مل بیٹھیں۔ اپنے تحفظات اور خدشات ہمارے سامنے رکھیں اور ان کا مل کر حل نکالا جائے اور بعد میں ساتھ مل کر یہ جدوجہد جاری رکھی جا سکے۔

ہمت، جفاکشی اور ہمہ وقت قربانی کے لیے تیار

قاری شہیدؒ کو تین بار مسلسل جے ٹی آئی کی صدارت پلیٹ میں رکھ کر نہیں ملی تھی۔ اس کے لیے عملی طور پر جفاکشی اور قربانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جماعت کے ہر کام میں آپ قربانی دینے کے لیے صف اول میں پائے جاتے تھے۔ رات بھر دھرنے کے مقام پر بیٹھنا، جبکہ دیگر قائدین و کارکنان سردی کی وجہ سے گھر جا کر گرم لحافوں میں محو آرام ہوں، یہ جذبہ قاری شہیدؒ کا وصفِ خاص تھا۔ جماعت کی کوئی بھی کال آتی، سب سے پہلے آپ ریلی، جلسے اور پروگرام کے لیے میدانِ عمل میں پہنچتے۔ الیکشن کے مواقع پر دور دراز کے اسفار کرنا، انتخابی مہم چلانا، انتخابی رزلٹ کے حصول کے لیے خاران سے ناگ تک کا سفر آپ کی قربانی کی صرف ایک مثال ہے، جس کی گواہی مولانا عظمت اللہ انقلابی دیتے ہیں کہ ایک فون کال پر وہ سراوان ہی سے روانہ ہو گئے۔ دو تین دن اس سفر میں گزرے۔ آج کے قائدین کارکن ہونے کے دوڑ میں ایسی ہی قربانیاں دے کر اس مقام پر پہنچے ہیں۔

پائے گا ثمر وہی، جو محنت کرے گا

مغلیہ دورِ حکومت جو 1526ء کو ظہیر الدین بابر سے شروع ہوا اور 1857ء کو برطانیہ کے ہاتھوں ختم ہو گیا، اس کے آخری شہنشاہ بہادر شاہ ظفر (وفات 6 نومبر 1862ء) محنت و قربانی کے بارے میں کہتے ہیں:

محنت سے ہے عظمت کہ زمانے میں نگیں کو
بے کاوشِ سینہ نہ کبھی ناموری دی

جہدِ مسلسل اور حرکت پیہم

عام طور پر نوجوان جذباتی کارکنوں کا مزاج یہ بنا ہوا ہے کہ جو کام ہو، کم سے کم وقت میں ہو۔ جو قدم اٹھایا جائے، اس میں ہنگامہ آرائی ضرور ہو۔ چاہے کچھ عرصے بعد سب کیا کرایا غارت ہو کر رہ جائے۔ معمولی معمولی باتوں پر تلخ رویوں کا اظہار کیا جاتا ہے کہ فلاں رہنما نے یہ قدم کیوں نہیں اٹھایا، جبکہ سنجیدہ اور فہمیدہ کارکنان صبر و حوصلے سے کام لیتے ہیں۔ جہدِ مسلسل پر یقین رکھتے ہیں۔ نتائج اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں۔

قاری شہیدؒ کی زندگی جہدِ مسلسل اور عمل پیہم سے عبارت تھی۔ اس کا اندازہ آپ صرف اس ایک واقعہ سے بھی لگا سکتے ہیں کہ جب ایک جگہ مقامی جماعتی ذمہ داروں نے اپنے ایک پروگرام میں مہمان خاص کے لیے ایک صوبائی رہنما کی آمد کی فرمائش کی، تو لگ بھگ پانچ مہینے مسلسل قاری شہیدؒ اس رہنما کے پیچھے لگ گئے اور بالآخر اسے لانے میں کامیاب ہو گئے، مگر اس دوران نہ انہوں نے کبھی کسی بے صبری کا مظاہرہ کیا، نہ تلخ جذبات اور رویوں کا اظہار کیا، بلکہ متین و سنجیدہ لب و لہجے کے ساتھ مسلسل انہیں گوش گزار کرواتے رہے اور بالآخر انہیں لانے میں کامیابی مل گئی۔

فصل چہارم ۔۔۔ ابلاغی خدمات

جزو اول: تقریریں

جماعتی نمائندوں اور رہنماؤں کے نام آخری پیغام
(شہادت سے چار پانچ دن پہلے کی آخری یادگار مگر نامکمل تقریر)

کارکنوں کی مشکلات اور قیادت کی ذمہ داری

ملازمت اور پوسٹنگ کے امور میں ہمیں ہر حق دار ساتھی کا خیال رکھنا چاہیے۔ جس سطح کا بھی ساتھی ہو، ہمیں چاہیے کہ ہم اس کے لیے تگ و دو کیا کریں۔ چاہے کیسا بھی مسئلہ ہو۔

دیکھیے! آج ہمارے علاقے میں جن کو صوبائی نمائندگی ملی ہے، اس سے پہلے والے کے دور کے حالات سے ہم آگاہ ہیں۔ ہمیں پتہ ہے کہ وہ اپنے مخالفین کو کیسے انتقام کا نشانہ بناتے ہیں۔ یہ ہم سب کو معلوم ہے۔ مثال کے طور پر تاگزی کو لے لیجیے! وہاں الحمدللہ! ہمارے ساتھیوں کی محنت سے لوگ تبلیغ سے جڑ گئے ہیں اور ان کا رخ بدل گیا ہے اور وہ تبلیغ ہی کی طرح جمعیت میں بھی سرگرم ہو گئے ہیں۔ پورے 60 افراد پر مشتمل وہاں جے یو آئی کی ممبر شپ ہے اور اس کے علاوہ 30 افراد پر مشتمل ممبر شپ جی ٹی آئی کی ہے۔

2018ء میں تاگزی والوں نے حاجی محمد عثمان بادینی کو الیکشن میں 84 ووٹ دیے اور بلدیاتی انتخابات میں بھی انہوں نے حاجی نور احمد کے مقابلے میں 100 سے زیادہ ووٹ ہماری جماعت کو دیے۔ اب وہاں انتقامی کاروائیوں کا یہ حال ہے کہ مسجد کی تعمیر کی بھی اجازت نہیں دے رہے ہیں۔ کہیں کسی کی کوئی معمولی سی دیوار آگے ہوئی، تو ہمارے ساتھیوں کے ساتھ لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ باقی لوگوں کے ساتھ نرمی ہے۔ صرف ہمارے ساتھیوں سے انتقام لیا جا رہا ہے۔

دو تین مہینے پہلے وہاں ایک پولیس والے کا مسئلہ ہوگیا۔ انسان ہے، غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ ان میں سے دو کو معطل کیا گیا۔ جو دوسرا بندہ تھا، اس کا کسی اور پارٹی سے تعلق تھا۔ وہ بحال ہوگیا، جبکہ ہمارے ساتھی ادریس نامی، جو تاگزی کے ہیں، وہ ابھی تک معطل ہیں۔

الیکشن سے تین چار دن پہلے علی جان نامی شخص کو تاگزی سے اٹھالیا گیا۔ وہ پولیس ملازم تھا اور اسی طرح الیکشن سے ایک دن پہلے ایک اور پولیس والے کو اٹھالیا گیا، جو ایس ایچ او کاگن مین تھا۔ ان ساتھیوں کے لیے دوڑ دھوپ کی ضرورت ہے۔ وہ بھی انسان ہیں۔ ان کی حوصلہ شکنی ہوگی، اگر ہم انہیں یوں لاوارث چھوڑ دیں۔ یہ درست رویہ نہیں ہے۔ یہی ہیں اصل کام، جو ہمیں کرنے ہیں۔ اس موقع پر ہم اپنے سینئر ساتھیوں سے عرض کرتے ہیں کہ ایسے مواقع پر آگے بڑھا کریں اور دفتری مسائل میں ساتھیوں کو لاوارث نہ چھوڑا کریں۔

سیٹ جیتنا آسان ہے، برقرار رکھنا مشکل ہے

ایک دفعہ سیٹ جیتنا تو آسان ہے، مگر اسے برقرار رکھنا مشکل ہے۔ ہم نے 22 سال پہلے قومی اسمبلی کی ایک نشست جیتی تھی، مگر اس کے بعد مجال ہے کہ ہم دوبارہ جیت جائیں۔ آج اگر اللہ تعالیٰ نے یہ سیٹ ہمیں دے دی ہے، تو ہمیں چاہیے کہ اسے برقرار رکھنے کے لیے حاجی زاہد علی ریکی جیسا کردار ادا کریں۔ حاجی زاہد علی ریکی کی طرح ساتھیوں کی خبر گیری کریں۔ مولانا نذیر احمد امیر جمعیت علماء اسلام واشک کہتے ہیں کہ ہر جمعہ و جمعرات کو کوئٹہ سے سفر کر کے حاجی زاہد ناگ آجاتا ہے۔ دوسرے جمعہ کو ماشکیل جاتا ہے۔ تیسرے جمعہ کو واشک میں۔ الغرض! ہر ہفتہ ایک تحصیل میں جاتا ہے اور ساتھیوں کی ملازمت، پوسٹنگ اور ہر طرح کے حالات میں ان کے شانہ بشانہ کھڑا رہتا ہے۔ یہ ہے اصل سیاست!!!

ٹھیک ہے! الیکشن سے پہلے دوڑ دھوپ کرنی پڑتی ہے۔ ساتھی اللہ کی رضا کے لیے محنت کرتے ہیں۔ دعا کے لیے کہا گیا، تو دعا بھی انہوں نے کی۔ یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ اب جب موقع ملا ہے، تو کام بھی ہونے چاہیے۔ بے شک یہ سب کام انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیے ہیں،

مگر عملی کام بھی ضروری ہے۔ان چیزوں میں اگر ہمارے ساتھیوں کی حوصلہ افزائی ہو، تو ہمارا ووٹ بینک مزید بڑھ جائے گا۔اب جن حالات میں ہم ہیں یا گزشتہ 22 سال سے قومی اسمبلی کی نشست ہمارے ہاتھ سے نکل چکی تھی، اب الحمدللہ! دوبارہ ہاتھ آگئی ہے، تو کام کرنا ازحد ضروری ہے۔

میں خصوصی طور پر جمعیت علماء اسلام کے کارکنان کا شکرگزار ہوں۔جتنا شکرادا کروں، کم ہے کہ جب بھی انہیں آواز دی، وہ حاضر ہوئے۔حالانکہ ہماری طرف سے انہیں نہ کوئی چیز ملتی تھی اور نہ انہیں کوئی لالچ تھی۔صرف اللہ کی رضا کی خاطر ہمارے ساتھ کھڑے رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے خزانۂ غیب سے انہیں پورا پورا بدلہ عطاء فرمائے۔آمین! وآخر دعوانا أن الحمدللہ رب العالمین۔

جزو دوم: تحریریں

[قاری شکر اللہ شہیدؒ لکھنے پڑھنے کا بھی شوق رکھتے تھے۔سوشل میڈیا میں فیس بک پر چند سال سے موجود تھے، مگر بہت کم فعال۔فیس بک پر ان کی جو چند تحریریں ملیں، ان میں سے کچھ ڈائری والی ہیں، جنہیں بابِ اول میں شامل کیا گیا اور باقیوں میں سے دو تین ہی طبع زاد ہیں۔ان کے علاوہ زیادہ تر شیئر شدہ یا باحوالہ کاپی پیسٹ نوعیت کی ہیں، مگر مفید بھی ہیں اور ان کے ذوق کی آئینہ دار بھی؛اس لیے انہیں مختلف عنوانات کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔شاید! کسی کے لیے سبق آموز اور مفید ہوں۔]

1986ء سے 2019ء تک پاکستانی سیاست کا بے تاج بادشاہ

مولانا فضل الرحمٰن پر ہر دور کے حکمرانوں نے حق گوئی کے جرم میں الزامات کی بارش کر کے عوام کو مولانا سے متنفر کرنے کی کوشش کی، مگر کوئی مائی کا لال آج تک اتنی ہمت نہ کر سکا کہ وہ پاکستان کی کسی بھی عدالت میں جاکر مولانا پر کوئی الزام ثابت کر سکے۔

گزشتہ دنوں مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ کا بے نظیر بھٹو کے دور حکومت کا ویڈیو کلپ نظروں سے گزرا، جس میں وہ مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کی کلاس لیتے ہیں۔(یاد رہے! تب تک عمران احمد خان

نیازی رکن اسمبلی تو دور کی بات، کونسلر بھی نہیں تھے) مولانا نے ہمیشہ اسلام اور پاکستان کے حق میں اپنی توانا آواز بلند کی، مگر پاکستانیوں اور مسلمانوں سے زبانی محبت کے دعویدار مولانا کے جذبات کا مذاق اڑاتے رہے اور اڑا رہے ہیں۔

مولانا صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ 10 سال تک کشمیر کمیٹی کے چیئرمین رہے، مگر چیئرمین شپ کے عوض پاکستان کے خزانے سے ایک روپیہ تنخواہ بھی نہیں لی۔ ایم این اے کی حیثیت سے حلقے کے لیے ملنے والی مخصوص رقم کی گرد بھی ہاتھوں کو نہ لگنے دی۔

عمران خان گزشتہ 6 برس سے کے پی کے اور ایک سال سے زائد عرصہ سے وفاق میں حکومت سنبھالے ہوئے ہے، مگر مولانا پر ایک روپے کی کرپشن نہیں پکڑ سکے؛ کیوں کہ مولانا نے اپنے دل میں اپنے خالق و مالک کا خوف بٹھا رکھا ہے اور وہی خوف مولانا پر ملک و ملت سے وفاداری پر مجبور کرتا ہے۔

جب میں دیکھتا ہوں کہ 35 سالہ سیاسی زندگی میں اسلام آباد شہر میں اپنا گھر تک نہ بنا سکنے والی عظیم شخصیت پر جب کوئی بغیر کسی دلیل کے الزامات اور بہتان بازی کر رہا ہوتا ہے، تو دل کرتا ہے کہ اس نامرد کی زبان گدی سے نکال کر کتوں کے سامنے پھینک دوں۔

27 ستمبر 2019ء بہ شکریہ وائس آف جے یو آئی پاکستان 14/ اگست 2019ء

خاران میں تباہ کن بارشیں

2023/07/25ء خاران میں عصر سے طوفانی اور موسلادھار بارش جاری ہے، جس سے کئی دیواریں گر گئی ہیں۔ کہیں سامان بہہ گیا، تو کہیں چار دیواری۔ کراچی اسٹاپ پورا زیر آب ہے۔ اس موقع پر جہاں پیاز کی فصلیں ہیں، یقیناً وہ تباہی اور نقصان میں تبدیل ہو گئی ہیں۔ خصوصاً سٹی میں سینکڑوں گھر منہدم ہو گئے ہیں۔ اللہ پاک رحم فرمائے۔

لاپتہ افراد کا درد

عید کی خوشیاں اکیلے نہ منائیں، بلکہ:

1) اپنے پڑوس اور رشتہ داروں میں جو نادار ہیں، ان کی مدد کرکے انہیں بھی اس خوشی میں شامل کریں۔

2) اُن نوجوانوں کے لیے بھی دعا کریں، جو عید کے مواقع میں بھی لاپتہ ہوکر پابند سلاسل ہیں، جس کی وجہ سے ان کے والدین کی آنکھیں دروازہ پر لگی اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کا انتظار کررہی ہوتی ہیں کہ شاید! کل نہیں، تو آج میر الخت جگر میری آغوش میں آکر میری خوشیوں کو دوبالا کردے گا۔

3) اور اُن والدین کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں، جن کے مکان اور گود اولاد کی نعمت سے خالی ہیں۔ جو دوسروں کے بچوں کو کھیلتے اور کودتے دیکھ کر آنکھوں بھرے آنسوؤں اور ٹھنڈی سانس کے ساتھ یہی کہہ رہے ہوتے ہیں کہ کاش! ہماری بھی اولاد ہوتی اور ہمارے سامنے کھیلتے ہوئے نخرے سے پیسے مانگتی۔ کیا خوشی کا منظر ہوتا!!! اللہ تعالیٰ اِن سب کی مدد فرمائے۔ آمین! 17/ جون 2023ء

رخشاں یونیورسٹی کی منظوری کے لیے اسمبلی اجلاس میں شرکت

(19/ جون 2023ء) بلوچستان اسمبلی بجٹ اجلاس برائے مالی سال 2023ء-24ء میں اتفاق سے دوستوں (اخلاق حسنی، فضل الرحمٰن آلہ زئی اور وقار حسنی) کے ساتھ جانا ہوا، جہاں کافی چیزیں تجربہ کے طور پر سامنے آئیں۔

جانا اس شوق کی بنیاد پر ہوا کہ آج رخشان یونیورسٹی کے لیے مختص فنڈ کی منظوری کا منظر ہم اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ سکیں اور اپنے کانوں سے سنیں؛ کیوں کہ یونیورسٹی کے حصول اور فنڈز مختص ہونے کے لیے ہم اسٹوڈنٹ کمیٹی کے پلیٹ فارم سے کافی عرصے سے جدوجہد میں تھے۔

بجٹ پاس ہوتے وقت بجٹ کاپی بروقت میرے ہاتھ میں تھی (جو پچھلے سال کی نسبت کافی بہتر بجٹ تھا اور حجم کے لحاظ سے پچھلے سال سے 300/ ارب روپے زیادہ تھا) گوکہ پیش کردہ بجٹ

میں رخشان یونیورسٹی کا نام نہیں تھا، لیکن آخر میں وزیر خزانہ نے رخشان یونیورسٹی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ رخشان یونیورسٹی کا قیام بھی ہوگا اور اس کے لیے فنڈز بھی مختص ہے، جس سے کافی خوشی ہوئی اور ساتھیوں نے ایم پی اے ثناء صاحب کو داد بھی دی اور امید کی کہ گویا نوٹیفکیشن جاری ہونا ابھی تک باقی ہے، مگر ایم پی اے ہی سے ہمیں سب کچھ ہونے کی امید ہے؛ کیوں کہ تعلیمی مستقبل سے جسطرح وہ واقف ہیں، شاید ہی کوئی ہو۔

بہرحال! اس سے پہلے 19 / اکتوبر 2022ء کو ایم این اے آغا محمود شاہ کی محبتوں کی وجہ سے قومی اسمبلی کے ایک اجلاس میں جانا ہوا تھا، مگر بلوچستان اسمبلی میں ایم پی اے کے تعاون سے بذریعہ اخلاق حسنی بھی پہلی بار جانا ہوا، جہاں کافی کچھ چیزیں دیکھنے اور سیکھنے کو ملیں۔

"ایک کلو خالص دودھ" کا یکطرفہ فلسفہ

ہمیں یہ تو بتایا جاتا ہے کہ اس ملک میں ہر تھوڑے فاصلے پر ایک مسجد یا دربار موجود ہے، لیکن یہاں ایک کلو خالص دودھ نہیں مل سکتا، مگر کبھی یہ نہیں بتایا جاتا کہ سیاسی ایوانوں سے لے کر اعلیٰ اداروں تک اور عدالتوں سے لے کر پرائیویٹ سیکٹر تک جو لوگ اس ملک کا نظام چلا رہے ہیں:

- وہ کہاں کے پڑھے ہوئے ہیں؟
- وہ کہاں کے تربیتیافتہ ہیں؟
- وہ درسگاہیں کس کی ہیں؟
- وہاں پڑھانے والے کون ہیں؟
- ان کی تنخواہیں اور دیگر ناز نخرے کون اٹھاتا ہے؟
- سب سے بڑھ کر آج ان درسگاہوں کی نجکاری کرنے والے کہاں کے پڑھے ہوئے ہیں؟
- آج وہاں پڑھانے والوں کی تذلیل کرنے والے کہاں کے پڑھے ہوئے ہیں؟
- ان پر ایف آئی آر کاٹنے والے اور ان کو قید کروانے والے کون ہیں؟
- امتحانات میں طلباء کو نقل کروانے والے کون ہیں؟

- قبل از وقت پرچے ظاہر کرنے والے کون ہیں؟
- آئین توڑنے والے کہاں کے پڑھے ہوئے ہیں؟
- ہر سرکاری و نجی دفتر میں رشوت لینے والے کون ہیں؟
- انصاف بیچنے والے کہاں کے پڑھے ہوئے ہیں؟
- اپنی کمائی کی خاطر ڈاکوؤں، قاتلوں اور زانیوں کا دفاع کرنے والے کون ہیں؟
- چند روپے لے کر قتل اور عصمت دری کے مقدمے پی جانے والے کون ہیں؟
- جعلی ڈگریاں بنا کر بڑی بڑی پوسٹوں پر بیٹھنے والے کون ہیں؟
- کمیشن مافیا اور جعلی ٹینڈر پاس کرنے والے کون ہیں؟
- ناقص مٹیریل سے پل، بلڈنگز اور دیگر پروجیکٹس بنانے والے کہاں سے پڑھے ہیں؟
- منی لانڈرنگ کرنے والے کہاں کے پڑھے ہوئے ہیں؟
- پیسے بھر کر اپنے نااہل بچوں کو ڈاکٹر بنوانے والے کون ہیں؟
- ایسے "ڈاکٹر گر" ادارے چلانے والے کہاں کے پڑھے ہوئے ہیں؟
- ایک کاغذ پر چند لفظ لکھ کر ایک نادار مریض سے ہزاروں روپے لینے والے کہاں سے پڑھے ہوئے ہیں؟
- لاکھوں روپے لے کر جعلی سٹنٹ ڈالنے والے کہاں کے تربیت یافتہ ہیں؟
- بغیر وجہ کے آپریشن کرنے، گردے نکال کر بیچنے اور اعضاء کی خرید و فروخت کرنے والے کہاں سے پڑھے ہوئے ہیں؟

امید ہے کہ آپ کو کچھ نا کچھ اندازہ ہو ہی گیا ہو گا کہ یہ فہرست کتنی طویل ہو سکتی ہے اور اگر نہیں ہوئی، تو کوئی بات نہیں۔ کبھی وقت نکال کے آئیے گا۔ میں کہیں سے ایک کلو خالص دودھ لے کر آؤں گا، دونوں مل کر پئیں گے اور بیٹھ کر یہ فہرست مکمل کر لیں گے۔ منقول 2023/10/20ء

سعودیہ میں جشن موسیقی اور غزہ میں ماتم

ایک ہی رات، ایک ہی امت، ایک ہی زبان، ایک ہی دین و مذہب اور ایک ہی نبی و قرآن حتیٰ کہ ایک ہی مسلک و مشرب۔ ایک طرف صف ماتم بچھ چکی، کفن بھی بڑی مشکل سے نصیب، قبرستانوں میں باری کا انتظار، بے گور و کفن لاشیں، فلک کا کلیجہ چیرتی آہ و بکا، زمین کو شق کرتی آتش و آہن، بارود کی بارش، روتے بلکتے بچے، فغاں کرتی مائیں، بین کرتی بہنیں، آہیں بھرتے بوڑھے، قبر کھودتے اور میتیں اٹھاتے جوان،

دوسری طرف موج مستی، ناچ گانا، رقص و سرود، موسیقی کی دھنوں پر تھرکتے بے روح اجسام، 1400/سالہ مسلم تاریخ میں شاید ہی کبھی ایسا ہوا ہو۔ دنیا میں 6912 زبانیں ہیں، مگر ربِ کونین کی قسم! کسی لغت میں اس بے حسی کی ترجمانی کرنے والا کوئی لفظ نہیں ہے۔ ضیاء چترالی، 30/ اکتوبر 2023ء

فلسطین کے لیے یہی ہے وقتِ قیام

کل ہی ایک دوست سے بات ہو رہی تھی۔ یورپ اور امریکہ کے حکمران ایک کے بعد ایک، اسرائیل جا کر اظہار یکجہتی کر رہے ہیں۔ ٹسوے بہا رہے ہیں۔ اپنے شجرے کھنگال کر کسی یہودی کو ڈھونڈ کر متعارف کروا رہے ہیں۔ دوست سے پوچھا کہ مسلمان حکمران کیوں حماس کی قیادت سے نہیں مل رہے؟ اور آج مولانا فضل الرحمٰن کا یہ اقدام سامنے آیا (کہ قطر جا کر حماس رہنماؤں کے ساتھ کھڑے ہوئے) مولانا صاحب! آپ کی ہمت اور جرأت کو سلام ہے۔ یہ کام آسان ہرگز نہیں تھا۔ جو اسلامی ملک کا کوئی سربراہ نہ کر سکا، وہ آپ نے کر دکھایا۔ پروفیسر جمیل اصغر جامی، 5 نومبر 2023ء

باب سوم

عادت سے صلاحیت تک

- فصل اول — عبادات
- فصل دوم — معاملات
- فصل سوم — اخلاقیات
- فصل چہارم — حسن معاشرت
- فصل پنجم — فطری و انتظامی صلاحیتیں

فصل اول۔۔۔ عبادات

قاری شکر اللہ شہید نے گھر سے درسگاہ تک جو دینی ماحول پایا تھا، اس کے زیر اثر ان کے اندر اخلاق کریمانہ اور اوصاف جمیلہ کی ایک ایمان افروز کہکشاں آباد ہوگئی تھی۔ کچھ صفات حمیدہ ان کی عادت و طبیعت ثانیہ بن چکی تھیں اور بعض آداب زندگی انہوں نے اپنی خداداد دینی صلاحیت سے پیدا کئے تھے۔ ان خصائل و مبارک اطوار کو مختلف فصلوں اور ذیلی عنوانات کی صورت میں پیش کیا جارہا ہے، جو ان کے شخصی محاسن و محامد کے حاصل ہیں۔

قاری شکر اللہ شہید اپنے مقصد تخلیق سے آگاہ تھے:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ (الذاریات:56)

چناں چہ سیاسی اور سماجی طور پر متحرک ہونے کے ساتھ ساتھ نالہ نیم شبی کے لطف سے بھی آشنا تھے۔ ذوقِ عبادت کا ایک وافر حصہ پایا تھا۔ ساتھ ہی زیارت حرمین کے لیے "ماہی بے آب" کی طرح دلِ بے قرار بھی رکھتے تھے۔ قاری شہید کے ذوقِ عبادت کو نہایت ہی اختصار کے ساتھ چند ذیلی عنوانات کے ساتھ پیش خدمت کریں گے:

تہجد و سحر خیزی اور روزہ

قرآن کریم نے صحابہ کرامؓ کی شان یوں بیان فرمائی ہے:

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ (الذاریات:17،18)

وہ رات میں کم سویا کرتے تھے اور رات کے آخری پہروں میں بخشش مانگتے تھے۔

صحابہ کا مقابلہ ایک عام امتی کہاں کر سکتا ہے؟؟؟!!! تاہم اس شان کی کچھ جھلک قاری شہید کی زندگی میں بھی ملتی ہے۔ مفتی عبادالرحمٰن صاحب فرماتے ہیں:

نمازوں کے اوقات کے سلسلے میں ان کا مجھ سے مسلسل رابطہ رہتا تھا۔ مہینے میں دو تین بار اکثر

مجھ سے رات کو پوچھا کرتے تھے کہ طلوع فجر کتنے بجے ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلوع فجر سے پہلے ضرور ان کا کوئی معمول تھا۔ غالب گمان یہی ہے کہ وہ تہجد کے پابند تھے۔ رات کو دیر سے میسج کرتے۔ میں اگر جواب نہ دیتا، تو کال کر کے پوچھتے کہ طلوع فجر (صبح صادق) کتنے بجے ہوتی ہے۔ اس سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ یا تو وہ سحری کرنے کے لیے اٹھتے تھے کہ روزہ رکھنا ہے یا تہجد کی پابندی کرتے تھے کہ اس کے لیے طلوعِ فجر کا وقت پوچھتے تھے۔

مفتی صاحب کی اس بات کی مزید تفصیل اور تصدیق ان کی بیوہ محترمہ سے ہم نے طلب کی، تو انہوں نے فرمایا: زندگی کے آخر میں لگ بھگ دو ڈیڑھ مہینے سے قاری شہید کا معمول یہ تھا کہ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔ عشاء کے وتر پڑھے بغیر سونے کا معمول تھا؛ تاکہ آخر شب اٹھ کر تہجد کے بعد مسنون طریقے سے وتر پڑھ سکیں۔

قاری شہید ایک دفعہ گلگت کے پہاڑوں میں دعوت و تبلیغ کی تشکیل پر تھے۔ وہاں صرف چھ راتوں میں مکمل قرآن کریم سنایا۔ یہ جہاں آپ کے ذوقِ قرآن و تلاوت کا کرشمہ تھا، ساتھ ہی اس میں شب خیزی کے کیف و سرور سے لطف اندوزی کا جذبہ بھی کار فرما تھا۔

شب خیزی کی یہ وہ لذت ہے، جس نے علامہ محمد اقبالؒ کو بھی انگلینڈ جیسے ماحول میں بے آرام کر رکھا تھا، جنہوں نے سحر خیزی میں روحانی بالیدگی تلاش کی تھی۔

زمستانی ہوا میں گرچہ ہے شمشیر کی تیزی
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحر خیزی

محترمہ مزید فرماتی ہیں کہ روزانہ فجر کے بعد مسجد سے گھر آتے ہوئے سورۂ یاسین راستے ہی میں تلاوت کرنے کا معمول تھا۔ شعبان کے مہینے میں حافظ عبدالکبیر کے پاس قرآن پاک کا دَور کرنے جایا کرتے تھے۔

سفر میں ماثورہ دعاؤں اور جماعت کا اہتمام

حاجی زکریا مینگل لاہور ٹوؤر کے احوال میں لکھتے ہیں:

سفر شروع ہونے سے پہلے بس کے فرنٹ میں قاری صاحب کھڑے ہوتے اور سفر کی دعا زور سے پڑھ لیتے اور ہمیں کہتے: آپ سب میرے ساتھ ایک آواز ہو کر پڑھیں! اس طرح ہمارا سفر دعا سے شروع ہو جاتا اور پورے ٹوور میں قاری صاحب ہمیں ہر صبح نماز کے لیے جگا دیتے اور باقاعدہ باجماعت ہمیں فجر کی نماز پڑھاتے۔ درمیان میں ایک جمعہ شریف آیا، تو قاری صاحب نے ہمیں ایک ہال کے اندر جمعہ نماز کے لیے جمع کیا اور اس نے خود جمعہ شریف کی تقریر، خطبہ اور نماز ہمیں پڑھائی۔ پورے ٹوور میں قاری صاحب ہمارے لیے باپ جیسے تھے، جو سب کا خیال رکھتے تھے اور سب کے لیے حاضر رہتے تھے۔

امامت کا خصوصی جذبہ

قاری شکر اللہ شہید کو نمازوں کی امامت کا شوق من جانب اللہ عطاء ہوا تھا۔ ویسے تو آخر عمر میں ظہر کی نماز کی امامت ڈی پی او خاران کی مسجد میں بڑے اہتمام اور پابندی سے کیا کرتے تھے۔ تاہم عصر کے وقت مختلف گراؤنڈز میں جا کر کھلاڑیوں کو باجماعت نماز پڑھاتے تھے۔ کہیں کوئی ٹورنامنٹ ہو، تو وہاں پر بھی موجود رہتے تھے اور مقصد امامت ہوتا تھا۔ کہیں کوئی فائنل میچ ہے، تو بھی امامت کے لیے قاری شہید کو میدان میں موجود پاتے تھے۔ کہیں کوئی سیاسی جلسہ یا دھرنا ہے، تو نماز کے اوقات میں دیکھا جاتا تھا کہ قاری شہید امامت کر رہے ہیں۔

انفاق فی سبیل اللہ اور توکل

یونیورسٹی آف بلوچستان سب کیمپس خاران کے طالب علم اسرار حسنی قاری شہید کے راہ خدا میں خرچ کرنے اور توکل کی یادیں لکھتے ہیں کہ:

ایک دن قاری شہید اپنا واقعہ بتاتے ہوئے مجھ سے کہنے لگے کہ میں بازار گوشت لینے گیا، تو کچھ دوستوں کے تعاون سے گوشت فراہم ہو گیا۔ میں جب یہ بنوانے گھر گیا، تب معلوم ہوا کہ گوشت پکانے کے لیے جو ضروری اشیاء ہیں، وہ موجود نہیں۔ میں دوبارہ بازار کی طرف نکلا۔ میں اپنی پہچان کے پرچون والے کے پاس گیا اور سامان کا آرڈر دینے لگا۔ جب اس نے سامان دے دیا، تو

میں نے حساب لگایا کہ کچھ چھ سے سات ہزار روپے بنتے تھے، جبکہ میری جیب میں اتنے پیسے نہیں تھے کہ اس کی رقم ادا کر سکتا۔ میں نے دکان دار سے کہا کہ یہ آپ میرے کھاتے میں لکھ دیں۔ میں نے آج شام ایک افطاری کا پروگرام رکھا ہے، تو میرے پیسے وہیں خرچ ہو گئے ہیں۔ ابھی میرے پاس اتنے پیسے نہیں، میں آپ کو بعد میں ادا کر دوں گا۔

دکاندار کہنے لگا: نہیں، بھائی! اس کی کوئی ضرورت نہیں، آپ سامان لے جائیں۔ دراصل ہمارے ہاں ایک فوتگی ہوئی تھی، تو میں صدقے کے لیے کچھ پیسے مسجد و مدرسے کو دینا چاہتا تھا۔ اچھا ہوا آپ مل گئے۔ آپ ثواب کا کام کر رہے ہیں، تو افطاری پر میرے رشتے دار جو فوت ہوئے ہیں، ان کے لیے دعا کر دینا۔ اس نے سارا سامان مجھے دے دیا اور ایک پیسہ بھی نہیں لیا۔ تو دیکھا!!! اسرار بھائی! میں نے کہا تھا نا! کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے کس طرح اللہ تعالیٰ خود اس کی مدد فرماتے ہیں۔ یقین کرو! اس میں، میں نے پانچ سے دس فیصد پیسے دیے ہوں گے! باقی سارا انتظام اس رب نے خود کیا۔

زیارت حرمین شریفین کا شوق

قاری شکر اللہ شہید کو زیارت حرمین شریفین کا جو ولولہ انگیز شوق تھا، اس کی داستان بڑی عجیب، سبق آموز اور دلچسپ ہے۔ ذیل میں چند واقعات ملاحظہ کیجیے:

صرف 150 روپے میں عمرہ کی سعادت پانے کا عجیب واقعہ

سچ کہا ہے کسی نے کہ: حج و عمرہ کی سعادت پیسوں سے نہیں ملتی، بلکہ طلبِ صادق اور تڑپِ مسلسل سے ملتی ہے۔

اس مقولے کی صداقت پر قاری شہید کا درج ذیل واقعہ شاہد عدل ہے۔ قاری شہید کے والد محترم کا کہنا ہے کہ چند سال قبل قاری شہید کے سسرال قاری صاحب کی اہلیہ کو ساتھ لے کر عمرہ کے لیے خاران سے کراچی چلے گئے۔ اس موقع پر کسی نے کہا کہ قاری صاحب! آپ اپنے

سسرال اور اہلیہ کے ساتھ عمرے کے سفر میں نہیں گئے؟ کہا کہ میرا اللہ مجھے بھی لے جانے پر قادر ہے۔ میں نے اپنی بساط کے مطابق عمرہ کے لیے 150 روپے جمع کیے ہوئے ہیں۔ اللہ پاک نے ان کے دل کی تڑپ کو دیکھ کر اس طرح بندوست فرمایا کہ اُدھر کراچی میں باقی سب کے ویزا اور ٹکٹ عمرہ کے لیے مل گئے، مگر قاری صاحب کی اہلیہ کا ویزہ، ٹکٹ قانونی پیچیدگی کی وجہ سے تعطل کا شکار ہو گئے اور یہ قرار دیا گیا کہ قاری صاحب کی اہلیہ قاری صاحب کے بغیر نہیں جاسکیں گی۔ چناں چہ اسی دن کراچی سے سسرال کا فون آیا کہ قاری صاحب! عمرے کے لیے تیار ہو جاؤ! تیرے رب نے تیرے سفر کراچی اور سفر عمرہ کا سارا انتظام کر دیا ہے۔ یوں قاری صاحب 150 روپے کے سرمایہ سے عمرہ پر چلے گئے اور سعادت عظیمہ سے بہرہ ور ہوئے۔ حرمین شریفین کی دید کا جو تڑپ رکھتے تھے، یوں غیبی ذرائع حرکت میں آ گئے اور ان کی دلی تمنا پوری ہو گئی۔

وزیر اعلیٰ پنجاب سے لیپ ٹاپ کی بجائے حج کی درخواست

کالج کے طلباء کے ساتھ قاری شہید اسٹڈی ٹوئر پر لاہور گئے۔ اس وقت شہباز شریف وزیر اعلیٰ تھے۔ باقی طلباء نے ان سے لیپ ٹاپ کی ڈیمانڈ کی، مگر قاری شہید نے یہ درخواست پیش کی کہ مجھے سرکاری طور پر حج کا موقع عنایت کیجیے! زیارت حرمین کا شوق اس کے سر پر ایسا سوار تھا کہ دنیا کی کوئی بھی پرکشش چیز اور جدید ترین ٹیکنالوجی اس کی نظر میں ہیچ تھی۔ بس ایک دھن سوار تھی کہ ارض حرمین کی خاک کسی نہ کسی طرح چوم لوں۔ ان کی دلی تمنا اور قلبی کیفیت کچھ یوں تھی کہ:

عالم وجد میں رقصاں میرا پر پر ہوتا
کاش میں گنبد خضرا کا کبوتر ہوتا

عمرے کے لیے 250 روپے کی تیاری

ابھی بھی قاری صاحب کے پسماندہ رقم کا جائزہ لیا گیا، تو 250 روپے الگ ایک پیکٹ میں رکھوائے تھے، جس کی پرچی پر لکھا تھا کہ یہ میرے عمرے کے لیے ہیں؛ تاکہ اپنی امی اور دادا، دادی کو لے کر رمضان شریف میں عمرے کے لیے جاؤں اور ان کی خدمت کی سعادت حاصل کروں۔ ان

کے والد نے بھی پوچھا تھا: قاری صاحب! عمرہ کی تیاری کیسی ہے ؟ تو کہا کہ میں تو تیار ہوں، میرا اللہ میرا انتظام کرے گا۔ انشاء اللہ! قاری شہید کے چھوٹے بھائی مولوی سیف اللہ نے بتایا کہ میں نے قاری شہید کو اس سال کہا تھا کہ رمضان میں میری حفظ کی کلاس سنبھالیں! میں 40 روزہ تبلیغ پر جانا چاہتا ہوں، تو انہوں نے معذرت کر کے کہا کہ اس سال رمضان میں میرا عمرے کا ارادہ ہے اور یہی وہ عمرہ تھا، جس کے لیے وہ 250 روپے جمع کیے بیٹھے تھے۔

حرمین شریفین میں ان کے لیے دعا

مفتی عباد الرحمٰن صاحب سفر عمرہ پر تھے کہ جہاں پر انہیں شہید کی شہادت کی خبر ملی، تو انہوں نے حضرت مکی صاحب کی مجلس میں انہیں پرچی دی، تو حضرت مکی صاحب نے ان کی مغفرت اور رفع درجات کے لیے دعا کی۔ یہ یقیناً قاری شہید کے لیے ایک اعزاز کی بات ہے کہ زندگی بھر وہ جس مقام اور جس خطے کے لیے تڑپتے رہے، آخر میں وہیں سے ان کے لیے صدائے دعا بلند ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

فیس بک پر آخری تمنا کا اظہار

قاری شہید کو زیارت حرمین کا جو شوق تھا، وہ ان کی اس مختصر تحریر میں ظاہر ہوتا ہے، جو انہوں نے 12 / دسمبر 2023 کو شہادت سے دو مہینہ پہلے لکھی تھی کہ: اے اللہ! دنیا بھر سے حج درخواستیں جمع ہو رہی ہیں۔ میں مالی طاقت نہ رکھنے کی وجہ سے اپنی درخواست تر آنکھوں اور آنسوؤں کے ساتھ تیرے در پر جمع کرواتا ہوں۔ یا اللہ! تو ہی کوئی ذریعہ بنادے۔

فصل دوم۔۔۔ معاملات

ایک ایسے دور میں جب ہر پیر و جواں پیسہ نامی ”معاشی بت“ کے سامنے سجدہ ریز ہے۔ ایک ایسے ماحول میں جب اصحاب جبہ و دستار بھی کرپشن کی آلودگی سے دامن بچا نہیں پاتے۔ ایسے عہدِ کرپشن میں روپیہ روپیہ کا حساب کتاب صاف رکھنا کوئی معمولی کام نہیں اور قاری شہید جس خدمتِ خلق کے شعبے کے ساتھ دل و جان سے وابستہ تھے، اس میں چندے کا پیسہ بھی مل سکتا تھا اور یوں قدم قدم پر روپیہ نامی اژدھا منہ پھلائے سامنے کھڑا ہوتا تھا، مگر خوف خدا اور عوامی اعتماد کو برقرار رکھنے کے جذبے نے اسے بڑی احتیاط کے ساتھ حتی المقدور دامن بچائے رکھنے پر آمادہ رکھا۔ ہمارا مقصد کسی کو مکمل فرشتہ صفت ثابت کرنا نہیں۔ کوئی جتنا بھی متقی اور پرہیزگار ہو، مگر زن اور زر کے معاملے میں بشری کمزوریاں بالآخر در آہی جاتی ہیں۔ تاہم اپنی انسانی وسعت کے مطابق قاری شہید نے اپنا دامن جتنا بچانے کی کوشش کی، اس کا کچھ اندازہ ان چند واقعات سے لگایا جاسکتا ہے:

ٹرسٹ کے مالی معاملات میں احتیاط

قاری شکر اللہ حنفی شہید ”المدینہ فاؤنڈیشن خاران“ کے چیئرمین تھے۔ ٹرسٹ کے نائب چیئرمین مفتی عباد الرحمٰن نے عمرے کے دوران مکہ مکرمہ سے 23 فروری 2024ء کو یہ گواہی مجھے وائس نوٹ میں بھیجی کہ قاری صاحب کو تھیلیسیمیا کے شکار بچوں کے لیے خون کی فراہمی کے سلسلے میں بیگز کی ضرورت ہوتی، تو میں اہلِ خیر حضرات سے کچھ رقم لے کر انہیں دیتا اور وہ کوئٹہ سے بیگ منگواتے اور اس معاملے میں بڑی دیانتداری سے کام لیتے تھے۔ پوری رپورٹ مجھے پیش کر دیا کرتے تھے کہ ان پیسوں سے میں نے اتنے بیگ خرید لیے ہیں اور یہاں تک شفافیت رکھتے تھے کہ جب ان میں سے کچھ پیسے بچ جاتے، تو بھی مجھے بتا دیتے تھے کہ اتنے پیسے بچ گئے ہیں اور کبھی یہ بھی کہتے کہ اتنے پیسے بچ گئے تھے، جن میں سے میں نے فلاں فلاں بندے کو جوس پلا دیا تھا۔ جس نے

خون کا عطیہ کیا ہوتا اور جس مریض بچے کو عطیہ کیا ہوتا، دونوں کو جوس پلا کر بقیہ پیسوں کی رپورٹ دے دیا کرتے تھے۔ ان کی اس شفافیت کی وجہ سے میرا اعتماد ان پر بہت بڑھ گیا تھا اور میرے اندر بھی ان کی مدد کرنے کی ہمت بڑھتی اور جذبہ تازہ ہوجاتا کہ بے چارہ اتنا خدمتِ خلق میں مخلص ہے، تو اس کی ضرور مدد کرنی چاہیے۔

اسٹوڈنٹس کے پکنک اخراجات میں شفافیت

انعام الرحمٰن صاحب بتاتے ہیں کہ:

کالج میں ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے جو فنڈز کالج کو پکنک کی مد میں ملتے، تو قاری شہید پرنسپل صاحب سے پورا حساب وکتاب لیتے تھے۔ ایک بار انہی کی سربراہی میں ہم پکنک پر گئے۔ اس سے پہلے عام معمول یہ رہا تھا کہ جتنے پیسے مل گئے، اپنی مرضی سے خرچ کرو۔ بعد میں کوئی حساب وکتاب نہ ہوتا، مگر قاری شہید نے بڑے خوش اسلوبی سے انہی پیسوں سے ہماری پکنک کا انتظام کیا اور واپسی پر بس کے اندر کھڑے ہوکر اعلان کر دیا کہ بھائیو! ان پیسوں سے اتنے بچ گئے ہیں۔

چناں چہ پھر انہی باقی ماندہ پیسوں سے انہوں نے کالج کی لوکل کمیٹی میں منتخب شدہ ممبران کے لیے ایک اور اعزازی پروگرام رکھ لیا اور یہ پیسے وہیں پر خرچ کر دیے۔ یوں وہ مالی معاملات میں بڑی دیانتداری سے کام لیتے تھے۔

جماعتی چندہ کا محتاط استعمال

عمران خان کے دورِ حکومت میں جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن نے ملک بھر میں ملین مارچز کا ایک تند و تیز سلسلہ شروع کیا ہوا تھا۔ یہ دھاندلی زدہ حکومت کے خلاف ایک تحریک تھی کہ ہم اسے تسلیم نہیں کرتے، اسے گھر جانا چاہیے۔ آخری مارچ غالباً 2019ء کو آزادی مارچ کے عنوان سے اسلام آباد میں ہوا، جس میں ملک بھر سے مولانا کی کال پر کارکنوں نے لاکھوں کی تعداد میں شرکت کی۔

خاران سے بھی کارکنوں کی ایک بڑی تعداد روانہ ہوگئی۔ ضلعی جماعت کے ساتھ اس کے

انتظام و انصرام میں قاری شکر اللہ شہید بھی پیش پیش تھے۔ اس موقع پر قاری شہید خاران سے ایک بائیک سائیکل کوچ کی چھت پر ڈال کر ساتھ لے گئے کہ وہاں اسلام آباد میں ساتھیوں کے لیے بازار سے کھانا وغیرہ لانے کے لیے یہ سائیکل کام دے گی۔ اس واقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا عظمت اللہ انقلابی نے کہا کہ ایک تو اس سے ان کی ساتھیوں کی سہولت کے بارے میں فکر مندی ظاہر ہوتی ہے، دوسرے ان کی قناعت شعاری، جماعتی چندے کے محتاط استعمال کا طرزِ عمل کہ چندہ کا پیسہ بے جا خرچ نہ ہو؛ تاکہ ساتھیوں اور جماعت کا مالی نقصان نہ ہو۔

کرکٹ ٹورنامنٹ فائنل کی انعامی رقم میں دیانتداری

تاگزی خاران میں ایک کرکٹ ٹورنامنٹ 2023ء میں منعقد ہوا، جس کے فائنل میچ میں منتظمین (جن کا تعلق جمعیت سے تھا) نے حاجی پرویز احمد رند (جو الیکشن میں صوبہ اسمبلی کی امیدوار تھے) کو مہمان خصوصی بنانا چاہا۔ قاری شہید سے رابطہ کیا گیا، تو قاری شہید نے 18/ستمبر 2023ء کو حاجی پرویز رند صاحب کو دعوت دی، مگر وہ شمولیتی پروگراموں میں مصروف ہونے کی وجہ سے وقت نہ دے سکے۔ درمیان میں تبلیغی اجتماع ہوا۔ پھر حاجی صاحب کا چھوٹا سا ایک ایکسیڈنٹ ہوا۔ اس دوران قاری شہید مسلسل رابطے میں تھے اور کسی نہ کسی طرح حاجی صاحب کو اس فائنل پروگرام میں شرکت کے لیے قائل کرتے رہے۔ اسی اثناء میں حاجی صاحب نے انہیں 10/ہزار روپے بطور انعامی رقم اس فائنل میچ کے لیے دے دیے، مگر قاری صاحب کا اصرار تھا کہ آپ خود آکر پروگرام میں شرکت کریں؛ تاکہ جماعتی ساتھیوں کا مورال بلند ہو جائے؛ کیوں کہ ان کے فریق مخالف دوسرے سیاسی نمائندوں کو بلانے کی آفر کر چکے تھے اور 20 ہزار انعام کی لالچ بھی دے چکے تھے، مگر تاگزی کی مقامی جماعت کی خواہش بدستور باقی تھی۔

قاری شہید نے 15/نومبر 2023ء کو ایک بار پھر حاجی صاحب کو یہ میسج بھیجا کہ وہ ٹیم والے ابھی تک آپ کے منتظر ہیں۔ آپ نے جو پیسے بھیجے تھے کہ میرا نمائندہ آکر مہمان بنے گا، وہ پیسے میرے پاس محفوظ ہیں، مگر وہ لوگ آپ کی آمد چاہتے ہیں، مگر حاجی صاحب وقت نہ نکال سکے۔ مزید

دو مہینے انتظار کے بعد 21 جنوری 2024ء کو قاری شہید نے حاجی صاحب کو پیغام بھیجا:

حاجی صاحب! اسٹور نامنٹ کے لیے آپ نے مجھے بہت پہلے 10 ر ہزار روپے دیے تھے، جو ابھی تک میرے پاس امانت رکھے ہوئے ہیں، بلکہ نوٹ بھی چینج نہیں ہوئے، اگرچہ مجھے کئی بار ان کی ضرورت پڑی ہے۔ کیا کل میں آسکتا ہوں؟ رات کو ٹورنامنٹ سیکرٹری نے بھی کال کر کے وقتی خرچے کے لیے مانگے تھے، لیکن میں نے کہا کہ واقعی آپ کو تیاری کے لیے پیسوں کی ضرورت ہوگی، مگر حاجی صاحب اجازت دے دیں، تو.......۔

بالآخر پانچ مہینے کے مسلسل رابطوں اور کوششوں کے بعد حاجی پرویز رند نے 28 جنوری 2024ء کو ٹورنامنٹ فائنل میچ میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔ یوں قاری شہید کی جدوجہد رنگ لائی اور جماعتی احباب مسرور ہوئے۔ اس سارے واقعے سے قاری صاحب کی جہد مسلسل کا ثبوت ملتا ہے اور ساتھ ہی امانتی رقوم میں دیانتداری کی شاندار اور قابل تقلید مثال بھی سامنے آتی ہے، جو ہر کارکن کے لیے مشعل راہ ہے۔

فصل سوم ـــ اخلاقیات

انسانی شخصیت کی تعمیر و تشکیل اور جمال و تحسین کا دار و مدار حسن اخلاق پر ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إن من خيارکم أحسنكم أخلاقاً (متفق علیہ)

قاری شہید کو اللہ تعالیٰ نے حسن اخلاق کی جس ہمہ جہت اور دل موہ لینے والی دولت سے نوازا تھا، اس کے چند نمونے حسب ذیل ہیں:

نرم خوئی اور گفتگو میں متانت

بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ اگر صاحبِ قرآن کو گالی گلوچ کرتا ہوا دیکھو، تو سمجھ لو کہ اسے قرآن کا نور حاصل نہیں ہوا۔ (عشاق قرآن/39)

چناں چہ قرآن پڑھنے والا شخص غصہ کے باوجود فحش گوئی سے پرہیز کرتا ہے۔ سچے حاملان قرآن کی زبان میٹھی ہوتی ہے۔ مذاق پاکیزہ ہوتا ہے۔ جذبات اعلیٰ ہوتے ہیں۔ اخلاق نورانی ہوتے ہیں؛ اسی لیے نیک بندے انہیں اچھا ہم نشین سمجھ کر ان کی صحبت اور مجلس کو غنیمت جانتے ہیں۔ محسن خان نوشیروانی لکھتے ہیں کہ:

عموماً انسان جوانی کے اس اسٹیج میں جب اسٹوڈنٹس ونگز یا سیاسی جماعتوں کا حصہ بنتا ہے، تو وہ قدرے جذباتی پن کا مظاہرہ کرتا ہے، لیکن مکرم قاری شہید کی گفتار اور فعل دونوں میں اعتدال تھا۔ وہ ایک نرم مزاج اور دل افروز طبیعت کے انسان تھے۔

عجز و انکساری کا وصف

قاری شہید اپنے والد کو کسی جگہ کسی مجلس میں آتے دیکھتے، تو استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے، بلکہ ہر ایک کے ساتھ چھوٹا بن کر پیش آتے۔ گویا کہ اپنی نظر میں سب سے چھوٹا خود کو تصور کرتے تھے۔ شاید! اس دعا کا اثر تھا: اللّٰهم اجعلني في عيني صغيرا وفي أعين الناس

کبیرا "اے اللہ! مجھے اپنی نظر میں چھوٹا بنا دے اور لوگوں کی نظر میں بڑا مقام دے!"

اور یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ اس کی شہادت پر سارا خاران اشکبار تھا، حالانکہ نہ وہ کسی بڑے عہدے پر فائز تھے، نہ مال و دولت کی چمک نے انہیں بڑا بنایا تھا۔

صبر و تحمل اور قوت برداشت

قاری شہید کے ساتھ سفر و حضر میں وقت گزارنے والے دوستوں میں سے اخلاق حسنی کا کہنا ہے کہ: قاری شہید بلا کی قوت برداشت کے مالک تھے۔ ہر تکلیف دہ موقع اور ناخوشگوار حالات میں صبر تحمل سے کام لیتے تھے۔ کوئی کیسا بھی انہیں سخت ردعمل پر مجبور کرتا، مگر ان کا ردعمل نہایت ملائم اور متناسب ہوتا۔ یقیناً بے صبری کا اظہار کرنا اور اس کی وجہ سے کوئی بول یا قدم اٹھانا بسا اوقات بعد میں پچھتاوے کا سبب بن سکتا ہے؛ اس لیے کہا جاتا ہے کہ صبر کرو! صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ طاقتور اور بہادر وہ نہیں جو لڑائی میں مدمقابل کو پچھاڑتا ہے، بلکہ اصل طاقتور وہ ہے، جو غصے کے وقت اپنے نفس اور جذبات پر کنٹرول پا سکے۔

ایثار اور ذاتی قربانی

ایثار کا لفظ اثر سے نکلا ہے۔ اس کا دینی مفہوم بہت وسیع ہے، جس میں یہ تمام مفاہیم آجاتے ہیں کہ آدمی اپنے لیے کمتر چیز پر راضی ہو اور اپنے ساتھی کے لیے بہتر چیز کا انتخاب کرے، اپنی ضرورت کو پس پشت ڈال کر دوسرے کی ضرورت پوری کرے، خود تکلیف اٹھائے اور دوسروں کو آرام پہنچائے، خود بھوکا پیاسا رہے اور دوسروں کو کھلائے پلائے، اپنے مزاج کے خلاف ناگواریاں برداشت کرلے، مگر بھائی کے دل پر کسی ناگواری کا میل نہ آنے دے۔ یہ ایک بلند اخلاقی صفت ہے۔ ویسے تو اس کے تین دائرے ہیں:

- ضروریات کے دائرے میں بھی ایثار سے کام لیا جاسکتا ہے۔
- اس کے بعد آسائش و آرام کے دائرے میں بھی

➢ اور پھر مزاج کے تقاضوں کے دائرے میں بھی، مگر سب سے مشکل دائرہ یہی ہے۔

قرآن پاک میں تمام دائروں سے متعلق ایثار کی اس صفت کی تعریف یوں کی گئی ہے:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر:9)

اور وہ اپنے نفس پر دوسروں کو مقدم رکھتے ہیں، اگرچہ ان پر تنگی ہی کیوں نہ ہو۔

صحابہ کرامؓ کی زندگی میں ایثار سے متعلق واقعات آپ کو حدیث و سیرت کی کتابوں میں جابجا ملتے ہیں۔ انہی صحابہ کے نام لیوا قاری شکر اللہ حنفی شہید ایثار اور ذاتی قربانی سے کیسے کام لیتے تھے؟ اس حوالے سے بہت سارے دوستوں کے مشاہدات حسب ذیل ہیں:

سب سے پہلے خود خون دینے کی پیشکش کرنا

قاری شکر اللہ شہید جو موبائل بلڈ بینک چلا رہے تھے۔ ضرورت مندوں کو خون فراہم کرنے کا سلسلہ چل رہا تھا، تو خون کی فراہمی میں بھی سب سے پہلے اپنے آپ کو پیش کرتے تھے۔ مفتی عباد الرحمٰن کہتے ہیں کہ وہ اپنے تین مہینے پورے ہونے کا باقاعدہ انتظار کرتے تھے۔ جوں ہی تین مہینے پورے ہوتے، تو ضرور خون دیتے تھے اور دیگر لوگوں سے بھی رابطے میں رہتے تھے۔ اس کارِ خیر میں سب سے زیادہ پیش پیش تھے، بلکہ راقم الحروف کا مشاہدہ یہ تھا کہ ضرورت پڑنے پر تین مہینے پورے ہونے کا بھی کبھی کبھی انتظار نہیں کرتے تھے۔ میں نے ایک دفعہ اپنے چچازاد ماسٹر حزب اللہ کی مریضہ کے لیے بلایا، تو خون دینے کے بعد بتایا کہ استاد جی آپ کے لیے مجبور ہوا، ورنہ میرے تین مہینے ابھی تک پورے نہیں ہوئے ہیں۔

صدر ہونے کے باوجود خود دفتر میں جھاڑو لگانا

اکرام اللہ حسنی ضلعی ناظم اطلاعات جمعیت طلباء اسلام خاران لکھتے ہیں کہ:

میں جب بھی اجلاس میں شرکت کے لیے ضلعی دفتر جاتا، تو اکثر قاری شہیدؒ ہم سے پہلے دفتر میں موجود ہوتے تھے۔ اکثر ہمیں یہ دیکھنے کو ملتا تھا کہ قاری شہیدؒ دفتر کی صفائی کر رہے ہیں، جھاڑو لگا رہے ہیں۔ انہوں نے کبھی بھی انتظار نہیں کیا کہ کوئی ساتھی آجائے کہ میں اسے کہوں کہ دفتر کی

صفائی کریں۔ اکثر جمعیت علماء اسلام کے اجلاس میں جاتے تھے۔ صرف اور صرف اس لیے کہ میں وہاں پر خدمت کروں۔

سفر میں باری باری سیٹ پر بیٹھنا

اکتوبر 2020ء کو جمعیت طلبہ اسلام کے مرکزی انتخابات میں شرکت کے لیے قاری شہیدؒ اپنے دوستوں کے ساتھ پشاور چلے گئے۔ اس سفر کی روداد میں اکرام حسنی نے لکھا ہے کہ: اس سفر سے پہلے قاری شہید نے ہمیں یہ ہدایات دیں کہ اس سفر میں ہم سب برابر ہیں۔ (ہم ڈبل سیٹر گاڑی پر جا رہے تھے، آٹھ دس بندے تھے) شہید کی پہلی ہدایت یہ تھی کہ ہم سب بیک وقت سیٹوں پہ نہیں بیٹھ سکتے؛ لہٰذا کچھ ساتھی باہر بیٹھیں گے کچھ اندر، یہ باری باری ہو گا۔ جب ہم نے عصر کی نماز نوشکی میں ادا کی اور مغرب سے تھوڑا پہلے ہم کوئٹہ کی طرف جانے لگے؛ کیوں کہ رات کو ہمیں کوئٹہ میں ٹھہرنا تھا، تو قاری صاحبؒ خود دو تین ساتھیوں کے ساتھ سردی میں پیچھے بیٹھ گئے۔ ہم نے بہت اصرار کیا کہ قاری صاحب کم از کم سردی اور رات کے وقت اندر سیٹ میں بیٹھ جائیں، لیکن اس نے کہا: یہ رول میں نے بنایا ہے۔ اب باہر بیٹھنے کی باری میری ہے، تو میں بیٹھوں گا۔ میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

یہ دراصل پیغمبرانہ سنت کی وہ تعمیل تھی، جو سیدنا عمر فاروقؓ نے بھی انجام دی تھی۔ جب فتح بیت المقدس کے بعد وہ اپنے غلام کے ساتھ بیت المقدس میں داخل ہو رہے تھے، تو غلام سوار تھا اور آقا پیدل کہ اس کی باری تھی۔

اپنی جگہ دوسروں کو تقریر کا موقع دینا

سیاسی بندے کے لیے اسٹیج اور مائک "آب حیات" کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے مواقع کی تلاش میں وہ ہمیشہ کوشاں رہتا ہے۔ اسٹیج پر پہنچنے کے لیے جماعتوں کے اندر کتنی کشمکش ہوتی ہے کہ ہر کوئی چاہتا ہے کہ مجھے تقریر کا موقع دیا جائے اور نہ دیے جانے پر کتنی ناراضیاں پیدا ہوتی ہیں اور کتنے بائیکاٹ ہوتے ہیں۔ چہ جائے کہ وہ یہ مواقع دوسروں کو دے، مگر قاری شہید کے اندر چوں کہ ایثار کی

صفت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، تو وہ ذاتی نمود اور شخصی پروجیکشن کے بجائے اپنے رفقاء کار کو ایسے مواقع پر آگے کرتے؛ تاکہ ان کی شخصیت کی تعمیر بہتر طور پر ہو سکے۔ آپ کے رفیق کار اخلاق نور یلانزئی کہتے ہیں کہ:

قاری صاحبؒ سے میں اس لیے بھی متاثر ہوں کہ وہ میرے لیے ایک بھائی تھے، سیاسی استاد بھی تھے۔ ایسے کہ جو کمی کوتاہی دیکھتے، تو رہنمائی فرماتے کہ یوں کرو اور یوں نہ کرو۔ بھائی ایسے تھے کہ جے یو آئی کا کوئی بھی پروگرام یا جلسہ ہوتا، تو اس میں جی ٹی آئی کی نمائندگی کی بات آجاتی، تو قاری شہیدؒ کہتے کہ میں خود تو تلاوت کروں گا، تقریر تم کرو اور تقریر کے لیے اگرچہ ان کا نام لیا جاتا، مگر وہ کہتے کہ نہیں میری جگہ تقریر اخلاق نور کریں گے، میں صرف تلاوت کروں گا۔ کہتے کہ بحیثیت صدر میری تقریر آپ کی ہے۔ اگر کوئی اور تلاوت کرتا، تو بھی قاری شہید اپنی تقریر کا موقع مجھے عنایت فرمایا کرتے تھے۔

اپنے بھائی کی جگہ دوسرے کو ملازمت دلوانا

جب وفاق میں جمعیت علماء اسلام حکومت کی اتحادی تھی، تو اس دوران ایک محکمے میں کچھ آسامیاں آئیں۔ جماعت کے کارکنان کی جو لسٹ تیار کی گئی، اس میں قاری شہیدؒ کے بھائی شبیر عثمانی کا نام بھی تھا، مگر قاری شہیدؒ نے ان کا نام ایک اور کارکن کے حق میں نکال دیا اور اپنے بھائی سے کہا کہ آپ ماشاءاللہ! دکان میں برسرروزگار ہیں۔ فلاں بہت غریب لڑکا ہے۔ ہم اس کا نام فائنل کر کے اس کے لیے کوشش کریں گے؛ تاکہ اسے ملازمت مل جائے۔ چناں چہ اپنے ہی بھائی کی ضرورت کو پس پشت ڈال کر دوسرے غریب بندے کی ضرورت کو مقدم رکھا۔ یوں مالی ایثار کا مظاہرہ کیا اور اس حقدار، غریب لڑکے کو الحمدللہ! ملازمت مل گئی۔

فصل چہارم۔۔۔حسن معاشرت

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ حسن معاشرت کا خلاصہ نبی کریم ﷺ کی اس حدیث میں موجود ہے کہ کامل مسلمان وہ ہے، جس کی زبان اور اس کے کردار سے لوگ محفوظ اور مامون رہیں۔ چناں چہ قاری شہیدؒ کی بھرپور کوشش ہوتی تھی کہ اس کے گفتار و کردار سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، بلکہ ہر کسی سے پیار و محبت سے پیش آنا اور الفت بھرا رویہ رکھنا ان کا شیوہ تھا۔ غریبوں اور ہمسایوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں ان کی زندگی کے چند پہلو حسب ذیل ہیں:

والدین سے محبت اور احترام کا تعلق

قاری شکر اللہ شہیدؒ اپنے والدین سے شدید محبت اور بھرپور احترام کا تعلق رکھتے تھے۔ کسی بھی مجلس میں جب والد گرامی تشریف لاتے، تو ان کے احترام میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ گھر سے جب بھی سفر کے لیے نکلتے، تو والدہ محترمہ کے سر کو بوسہ دیتے اور آخری دن کا یہ منظر ابھی تک ان کی والدہ کے ذہن و نظر میں تازہ ہے۔ ان کی والدہ بتاتی ہیں کہ ہماری تمام اولاد ماشاء اللہ! نیک، صالح اور فرمانبردار ہے، مگر قاری شہیدؒ کے اندر جو صالحیت تھی، ہمارے ساتھ محبتوں اور وارفتگی کا جو تعلق تھا، ہماری خدمت میں جس طرح وہ ہمہ وقت تیار اور کمر بستہ رہتے تھے، وہ دلربا ادائیں صرف انہی کا خاصہ تھیں۔

بندوں سے حسن سلوک اور حقوق کی ادائیگی

قاری شہیدؒ حقوق العباد کی ادائیگی کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ خاص کر ہمسایوں کے بارے میں اپنی اہلیہ کو خصوصی تاکید کی ہوئی تھی کہ انہیں کوئی ناگواری پیش نہ آئے۔ گھر میں کھانے کی کوئی چیز ہو، تو ہمسایوں کا بھی خیال رکھا جائے۔ غریبوں اور مساکین کی مدد کرنا اپنی گنجائش کے مطابق

ضروری خیال کرتے تھے۔ باوجود عدم وسعت کے کشادہ دست تھے۔

بہن بھائیوں سے محبت اور ان کی خاطر تواضع

بہن بھائیوں سے بچپن سے لے کر شہادت تک دل کی گہرائیوں سے پیار کرتے تھے اور شہادت سے چند دن پہلے اپنی بہنوں کو مجبور کر کے اپنے گھر لے جاکر خندہ پیشانی سے خدمت کی، کھانا وناشتہ بچوں کو کھلایا اور پیار کیا۔ حالانکہ ملازمت نہ تھی، بے روزگار تھے، مالی حالت کافی کمزور تھی، مگر سخاوت میں اعلیٰ معیار کے مالک تھے۔ عرائض نویسی کے لائسنس کی وجہ سے کبھی اسٹام پیپر وغیرہ کی تحریر سے کچھ نہ کچھ آمدن ہوجاتی اور اسی پر گزارا کرتے تھے۔

راہ گیروں اور مسافروں کی خدمت اور حسن سلوک

راہ چلتے کسی کو پیدل یا کسی کو مسافر سمجھ کر سوار کر کے منزل تک پہنچا دیتے یا کچھ فاصلہ تک لے جاکر دعائیں لیتے اور کئی واقعات انوکھے ہیں۔ مثلاً: اپنے گھر سے بازار جاتے ہوئے روڈ پر خراب ٹرک کو دیکھ کر ٹرک والے سے خیر خیریت معلوم کرتے۔ ان کے لیے چائے اور کھانے کا اپنے گھر سے ایک ہفتے تک بندوبست کرتے۔ جب تک ان کا ٹرک مرمت ہو کر تیار نہ ہو جاتا، تب تک ان کی خدمت کرتے تھے۔ حالانکہ ٹرک والے نہ ان کی زبان کے تھے اور نہ ان کے تعلق دار تھے۔ اپنے پڑوسیوں کی خیر خبر لیتے رہتے تھے۔

کلاس فیلوز کی خدمت اور خبر گیری

قاری شہیدؒ اپنے کلاس فیلوز کی خدمت میں بھی پیش پیش تھے۔ شہادت کے دن بھی انہوں نے کلاس والوں کی خدمت کی اور انہیں چائے پلائی تھی۔ اس واقعے کو یاد کرتے ہوئے پروفیسر مفتی ہدایت اللہؒ فرماتے ہیں کہ: اس دن ہماری کلاس کا دورانیہ تین گھنٹے تک جاری رہا۔ اس کی وجہ سے طلبہ اور ہم سب نے تھکاوٹ محسوس کی۔ اسی درمیان قاری شہیدؒ اجازت لے کر باہر چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک تھرماس چائے کا ساتھ لائے اور تمام طلباء کو پلائی۔

فصل پنجم۔۔۔ فطری و انتظامی صلاحیتیں

مشہور سیاسی مفکر امام الماوردی (974ء-1058ء) اپنی کتاب "احکام السلطانیہ" میں جہاں ایک وزیر کی خصوصیات بیان کرتے ہیں، وہاں عباسی خلیفہ مامون کا ایک طویل قول نقل کرتے ہیں: مامون کہا کرتا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ امور مملکت کو ایسے شخص کے سپرد کردوں، جو کردار کے لحاظ سے عفیف و پاکباز ہو، اسے خود پر قابو حاصل ہو، قول و فعل میں ہم آہنگی اور یکسانیت ہو، ادب کے مطالعہ نے اسے مہذب اور شائستہ بنادیا ہو، تجربے نے اسے دانا اور ہوشیار بنادیا ہو، راز دار ہو، مسائل حل کرنے والا ہو، خاموش ہو، تو رعب برسے، کلام کرے، تو علم کے دریا بہادے، قانع ہو، اس میں سپہ سالار کا حوصلہ، فلسفی کا ثبات، عالم کا اخلاق اور فقیہ کی سمجھ ہو، جب اس کے ساتھ نیکی کی جائے، تو احسان مانے اور جب اسے بدی کے ذریعہ آزمایا جائے، تو صابر نکلے، کل کی مایوسی کے خیال سے آج کا آرام ترک کردے اور اپنی شیریں کلامی اور نرم گفتاری سے لوگوں کے دل موہ لے؛ لہٰذا ماوردی ایک وزیر کی یہ خصوصیات بیان کرتے ہیں:

- دیانت داری
- خود اعتمادی
- حریص نہ ہونا
- لوگوں سے عمدہ تعلقات
- عیش و آرام سے بے تعلقی
- موقع شناسی اور تجربہ کاری
- معاملات کی تہہ تک پہنچنے کی صلاحیت

(دیکھیے! احکام السلطانیہ از ماوردی)

قاری شکر اللہ شہید کو اللہ تعالیٰ نے اس جوان سالی میں بھی ان میں سے کئی عمدہ اوصاف و کمالات سے نوازا تھا۔ ہمیں ذاتی طور پر بھی ان سے نیاز مندی کا تعلق تھا اور اس کے دوستوں کے ساتھ بھی تبادلہ خیال کا موقع ملا اور بعض احباب کی تحریری نگارشات بھی ہمیں موصول ہوئیں۔ ان سب کو سامنے رکھ کر ان کی شخصیت کے جو چند خصائص کشید کئے ہیں، وہ نذر قارئین ہیں: شاید کہ نسل

نو کے لیے مشعل راہ ثابت ہو سکیں!

لیڈر شپ کی کوالٹی

قاری شہیدؒ کے ایک دوست لکھتے ہیں کہ قاری شہیدؒ کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ ان کے اندر لیڈر شپ کی کوالٹی بدرجہ اتم موجود تھی۔ لیڈر شپ کے لیے ضروری ہے کہ کوئی بھی فیصلہ کرتے وقت اس کے تمام ممکنہ پہلوؤں کا بغور جائزہ لینے کی صلاحیت ہو۔ وقت کے مطابق درست فیصلے کی قوت ہو۔ درست فیصلے پر عمل درآمد کے لیے ہمت و جرأت ہو۔ پھر پیش آمدہ رکاوٹوں اور مشکلات کے سامنے ثابت قدم ہو۔ لیڈر شپ وہ ہوتی ہے کہ کسی بھی مشکل وقت میں لوگوں کی نظریں اسے تلاش کریں۔ چناں چہ یونیورسٹی آف بلوچستان سب کیمپس خاران میں جب بھی کوئی مسئلہ ہوتا، تو قاری شہیدؒ کی طرف دیکھا جاتا تھا۔ کوئی بڑا پروگرام منعقد کروانا ہو، تو نظامت انہیں ملتی۔ کسی بھی مسئلے کے حوالے سے کوئی تحریک چلانی ہوتی، تو اس کے خدوخال قاری شہیدؒ کی مشاورت سے طے ہوتے۔ کالج کے تنازعات میں صلح و ثالثی کا کردار ادا کرنے کی صورت میں شہید نے لیڈر شپ کی کوالٹی کا بڑا عمدہ مظاہرہ کیا۔ طلباء کو کہیں پکنک ٹوؤر پر جانا ہوتا، تو قاری شہیدؒ اہم ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ تنازعات کے موقع پر ایک خیر خواہ کے طور پر آگے بڑھ جانا اور تنازعے کا حل نکالنا یہ ایک باصلاحیت لیڈر کی علامت ہوتی ہے، تو خاران کالج سے لے کر لاہور ٹوؤر تک ہر جگہ قاری شہیدؒ نے اپنی یہ صلاحیت دکھائی۔

خود اعتمادی (Selfconfidence)

ڈیل کارنیگی نے اپنی کتاب Howtostop worryingandstartliving میں بہت سے ایسے عملی فارمولے لکھے ہیں، جن کے ذریعے ساٹھ لاکھ سے زائد افراد میں خود اعتمادی پیدا کرنے، خوف ختم کرنے اور انہیں پریشانی سے پاک زندگی گزارنے کا گُر سکھایا ہے، مگر ایک دینی کارکن نے صرف "فتوکل علی اللہ" سے یہ سب کچھ سیکھ لیا ہے۔

واضح رہے کہ خود اعتمادی اس سوچ و خیال کا نام ہے کہ یہ کام میں ضرور کر سکتا ہوں اور بہترین

انداز میں انجام دے سکتا ہوں۔ جس میں یہ سوچ پختہ ہو، وہ دنیا میں بڑے سے بڑا کرشمہ دکھا سکتا ہے۔ اگر یہ صلاحیت حاصل ہو، تو انسان کسی بڑے سے بڑے مجمع کے سامنے گفتگو سے گھبراتا نہیں۔ اگر یہ وصف موجود ہو، تو انسان کسی بڑی سے بڑی شخصیت سے ملاقات اور اس سے با اعتماد تبادلۂ خیال سے ہچکچاتا نہیں۔ اگر یہ استعداد موجود ہو، تو انسان حکومتی افسران اور ریاستی پرداز کاراں سے کھل کر مردانہ وجاہت کے ساتھ اپنا مؤقف پیش کر سکتا ہے اور اس طرح کے تمام مواقع پر قاری شہیدؒ نے اپنی صلاحیتوں کا زندگی میں بار بار بھرپور اظہار کیا۔ چناں چہ ٹرانسپورٹرز سے لے کر افسران سرکار تک، ڈپٹی کمشنر سے لے کر کمانڈنٹ ایف سی تک ہر کسی سے کسی بھی معاملے میں اپنے جماعتی وقار اور شخصی خود اعتمادی کے ساتھ تعامل فرماتے تھے۔ جیسا کہ بتایا کہ انسان کی قوتِ ارادی کو دوام اور ثبات بخشنے والی صفت "توکل علی اللہ" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

پھر جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے، تو اللہ پر بھروسہ کرو! اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں، جو اُسی کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔ (آل عمران: 159)

پبلک ڈیلنگ کا خصوصی ملکہ

پبلک ڈیلنگ ایک مشکل ترین ذمہ داری ہے۔ آج کی جدید دنیا میں اس مہارت کو سکھانے کے لیے باقاعدہ ٹریننگ سیشن اور ورکشاپس ہوتی ہیں، مگر قاری شہیدؒ نے یہ صلاحیت مفت میں تبلیغی جماعت میں کچھ وقت گزار کر حاصل کی تھی۔ چناں چہ عوام کے ساتھ رابطہ اور ان سے کوئی کام لینے کا فن آپ بخوبی جانتے تھے۔ ان کے مزاج کے مطابق گفتگو کرنا، نرم لب ولہجے کے ساتھ اپنی دعوت اور مدعا پیش کرنا کہ مخاطب آپ کے طرز گفتگو کا اسیر بن کر متعلقہ کام یا ذمہ داری نبھانے کے لیے آمادہ ہو جائے۔ یہ استعداد قرآنی آیت: فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا (طٰہٰ: 44) پر عمل کرنے کا نتیجہ ہے، جس نے قاری شہیدؒ کو "میر کارواں" بنا دیا تھا:

نگاہِ بلند، سخن دل نواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

مذاکراتی استعداد اور کمیونیکیشن اسکلز

ایک سیاسی کارکن ہونے کے ناطے قاری شہیدؒ کو کبھی کبھی مقامی افسران اور ریاستی ذمہ داروں کے ساتھ مختلف معاملات پر میٹنگ کرنی ہوتی تھی اور حساس موضوعات پر تبادلۂ خیال کرنا ہوتا تھا۔ اپنے مؤقف پر انہیں قائل کرنا یقیناً جوئے شیر لانے کے مترادف ہے، مگر قاری شہیدؒ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بات شائستگی کے ساتھ مدلل انداز میں پیش کرنے کا جو سلیقہ عطا فرمایا تھا، اس کی بدولت بیشتر مواقع پر اپنی بات منوانے میں کامیاب ہوجاتے تھے۔ ایک مثال اخلاق حسنی کی مفصل تحریر میں ملاحظہ ہو کہ ایف سی کمانڈنٹ خاران کو قاری شہیدؒ نے کس مدبرانہ انداز گفتگو سے قائل کر لیا!!! لکھتے ہیں کہ بالآخر ہماری ایف سی کمانڈنٹ رخشان رینج سے ایف سی کینٹ خاران میں ملاقات ہوئی اور وہاں قاری صاحبؒ کمانڈنٹ سے کچھ یوں مخاطب تھے:

جی، ہم نے بڑا سوچ سمجھ کر یہ طے کیا کہ اپنی فریاد کو عسکری قیادت کے پاس لے جائیں؛ کیوں کہ کیمپس ایک اعلیٰ تعلیمی ادارہ ہے۔ اس سے ہمارا مستقبل جڑا ہے۔ دیکھیں! سر! آپ لوگ یہاں امن چاہتے ہیں اور اس سے پہلے کہ یہ جانا جائے کہ امن کیسے قائم کرنا ہے؟ آپ لوگوں کو یہ دیکھنا چاہیے کہ بدامنی پیدا کیسے ہوتی ہے؟ اس کی روک تھام کرلیں! سر آپ سوچ لیں! اگر پورے رخشان کا یہی واحد اعلیٰ تعلیمی ادارہ بند ہوگا، تو یہ سارے طلباء کہاں جائیں گے؟ کیا ان کی مایوسی اور تعلیم سے دوری ان کو کسی اور راستے پہ چلنے کے لیے مجبور نہیں کرے گی؟ خدارا! اگر امن چاہتے ہیں، تو ان تعلیمی اداروں کو بچائیں!

یہ سارا کچھ سننے کے بعد ہمیں ایسا لگا کہ کمانڈنٹ کچھ سوچنے پر مجبور ہوا اور کچھ ہی لمحے بعد بڑے وثوق سے کہنے لگا کہ اگرچہ ہمیں اس مسئلے میں عمل دخل کا کوئی حق حاصل نہیں، لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ آدھے گھنٹے میں ہی آپ کو خوشخبری ملے گی۔ یہ کہہ کر کمانڈنٹ نے اپنے اسسٹنٹ کو میرا نمبر نوٹ کرنے کا کہا اور پورے آدھے گھنٹے بعد جب ہم اسی سلسلے میں موجودہ ٹاؤن چیئرمین میر نور الدین نوشروانی کے گھر بیٹھے تھے کہ مجھے خاران ایف سی کینٹ سے ایک فون کال آئی اور کہا کہ

کمانڈنٹ صاحب نے بالا حکام سے رابطہ کیا ہے۔ یہ مسئلہ فوری حل ہوگا اور واقعی دو دن بعد سب کچھ ایسا ہی ہوا، لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ سب کچھ شہید قاری شکر اللہؒ کی محنت، مخلصی اور قابلیت وصلاحیت کی وجہ سے تھا؛ کیوں کہ یہ اتنی جلدی حل ہونے والی چیز نہیں تھی۔

سیاسی جوڑ توڑ کا تجربہ

انتخابات ہوں یا کوئی اور سماجی پلیٹ فارم، ہر جماعت کی کوشش ہوتی ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ حق نمائندگی ملے، تو ایسے مواقع پر قیادت کے لیے یہ امتحان ہوتا ہے کہ وہ اپنی پارٹی کے لیے کیسے گنجائش اور جگہ بنانے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ دوسری پارٹیوں سے "کچھ لو، کچھ دو" کے فارمولے کے تحت جوڑ توڑ کرنا پڑتا ہے۔ اس حوالے سے قاری شہیدؒ کا ایک کامیاب تجربہ اسٹوڈنٹس لوکل کمیٹی کے انتخابات تھے، جہاں جوڑ توڑ کی خداداد صلاحیت نے اپنے جوہر ایسے دکھائے کہ قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود جے ٹی آئی دو نشستوں پر کامیاب ہوئی۔ انعام جان اس کی روداد بتاتے ہوئے کہتے ہیں:

ڈگری کالج خاران میں 18/2017ء میں لوکل کمیٹی کے انتخابات تھے۔ ہمارے بی ایس فورتھ کی کلاسیں تھیں۔ میرے دوستوں نے مجھے کہا کہ آپ کو لوکل کمیٹی کا ممبر بنائیں گے۔ قاری صاحبؒ نے بھی اس فیصلے کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ آپ کو ممبر بنائیں گے، لیکن بعد میں ایک اور بندہ جس کا نام عباد تھا، وہ جے ٹی آئی کا ممبر تو نہ تھا، لیکن قاری صاحبؒ کی خواہش تھی کہ وہ بھی جے ٹی آئی میں شمولیت اختیار کرلے، تو اسی الیکشن کے دوران قاری صاحبؒ نے آکر مجھے کہا کہ آپ جماعت کے لیے قربانی دے سکتے ہیں کہ نہیں؟ میں نے کہا کیسے؟ کہا: چوں کہ آپ کے کلاس فیلوز نے کہا ہے کہ لوکل کمیٹی کے لیے آپ کو ووٹ دیں گے۔ آپ چوں کہ جماعت ہی کے نظریاتی کارکن ہیں۔ آپ اگلے سال بھی منتخب ہوسکتے ہیں۔ آپ کا ایک سال بھی رہتا ہے۔ آپ اگر عباد الرحمٰن کے حق میں دستبردار ہوجائیں، تو ہم اسے ممبر منتخب کرائیں گے اور وہ جے ٹی آئی میں شمولیت اختیار کرلے گا۔ یوں اس سیاسی داؤ پیچ کے نتیجے میں جے ٹی آئی کے دو ممبران لوکل کمیٹی کے ممبر منتخب ہوگئے۔ یہ

قاری شہیدؒ کے سیاسی جوڑ توڑ کی عمدہ صلاحیت کا نتیجہ تھا۔

خطابت (PublicSpeaking)

"قیادت انہی لوگوں کے پاؤں چومتی ہے، جو اچھے مقرر ہیں"

یہ جملہ ایک معروف ماہر نفسیات فلسفی کا ہے۔ مجمع میں خطابت کسی بھی لیڈر کے لیے اس کے سیاسی وجود کے لیے گوشت پوست کی طرح ضروری چیز ہے اور قاری شہیدؒ یہ صلاحیت مدرسہ اور سکول کی تعلیم کے دوران مختلف انجمنوں اور تبلیغ میں تقریریں کر کر کے حاصل کر چکے تھے؛ کیوں کہ یہ استعداد مسلسل مشق سے حاصل ہوتی ہے۔

آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ لارڈ بیکیفیلڈ انگلستان کا نامور مدبر و خطیب گزرا ہے۔ پہلے پہلے جب پارلیمنٹ میں تقریر کے لیے کھڑا ہوا، تو سلیقہ سے چار باتیں بھی بیان نہ کر سکا۔ اسی طرح انگلستان ہی کا ایک اور مشہور واعظ رابرٹ ہال اپنی طالب علمی کے زمانے میں جب وعظ کے لیے ممبر پر آیا، تو بد حواسی کے عالم میں اپنا منہ ڈھانکتے ہوئے کہنے لگا: "میں بد حواس ہو گیا ہوں۔"

قاری شہیدؒ کو تقریر کی جو صلاحیت حاصل تھی، اس کی بدولت وہ اپنی بات عوامی مجمع میں بہتر انداز میں رکھ سکتے تھے۔ خاص کر جب مجمع اہل علم، اکابرین اور جماعتی رہنماؤں کا ہو، تو اس میں گفتگو آسان نہیں ہوتی، مگر قاری شہیدؒ کی آخری تقریر کا ایک حصہ باب دوم: فصل چہارم میں آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں، جو انہوں نے اکابرین جماعت کے سامنے کی ہے۔ اس میں بھرپور معلومات اور اعداد و شمار کے ساتھ انہوں نے اپنی بات رکھی ہے۔ مناسب لب و لہجے میں جماعتی ذمہ داران کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ بھی دلائی ہے۔ یہ فن گفتگو اور خطابت میں ان کی قدرت کا ایک عمدہ ثبوت ہے۔ اسی تقریر کی صلاحیت سے انہیں تین بار مسلسل جے ٹی آئی خاران کی قیادت ملی؛ کیوں کہ قیادت انہی لوگوں کے پاؤں چومتی ہے، جو اچھے مقرر ہیں۔

پروگراموں کی نقابت

کوئی بھی جلسہ یا پروگرام ہو، اس کے انعقاد میں بڑا پیسہ لگتا ہے۔ بڑی محنت لگتی ہے۔ کئی

لوگوں کی خدمت و محنت کا اشتراک ہوتا ہے، مگر اس پروگرام کی کامیابی کا دارومدار اس کی ترتیب و پیشکش پر ہے کہ پروگرام چلایا کیسے گیا اور یہ ذمہ داری نظامت اور نقابت کہلاتی ہے۔ قاری شہیدؒ یہ ہنر بھی جانتے تھے اور ایسے مواقع پر پروگرام والے آپ کی خدمات سے استفادہ بھی کرتے تھے۔

2023ء کو بلوچستان یونیورسٹی سب کیمپس خاران میں ایک بڑا پروگرام منعقد ہوا، تو اس کی روداد میں لکھا ہے کہ خاران بے نظیر انڈر گریجوایٹ سکالرشپ پروگرام کے تحت طلباء و طالبات میں سکالرشپ تقسیم کرنے کی تقریب یونیورسٹی آف بلوچستان سب کیمپس خاران میں ڈائریکٹر عقیل احمد بلوچ کی صدارت میں منعقد ہوئی، جبکہ نظامت قاری شکراللہؒ نے سرانجام دی۔ سابق تحصیل ناظم حاجی میر محمد جمعہ کبدانی تقریب کے مہمان خصوصی تھے، جبکہ سب کیمپس کے اکیڈمک کوآرڈینیٹر شاکر علی بلوچ نے سب کیمپس کے تعلیمی نظام اور مسائل سے متعلق تفصیلی بریفنگ دی۔

سابق تحصیل ناظم حاجی میر محمد جمعہ کبدانی نے اپنے ہاتھوں سے طلباء و طالبات میں سکالرشپ چیکس تقسیم کیے۔ اس موقعے پر انہوں نے کہا کہ میں نے گورنر بلوچستان سے یونیورسٹی آف رخشان کے معاملے پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ مزید کہا کہ طلباء و طالبات ہمارے قومی سرمایہ ہیں۔ انہیں دستیاب وسائل میں سہولیات فراہم کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے مختلف کلاسز رومز کو سولرائزیشن کروانے کی یقین دہانی کرنے کے ساتھ ہی ایک لاکھ روپے کینٹین کے لیے دیے اور کیمپس میں بجلی کے نظام کو درست کرنے کے لیے ٹرانسمیشن لائن بمع ایک ٹرانسفارمر کا بھی اعلان کیا۔ اس موقع پر حاجی حفیظ بلوچ، صدام حسین بلوچ اور لیڈر خدابخش انکے ہمراہ تھے۔

ہر ماحول میں ایڈجسٹ ہونے کی عادت

ایک ایسا کارکن جس کی پارٹی کا بنیادی منشور مسٹر و ملا کی تفریق مٹانا ہو، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسٹر کے ساتھ بیٹھنے کا روادار بھی ہو۔ مختلف اداروں میں مختلف مزاج کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ہر ایک کی عادتیں اور دلچسپیاں مختلف ہوتی ہیں۔ ان کے ساتھ آپ کا سیاسی، سماجی رویہ اور تعامل بھی ایسا ہو کہ قربتیں پیدا ہوں اور اجنبیت ختم ہو۔ اپنائیت کا احساس پیدا ہو جائے۔ باہمی

اعتماد کی فضا قائم ہو، تو قاری شہیدؒ کی یہ عادت بھی اس کے دوستوں کو خوب بھائی۔ چناں چہ اخلاق حسنی کہتے ہیں کہ:

دوسری سب سے اہم بات یہ کہ وہ ہر جگہ اور ہر حال میں ایڈجسٹ کرنے کی مہارت رکھتے تھے۔ یعنی: ہر ماحول میں ہر قسم کے لوگوں کے درمیان اپنے آپ کو برقرار رکھتے تھے۔ حالانکہ وہ ایک مذہبی پارٹی کے سینئر کارکن تھے اور ایک ذمہ دار کی حیثیت سے تھے اور خود معاشرے میں اچھی بصیرت رکھنے والی شخصیت تھے۔

جب وہ سینئر اور بڑے بزرگ لوگوں کے درمیان ہوتے، تو آپ مکمل طور پر انہی کی کیٹاگری کے بندے لگتے تھے اور جب نوجوانوں کے ساتھ بیٹھتے، تو بالکل نوجوانوں جیسا عمل کرتے۔ اگر گیم کے میدان میں آپ انہیں دیکھتے، تو آپ کو ایک شاندار کھلاڑی لگتے اور جب آپ انہیں اپنے شعبے میں کام کرتے دیکھتے، تو وہ بالکل پروفیشنل لگتے تھے۔ یعنی: ہر حال میں خود کو ایڈجسٹ کر پاتے تھے۔ شہید کی اس خاصیت نے کئی لوگوں کو حیران کر دیا تھا۔

بیک وقت کئی ذمہ داریاں نبھانا

قاری شکر اللہ شہیدؒ بیک وقت یونیورسٹی میں قانون کے طالب علم بھی تھے، سیاسی تنظیم جے ٹی آئی کے ضلعی صدر بھی تھے، المدینہ فاؤنڈیشن کے چیئرمین بھی تھا، ایک مسجد کے امام بھی تھے، ایک مدرسے میں استاد بھی تھے، معاشی ضرورت کے تحت عرائض نویس بھی تھے، سماجی ورکر بھی تھے اور موبائل بلڈ بینک کے انچارج بھی تھے۔ قاری شہیدؒ ان تمام ذمہ داریوں کو بیک وقت انجام دینے کا جو ہنر رکھتے تھے، وہ بڑا حیران کن تھا۔ ان کے کلاس فیلو اخلاق حسنی لکھتے ہیں کہ:

کلاس میں ہوتے تھے کہ اچانک انہیں فون آتا کہ فلاں جگہ کسی مریض کو خون کی ضرورت ہے، تو چل پڑتے۔ کسی نے کال کی کہ کوئی اسٹامپ پیپر لکھوانا ہے، تو روانہ ہو جاتے۔ کہیں کوئی سیاسی پروگرام یا میٹنگ ہے، تو اس کو اٹینڈ کرتے۔ کہیں کوئی ٹورنامنٹ ہے، تو اس میں مہمان خصوصی بن کر شرکت کرتے۔ الغرض وہ ایک جامع اور ہمہ جہت صلاحیتوں کے مالک انسان تھے،

جو ایک ہی وقت میں کئی کئی ذمہ داریاں بطریق احسن انجام دینے کا ملکہ رکھتے تھے۔

وسعت ظرفی اور اعتدال (Extensiveness)

انسانی معاشرے میں رویوں کا معتدل ہونا باہمی تعلقات کے خوشگوار ہونے کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اپنے مسلکی اور سیاسی مخالفین سے نظریاتی اختلافات اپنی جگہ، مگر میل جول اور تعلقات میں اعتدال اور توازن برقرار رکھنا ایک پختۂ فکر انسان کی علامت ہے۔ قاری شہیدؒ نے اپنے شدید ترین سیاسی مخالفین کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے؟ ایک واقعہ پی ٹی آئی کے ایک کارکن کی زبانی ملاحظہ ہو:

کوئٹہ میں ایک دفعہ میں اور قاری صاحبؒ بورڈ آفس سے نکلے۔ ایک ہوٹل میں کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ دوران گفتگو میں نے کہا: آپ جے یو آئی اور جے ٹی آئی والے اپنی سوچ اتنے محدود نہ کیا کریں کہ کوئی آپ کی فکر کے خلاف سوچ رکھتا ہو، تو آپ لوگ اس سے لڑنے جھگڑنے لگ جائیں۔ تھوڑی بہت دریا دلی سے کام لینا چاہیے۔ قاری صاحبؒ نے فرمایا: باوجود اس کے کہ آپ جے یو آئی کے قائد کے بہت بڑے مخالف ہیں، مجھے پتہ ہے کہ آپ عمران خان کے سپورٹر ہیں اور وہ مولانا کے کتنے شدید مخالف ہیں؟ سب کو پتہ ہے، مگر اس کے باوجود میں آپ کے ساتھ بیٹھا گپ شپ لگا رہا ہوں، کھانا کھا رہا ہوں، ہنسی مذاق چل رہی ہے۔ یہی تو اعلیٰ ظرفی ہے۔ اگر ہماری سوچ چھوٹی ہوتی، تو ہم آپ کو سلام ہی نہ کرتے کہ یہ عمران خان کا سپورٹر ہے، لیکن آج میں اور آپ قہقہے لگا کر ہنسی مذاق کر رہے ہیں۔ یہ تو ہماری اعلیٰ ظرفی اور اعلیٰ فکر و سوچ کی آئینہ دار ہے۔ میں ان کی اس بات سے بے حد متاثر ہوا کہ واقعی اعلیٰ ظرف انسان ہے۔

یہ طرزِ عمل اس لیے اختیار کیا کہ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے دوست سے اعتدال اور توسط کے ساتھ دوستی رکھو! شاید وہ کسی دن تمہارا دشمن ہو جائے! اور اپنے دشمن سے اعتدال اور توسط کے ساتھ دشمنی کرو! شاید وہ کسی دن تمہارا دوست بن جائے!

(سنن ترمذی، حدیث نمبر: 1997)

سیاسی رواداری اور وضعداری (Positivity)

اپنے سیاسی اور نظریاتی مخالف کے ساتھ رواداری کا معاملہ قاری شہیدؒ کے اوصاف جمیلہ میں سے ایک وصف تھا۔ اس کا ثبوت وہ ویڈیو ہے، جس میں جھنڈا لگاتے ہوئے ایک ایسی سیاسی پارٹی کا جھنڈا عزت و احترام کے ساتھ بلندی پر لگواتے ہیں، جو مسلکی مخالف پارٹی ہے۔ یہ طرزِ عمل اس قرآنی ہدایت پر عمل کا مظہر ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ (المائدہ:8)

اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو! انصاف کرو کہ یہی بات تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے۔

حق گوئی اور جرأت و شجاعت

انسان کو حق گوئی سے دو چیزیں روکتی ہیں: لالچ یا خوف۔ قاری شہیدؒ نے کوئی بھی عوامی مسئلہ اٹھایا، تو آخری دم تک نہ بکے، نہ جھکے۔ خاران کے طاقتور ٹرانسپورٹرز نے آئے روز کرایوں میں اضافے سے غریب عوام کا جینا دوبھر کر دیا تھا۔ مریضوں کو کراچی لے جانا ہو، تو علاج سے زیادہ کرایہ کا خرچہ لگتا۔

خاران کے چند نوجوانوں نے یہ درد محسوس کیا، تو وقت کے اسسٹنٹ کمشنر سے متعلقہ فریقین کی ایک میٹنگ رکھوائی۔ اس موقع پر حق گوئی کا جو مظاہرہ قاری شہیدؒ نے کیا، اس کی گواہی محسن نوشیروانی دیتے ہیں کہ بہت سے لوگوں کو لالچ دیا گیا، تو بک گئے۔ کچھ کو دھمکیاں ملیں، تو جھک گئے، مگر قاری شہیدؒ اپنے چند دوستوں کے ساتھ آخر تک میدان میں ڈٹے رہے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

شجر کاری کا شوق (Plantation)

شجر کاری نہ صرف صدقہ جاریہ ہے، بلکہ اس کے ذریعے درجہ حرارت کے بڑھ جانے

[Global Warming] لو لگنے [Heatstroke] جیسے سنگین مسائل سے بھی نمٹا جاسکتا ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ ان تحقیقات سے ہوتا ہے کہ اگر گلوبل وارمنگ کو روکا نہیں گیا، تو یہ دنیا کو صفحۂ ہستی سے مٹا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی ماحولیاتی آلودگی کے اثرات بڑے مہلک اور دور رس ہوتے ہیں اور فطرت اور انسانی آبادی دونوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ فضائی آلودگی سانس کی بیماریوں Respiratory Diseases جیسے: دمہ Asthma Cancer اور پھیپھڑوں کے کینسر Lung Cancer کا باعث بنتی ہے اور یہ قلبی مسائل کا باعث بھی بن سکتی ہے۔

اسلام چوں کہ دینِ فطرت اور دینِ انسانیت ہے۔ اس وجہ سے انہیں ایسی خطرناک بیماریوں سے بچنے کے لیے حکم دیا ہے کہ ماحول کو آلودگی سے بچانے کے لیے درخت لگائیں اور آپ ﷺ نے شجر کاری کو اتنی اہمیت دی کہ اس عمل کو قیامت تک جاری رکھنے کا حکم فرمایا۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: اگر قیامت کی گھڑی آجائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں پودا ہے اور وہ اسے لگا سکتا ہے، تو لگائے بغیر کھڑا نہ ہو۔ (مسند احمد)

قاری شہیدؒ فضا اور ماحول کو تازگی اور فرحت بخشنے کے لیے شجر کاری بھی کرتے تھے۔ ان کے گھر کا ہم نے جاکر معائنہ کیا، تو ٹینکی وغیرہ سے مغربی جانب ایک بہت بڑا وسیع و عریض اور گہرا کھڈا ٹریکٹر کے ذریعے کھودا گیا تھا۔ جہاں انہوں نے کئی انواع و اقسام کے پودے اور درخت لگائے ہوئے تھے۔

اسی طرح شجر دوستی کا ایک ثبوت وہ تصویر ہے، جس وقت آپ چیف چوک پر پودے خرید رہے تھے۔ وہاں ایک بچہ آیا، تو آپ نے اسے بھی ایک پودا خرید کر دے دیا؛ تاکہ نسلِ نو کی تربیت اور ذہن سازی ہو۔ وہ شجر کاری کے اس عمل کا حصہ بنیں۔

باب چہارم

تحسین سے تعزیت تک

- فصل اول — نگارشات معاصرین
- فصل دوم — تعزیتی پیغامات و پروگرامات

فصل اول۔۔۔ نگارشات معاصرین

قاری شکر اللہ حنفی شہیدؒ کی المناک شہادت کے موقع پر بہت سے اصحاب علم و دانش نے ان سے متعلق اپنے دردناک تاثرات اور حسین یادوں کو قلمبند فرمایا۔ ان میں سے جن کی تحریریں ہمیں براہ راست یا شبیر عثمانی اور ضیا سعید کے ذریعے موصول ہوئیں۔ ان سب کو ہم نے اس ریکارڈ کا حصہ بنالیا ہے، جو نذر قارئین ہیں:

شہیدِ خدمت: قاری شکر اللہ حنفیؒ

محمود خارانی

خاران میں میرے تین دوست ایسے تھے، جن میں کئی چیزیں مشترک تھیں۔ تینوں جامعہ دارالعلوم خاران کے فیض یافتگان تھے، جہاں تین سال میں نے تدریس کی۔ تینوں حافظ القرآن تھے۔ تینوں جوانی میں حادثات کا شکار ہو کر شہادت کا درجہ پاگئے۔ تینوں کی خدمات سے جتنا میں مستفید ہوا، اس حوالے سے میں ذاتی طور پر ان کے احسانات تادم مرگ میں بھول نہیں سکتا۔

1) جامعہ دارالعلوم خاران کے خادم حافظ عبد الرب شہیدؒ اپنے گاؤں بڈو میں عوامی کنواں کی صفائی اور کھدائی کے کار خیر میں مصروف تھے کہ کنواں ان پر ڈھ گیا اور وہ شہید ہو گئے۔ زندگی بھر میرے ہر کام پر ”جی واجہ“ کہہ کر حاضر ہونے والا مرد درویش تھا۔

2) جامعہ دارالعلوم خاران کے فاضل مولانا محمد الیاس شہیدؒ موٹر سائیکل حادثے میں جان جانِ آفریں کے سپرد کر گئے، جو کئی بار جمعہ جمعرات کی چھٹی پر از خود رضا کارانہ طور پر، بلکہ بسا

اوقات اصرار کر کے مجھے شہر سے گاؤں پہنچا کر خود اسی شام واپس آجاتے تھے۔

3) جامعہ دارالعلوم خاران میں حافظ عبدالکبیر صاحب سے حفظ کی تکمیل کرنے والے قاری شکر اللہ حنفی شہیدؒ بروز جمعہ 16/ فروری 2024ء کو بابِ خاران کے قریب گاڑی الٹنے سے جام شہادت نوش فرما گئے۔ گزشتہ بارہ تیرہ سال جو میں گھر سے دور گزار رہا ہوں، اس دوران جب بھی خاران میں کوئی کام پڑ جاتا، تو قاری شکر اللہ حنفیؒ کو ایک کال کرتا، تو جواب ملتا: ''جی، استاد جی!'' اور میں مطمئن ہو جاتا۔ اسی نسبت سے ہمارے فیملی روابط بھی استوار تھے۔

قاری صاحبؒ 6 ستمبر 1990ء کو پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن کے بعد درس نظامی میں درجہ ثانیہ تک پڑھ سکے۔ بعد ازاں کراچی کے اندر فن قراءت عشرہ کی سند حاصل کی اور اب بلوچستان یونیورسٹی کے سب کیمپس خاران میں ایل ایل بی کر رہے تھے۔ جمعیت طلبہ اسلام خاران کے صدر تھے۔

زندگی کی 33 بہاریں دیکھیں۔ بیوہ اور بچوں کو سوگوار چھوڑ دیا۔ 17/ فروری 2024ء کو آبائی گاؤں مسکانی قلات میں بے مثال جم غفیر نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔

قاری صاحب ایک سماجی اور سیاسی کارکن تھے۔ بہت سی ایسی خوبیوں کے مالک تھے، جو دیگر کارکنان کے لیے مشعل راہ بن سکتی ہیں۔

ایک خوبی یہ تھی کہ بطور سیاسی کارکن وہ صرف مائیک و اسٹیج کے شوقین نہ تھے، بلکہ خدمت کارکنان میں بھی پیش پیش تھے۔ چناں چہ ایک ہاتھ میں اگر مائیک تھا، تو دوسرے ہاتھ میں دیگچی کا چمچ بھی۔ اگر دونوں ہاتھ ڈائس پر رکھے تقریر کر رہے تھے، تو انہی ہاتھوں سے دیگچی پکڑے اٹھائے لا رہے ہوتے تھے۔

ایک امتیازی خوبی یہ تھی کہ خاران کی سطح پر جے ٹی آئی کے پہلے صدر تھے، جس نے اسے عصری تعلیمی اداروں میں متعارف اور فعال بنا دیا۔ دراصل پہلی دفعہ جب وہ صدر منتخب ہوئے، تو ایک دن بندے سے مشاورت کے لیے تشریف لائے کہ جے ٹی آئی کو متحرک، فعال اور منظم و مؤثر بنانے کے لیے کیا لائحہ عمل اور حکمت عملی اپناؤں؟ تو بندے نے اسے عصری تعلیمی اداروں کو اپنی

محنت کا محور بنانے کا مشورہ دیا۔ یوں وقتاً فوقتاً وہ دیگر اکابرین کے ساتھ ساتھ بندہ سے بھی اس سلسلے میں مشاورت کرتے رہتے تھے۔

ایک اور قابل ذکر خوبی یہ تھی کہ وہ سیاسی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ سماجی طور پر بھی بڑے متحرک تھے۔ خدمتِ خلق کا قابلِ رشک جذبہ پایا تھا۔ واپڈا، پبلک ہیلتھ، نادرا، پاسپورٹ آفس، ہسپتال، بلڈ بینک، اسکول، کالج، یونیورسٹی، بورڈ آفس، ریٹائرمنٹ و پینشن اور کوئٹہ سیکرٹرایٹ وغیرہ مقامات پر ذلیل و خوار عوام الناس کے کام کروانے میں بھی پیش پیش تھے، جس کی وجہ سے انہیں ہر دل عزیز مقبولیت ملی تھی۔ یوں ان کے لیے ”شہیدِ خدمت“ کا لقب بجا طور پر نہایت موزوں معلوم ہوتا ہے۔

اسی طرح ان کی یہ صفت بھی قابل تذکرہ ہے کہ وہ نرم خو اور حلیم الطبع انسان تھے۔ دلیل سے بات کرنے والے آدمی تھے۔ میں دیکھا کرتا تھا کہ وہ سوشل میڈیا پر اپنی جماعت کا دفاع عموماً دلائل سے کیا کرتے تھے۔ دلائل کی صحت و مضبوطی کتنی تھی؟ وہ الگ بات ہے، مگر ان کی کوشش یہی ہوتی کہ عام مذہبی ذہن کے طرز فتوی بازی سے پرہیز کرتے ہوئے سیاسی حقائق و دلائل کے زور پر اپنی بات منوالی جائے۔ یہ قابل تقلید روش ہے۔

اس وقت ذہن میں ان کی بہت سی خوبیاں محوِ گردش ہیں، مگر خوفِ طوالت سے انہی چند پر اکتفا کر کے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ آمین!

اگر موقع ملا، تو اس ”غریب کارکن“ کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے ذرا تفصیل سے لکھنے کی کوشش کروں گا؛ کیوں کہ تاریخ کی ستم ظریفی یہی ہے کہ اس میں ”بڑوں“ کا تذکرہ تو بڑے جاہ و جلال کے ساتھ پایا جاتا ہے، مگر جن کارکنوں کے خون اور پسینے سے وہ ”بڑا“ بڑا بنتا ہے، ان کا تذکرہ ندارد۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نظریاتی اور وفادار کارکنوں کی قدر کرنے اور ان کا تذکرہ تابندہ رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

ایک شاگرد، ایک دوست اور ایک دینی طالب علم

شاکر علی رند

کوآرڈینیٹر یونیورسٹی آف بلوچستان، خاران کیمپس

بہت دنوں سے نہیں اپنے درمیان وہ شخص
اداس کر کے ہمیں چل دیا کہاں وہ شخص

شہیدِ خدمت ایک اعلیٰ شخصیت اور لاتعداد خصوصیات کے مالک تھے اور ایسے انسان برسوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ میرا اور شہیدؒ کا سفر تقریباً تین سال تک رہا اور ان ادوار میں میرے اور شہیدؒ کے درمیان تعلق صرف ایک استاد اور شاگرد کا نہ تھا، بلکہ شہیدؒ میرے لیے بھائی اور ایک مخلص دوست سے کم نہ تھے، جو ہر مشکل وقت میں اپنی موجودگی کا احساس دلاتے تھے۔

شہیدؒ بطور ایک شاگرد کے:

شہیدؒ ایک محنتی طالب علم تھا، جو اپنی منزل کو پانے کے لیے پوری لگن اور محنت کے ساتھ اپنی پڑھائی کو آگے بڑھا رہا تھا۔ چاہے وہ کلاس میں حاضری کے حوالے سے ہو یا امتحانات میں عمدہ کارکردگی کے حوالے سے ہو۔ اس نے مجھ سمیت کسی بھی استاد کو مایوس نہیں کیا اور ہمارا تمام اسٹاف شہیدؒ کے اعلیٰ اخلاق اور ادب سے بے انتہاء متاثر تھے اور شہیدؒ نے اپنے پورے طالب علمی دور میں کسی بھی استاد کو یا ہمارے اسٹاف میں سے کسی کو بھی شکایت کا موقع نہیں دیا۔

شہیدؒ بطور ایک دوست کے:

شہیدِ خدمت میرے لیے ایک شاگرد کے ساتھ ساتھ کسی دوست اور بھائی سے بھی کم نہ تھے۔ جب شروع شروع میں کیمپس کا آغاز ہوا تھا، تو پورے رخشان ڈویژن سے طلباء نے سب کیمپس خاران میں داخلہ لیا، لیکن چونکہ کیمپس اپنے ابتدائی مرحلے میں تھا، تو اس وقت باہر سے آنے

والے طلباء کی رہائش کے لیے جگہ کا بندوبست نہ تھا، تو اس وقت شہیدِ خدمت قاری شکراللہ صاحبؒ نے ذاتی طور پر طلباء کے رہنے کا انتظام کیا اور اس کے علاوہ ایسی بہت سی خدمات ہیں، جو شہیدؒ نے کیمپس کے حوالے سے سرانجام دی تھیں۔ چاہے وہ طلباء کی پڑھائی کا مسئلہ ہو یا انتظامیہ کے ساتھ معاونت کا ہو؛ کیونکہ دوسروں کی مدد کرنا شہیدؒ کی فطرت میں شامل تھا اور یہ خدمات صرف کیمپس اور طلباء تک محدود نہ تھیں، بلکہ ہر وہ فرد جس کے کسی نہ کسی حوالے سے شہیدؒ کے ساتھ تعلقات تھے، وہ بلا جھجک شہیدؒ کی ان صفات کی گواہی دے گا۔

شہیدؒ بطور ایک دینی طالب علم کے:

شہیدؒ کی فطرت میں بہت سی خوبیاں شامل تھیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ انہیں دینی تعلیم سے بے پناہ لگاؤ تھا۔ جب بھی شہیدؒ سے ملاقات ہوتی تھی، تو میں ان کو ایک مذہبی انسان پاتا تھا اور شہیدؒ جس سے بھی ملاقات کرتے، تو اسے دین کے حوالے سے تبلیغ کرتے تھے۔ ہمارے کیمپس کے طلباء اور حتیٰ کہ ہمارے پورے اسٹاف نے شہیدؒ کی دینی تعلیمات سے استفادہ کیا اور سب سے اہم بات جو شہیدؒ کی اپنی ایک دیرینہ خواہش تھی کہ سب کیمپس خاران میں طلباء کے لیے "سیرت النبی ﷺ" کے موضوع پر ایک پروگرام کا انعقاد کیا جائے، جسکے حوالے سے میرے اور شہیدؒ کے درمیان ایک دو ملاقاتیں بھی ہوئی تھیں۔ صرف تاریخ کا طے کرنا باقی رہ گیا تھا اور اس حوالے سے سب کیمپس کے ڈائریکٹر عقیل احمد بلوچ صاحب سے پروگرام منعقد کرنے کے لیے اجازت بھی لے لی گئی تھی، جس کے بارے میں ڈائریکٹر صاحب نے نہ صرف رضامندی ظاہر کی، بلکہ شہیدؒ کے اس نیک عمل کو سراہا، لیکن ہمیں کیا پتہ تھا کہ شہیدؒ کے ساتھ ہمارا سفر یہیں تک کا تھا اور اللہ تعالیٰ کو کچھ اور منظور تھا۔ بس! انسان کو اللہ کی رضا پر ہی راضی ہونا چاہیے۔

جب تک نہ جلے دیپ شہیدوں کے لہو سے
کہتے ہیں کہ جنت میں چراغاں نہیں ہوتا

جب میں یہ الفاظ لکھ رہا تھا، تو ایک عجیب سے احساس نے مجھے گھیر لیا کہ آیا میں کیسے یہ یقین

کرلوں کہ شہیدؒ اب ہمارے درمیان نہیں رہے۔ آج بھی وہ دن، وہ تاریخ میرے ذہن میں نقش ہے، جب میرے ایک شاگرد نے مجھے اس ناگہانی خبر سے آگاہ کیا، تو مجھے بے انتہا افسوس ہوا اور اسی دوران وہ تمام لمحات جو ہم نے اس مختصر سی زندگی میں ساتھ گزارے تھے، وہ یک بہ یک میرے سامنے آرہے تھے، لیکن پھر میں نے اپنے دل کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ایک دن جانا سب کو ہے اور اللہ اپنے نیک بندوں کو شہادت جیسے اعلیٰ درجات سے نوازتا ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ شہیدؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائیں۔ آمین!

رخشان یونیورسٹی کے قیام اور سب کیمپس کے مسائل کے حل کے لیے قائدانہ کردار

اخلاق حسنی

لاء ڈیپارٹمنٹ، یونیورسٹی آف بلوچستان، سب کیمپس خاران

میرے پیارے دوست شہید قاری شکر اللہؒ کے ساتھ میرا انتہائی قربت والا تعلق تھا۔ اس کی دو وجہ تھیں: ایک یہ کہ میں ایک سماجی اور سیاسی کارکن کی حیثیت سے ایسی سرگرمیوں میں حصہ لیتا تھا، جہاں قاری صاحبؒ کو ہمیشہ موجود پاتا اور ایک طرف یونیورسٹی آف بلوچستان سب کیمپس خاران میں ہم دونوں ہم مکتب تھے، یعنی: لاء کررہے تھے۔

جب ہم دونوں کا کیمپس میں داخلہ نہیں ہوا تھا، تو مجھے یاد ہے کہ قاری صاحبؒ سے میری پہلی ملاقات کوچ مالکان کی طرف سے ناجائز کرایہ لینے کے خلاف سماجی کارکنان کی ایک میٹنگ میں ہوئی۔ تمام شرکاء نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور یہی طے کیا کہ ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کریں گے۔ اگر انہوں نے اقدام نہیں اٹھایا، تو احتجاجاً روڈ بلاک کردیں گے۔ جب قاری شکر اللہ کو اظہار خیال کرنے کا موقع ملا، تو ان کا کہنا تھا کہ دیکھیں! ابھی یہ ساری باتیں جوش و جذبے سے کررہے ہیں،

لیکن یہ ایک امتحان ہوگا؛کیوں کہ سارے کوچ مالکان اثرورسوخ رکھتے ہیں اور کہیں نہ کہیں سے ہمیں پیچھے ہٹانے کی سرتوڑ کوشش کریں گے۔ اس وقت ہمیں مضبوطی دکھانی ہوگی اور ہر صورت کرایہ کم ہونے تک چپ نہیں بیٹھیں گے۔

جب اس کمیٹی کی جانب سے تین رکنی وفد کی ڈپٹی کمشنر سے اس مسئلے پر ملاقات طے ہوگئی، تو اس میٹنگ میں مختلف تنظیمی سربراہان اور سیاسی رہنماؤں کو بھی دعوت دی گئی تھی، تو شہید قاری شکر اللہؒ بحیثیت جے ٹی آئی صدر اس میٹنگ میں شریک ہوئے۔ بعد میں پتہ چلا کہ انہوں نے سب سے بہتر انداز میں مؤقف رکھا تھا۔ خیر! ایک دو دن گزرنے کے بعد وہی ہوا، جو قاری صاحبؒ نے میٹنگ میں کہا تھا۔ اکثریت دباؤ کے شکار ہوگئے اور خاموش ہوگئے۔ قاری صاحبؒ شاید! وہ واحد شخص تھے، جو ہمیشہ سوشل میڈیا پر یہ مسئلہ اٹھاتے رہے۔ نہ صرف آواز اٹھاتے تھے، بلکہ اپنی ذاتی قابلیت سے عملی کردار بھی ادا کیا کرتے تھے۔ بقول کچھ طلبہ دوستوں بشمول فضل الرحمٰن کے قاری صاحبؒ نے کئی مرتبہ کوچ مالکان سے رابطہ کر کے ان طلباء کے کرائے آدھے کروائے تھے۔

اس کے بعد جب ہم دونوں ہم مکتب بنے، تو قاری صاحب سے مزید نزدیکی کا موقع ملا۔ انہوں نے سب سے پہلے مجھے کہا کہ ایک کیمپس ایک چھوٹی چڑیا کے مانند ہے اور انتہائی نازک حالت میں ہے۔ ہمیں بحیثیت سیاسی و سماجی کارکن اہم کردار ادا کرنا ہوگا اور اس کیمپس کو اس حالت میں کھڑا کر دیں گے کہ یہ مضبوط ہوجائے اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہوجائے۔ اس سلسلے میں ہم دونوں نے کیمپس کے کوآرڈینیٹر شاکر علی بلوچ صاحب سے ملاقات کی اور قاری صاحبؒ نے ایک طلبہ کمیٹی بنانے کی درخواست کی، لیکن کچھ وجوہات کے سبب شاکر صاحب نے کمیٹی کی مخالفت کی اور بغیر ڈھانچے کے کام کرنے کو کہا۔ اس کے بعد چھوٹے چھوٹے مسائل پر اسی طرح کوششیں جاری رہیں۔

اسی طرح 2023ء کے مئی/جون کے مہینوں میں کیمپس کے اساتذہ اور دیگر اسٹاف کی تنخواہ کچھ مہینوں سے بند تھی اور کیمپس میں کلاسز نہیں ہو رہی تھیں اور ایسا لگ رہا تھا کہ بغیر احتجاج اور پریشر کے اساتذہ کی تنخواہ ملنا ممکن نہیں تھا؛ کیوں کہ یونیورسٹی آف بلوچستان خود مالی بحران کا بری طرح شکار تھی۔ جب مجھے کیمپس انتظامیہ کی جانب سے سارے حالات سے متعلق بتایا گیا، تو میں

نے اس کے فوراً بعد قاری صاحبؒ کو کال کی؛ کیوں کہ ایسا اقدام صرف وہی اٹھا سکتے تھے۔ جب اس مہربان سے بات ہوئی، تو بڑے پر جوش نظر آئے اور فوراً ایک میٹنگ بلانے کا کہا۔ اس طرح طلبہ کا ایک وفد بنا اور مختلف سیاسی رہنماؤں سے ملاقاتیں کی اور ان سب میں قاری شکر اللہ صاحبؒ ایک اہم کردار کے ساتھ شامل تھے۔

بالآخر ہماری ایف سی کمانڈنٹ رخشان رینج سے ایف سی کینٹ خاران میں ملاقات ہوئی اور وہاں قاری صاحبؒ کمانڈنٹ سے کچھ یوں مخاطب تھے کہ:

جی، ہم نے بڑا سوچ سمجھ کر یہ طے کیا کہ اپنی فریاد کو عسکری قیادت کے پاس لے جائیں؛ کیوں کہ کیمپس ایک اعلیٰ تعلیمی ادارہ ہے۔ اس سے ہمارا مستقبل جڑا ہے۔ دیکھیں! سر! آپ لوگ یہاں امن چاہتے ہیں اور اس سے پہلے کہ یہ جانا جائے کہ امن کیسے قائم کرنا ہے؟ آپ لوگوں کو یہ دیکھنا چاہیے کہ بدامنی پیدا کیسے ہوتی ہے؟ اس کی روک تھام کر لیں! سر آپ سوچ لیں! اگر پورے رخشان کا یہی واحد اعلیٰ تعلیمی ادارہ بند ہو گا، تو یہ سارے طلباء کہاں جائیں گے؟ کیا ان کی مایوسی اور تعلیم سے دوری ان کو کسی اور راستے پہ چلنے کے لیے مجبور نہیں کرے گی؟ خدارا! اگر امن چاہتے ہیں، تو ان تعلیمی اداروں کو بچائیں!

یہ سارا کچھ سننے کے بعد ہمیں ایسا لگا کہ کمانڈنٹ کچھ سوچنے پر مجبور ہوا اور کچھ ہی لمحے بعد بڑے وثوق سے کہنے لگا کہ اگرچہ ہمیں اس مسئلے میں عمل دخل کا کوئی حق حاصل نہیں، لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ آدھے گھنٹے میں ہی آپ کو خوشخبری ملے گی۔ یہ کہہ کر کمانڈنٹ نے اپنے اسسٹنٹ کو میرا نمبر نوٹ کرنے کا کہا اور پورے آدھے گھنٹے بعد جب ہم اسی سلسلے میں موجودہ ٹاؤن چیئرمین میر نور الدین نوشروانی کے گھر بیٹھے تھے کہ مجھے خاران ایف سی کینٹ سے ایک فون کال آئی اور کہا کہ کمانڈنٹ صاحب نے بالا حکام سے رابطہ کیا ہے۔ یہ مسئلہ فوری حل ہو گا اور واقعی دو دن بعد سب کچھ ایسا ہی ہوا، لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ سب کچھ شہید قاری شکر اللہؒ کی محنت، مخلصی اور قابلیت وصلاحیت کی وجہ سے تھا؛ کیوں کہ یہ اتنی جلدی حل ہونے والی چیز نہیں تھی۔

اسی طرح وقت کے ساتھ ساتھ جب ہمیں احساس ہوا کہ یہاں ایک یونیورسٹی بننا ناگزیر ہو چکا

ہے، تو یوں رخشان میں اعلیٰ تعلیمی ادارے کی اشد ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک باقاعدہ رخشاں یونیورسٹی بمقام خاران ہیڈکوارٹر میں بنانے کے لیے ایک تحریک شروع کی۔ اس تحریک میں شہید قاری شکراللہؒ کا ایک اہم اور بنیادی کردار تھا۔ قاری شہیدؒ نے اپنے وقت اور مال کی قربانی دے کر بھرپور کردار ادا کیا۔ سارا دن دوپہر کو بھی گھر نہیں جایا کرتے تھے۔ ہم خاران کی سیاسی رہنماؤں سے ملاقاتیں کرتے اور رخشان یونیورسٹی کے قیام کے لیے آواز اٹھانے کی درخواست کرتے۔ بالترتیب ٹویٹر ٹرینڈ، پریس کانفرنس، سوشل میڈیا ٹرینڈ اور ریلیاں نکالی گئی، جن میں قاری صاحبؒ پیش پیش تھے۔

اس کے بعد جب ہم اسی یونیورسٹی کی فائل کو فالو اپ کرنے کے لیے کوئٹہ گئے، تو قاری صاحبؒ اسلام آباد میں اپنی جماعت کے مرکزی کال پر ایک احتجاج میں شرکت کرنے کے بعد کوئٹہ پہنچے اور ہمارے ساتھ شامل ہوگئے۔ مختلف سیاسی رہنماؤں اور سیکرٹریز و دیگر اعلیٰ افسران سے ہماری ملاقاتیں ہوئیں۔ ان کی کوششوں کی بدولت حکومت کے اختتام تک یونیورسٹی کا قیام 90 فیصد مکمل ہوچکا تھا کہ حکومت نے اپنی مدت پوری کی اور کام وہیں رک گیا۔ اس دوران قاری صاحبؒ کے ساتھ تفصیلی ٹائم گزارنے کا موقع ملا اور بہت بہترین دن گزارے۔ اگر آج بھی رخشان یونیورسٹی کا قیام ہوجائے، تو شہید قاری شکراللہؒ کا بنیادی کردار بھولا نہیں جاسکتا۔

یہ واقعات اگرچہ کم یا مختصر ہیں، لیکن دراصل یہ کئی دنوں اور ٹائم پر مشتمل ہیں۔ ان میں، میں نے قاری صاحبؒ کو بہت قریب سے دیکھ لیا تھا اور ان سب حالات میں قاری صاحبؒ کی جو خاصیت میں نے دیکھی، وہ حیران کن تھی۔ اس میں سب سے خوبصورت چیز جس کا میں نے مشاہدہ کیا، وہ قاری شہیدؒ کی بے انتہا برداشت تھی۔ یہ صفت اس میں انتہائی اہم تھی۔ وہ ہر چیز میں صبر و تحمل اختیار کرتے اور ہمیں بھی صبر کی تلقین کرتے۔ ایسے بھی حالات آتے کہ ہم کچھ دوست جذباتی ہوجاتے، لیکن وہ اپنی مہارت سے ہمارے چہروں پر مسکراہٹ بحال کرتے۔ کئی بار ہم ٹائم پاس کرنے کے لیے جان بوجھ کر قاری صاحبؒ کو تنگ کیا کرتے تھے؛ تاکہ وہ تنگ آجائیں اور ردعمل دیں، جس سے ہم لطف اندوز ہوسکیں، لیکن اس کا ردعمل اس قدر ملائم اور حسین تھا کہ ہمیں حیرانگی ہوتی تھی۔

اور دوسری سب سے اہم بات یہ کہ وہ ہر جگہ اور ہر حال میں ایڈجسٹ کرنے کی مہارت رکھتے تھے۔ یعنی: ہر ماحول میں ہر قسم کے لوگوں کے درمیان اپنے آپ کو برقرار رکھتے تھے۔ حالانکہ وہ ایک مذہبی پارٹی کے سینئر کارکن تھے اور ایک ذمہ دار کی حیثیت سے تھے اور خود معاشرے میں اچھیبصیرت رکھنے والی شخصیت تھے۔

جب وہ سینئر اور بڑے بزرگ لوگوں کے درمیان ہوتے، تو آپ مکمل طور پر انہی کی کیٹاگری کے بندے لگتے تھے اور جب نوجوانوں کے ساتھ بیٹھتے، تو بالکل نوجوانوں جیسا عمل کرتے۔ اگر گیم کے میدان میں آپ انہیں دیکھتے، تو آپ کو ایک شاندار کھلاڑی لگتے اور جب آپ انہیں اپنے شعبے میں کام کرتے دیکھتے، تو وہ بالکل پروفیشنل لگتے تھے۔ یعنی: ہر حال میں خود کو ایڈجسٹ کر پاتے تھے۔ شہید کی اس خاصیت نے کئی لوگوں کو حیران کر دیا تھا۔

قاریؒ شہید کی ایک سب سے حیران کن خاصیت، جس سے نہ صرف ان کے جاننے والے، بلکہ پورے بلوچستان میں جو بھی شخص ان کے بارے میں سنتا، سب حیران ہو جاتے، وہ آپ کی چستی اور مستقل مزاجی تھی۔ یہی قاری صاحبؒ بیک وقت آپ کو تین سے چار کام سرانجام دیتے نظر آتے تھے۔ یعنی: شعبے کے لحاظ سے وہ قانون کے ایک اسٹوڈنٹ تھے۔ کلاس لینے کے دوران کبھی کبھی ان کے لیے پیغام آتا کہ باہر آپ کو کوئی بلا رہا ہے، تو باہر جا کر اسٹامپ پیپر وغیرہ لکھتے تھے۔ یعنی: عرائض نویسی کرتے اور ظہر کے اوقات میں بیک وقت تین جگہوں پر باجماعت نماز میں حاضری دیتے۔ ان میں ڈی سی آفس، ڈی پی او آفس (نادرہ) کے علاوہ ایک اور جگہ شامل تھی۔ دوسری طرف کرکٹ میں بھی ایک اچھے کھلاڑی کے نام سے جانے جاتے تھے اور اسی طرح فٹبال میں بھی۔ ان کی باقاعدہ کرکٹ اور فٹبال دونوں کی ٹیمیں بھی تھیں، جو مختلف ٹورنامنٹس میں شرکت کرتی تھیں۔

اور ایک طرف سیکنڈ ٹائم سراوان میں ایک مدرسے میں درس و تدریس کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔ سراوان جو کہ خاران شہر سے آدھے گھنٹے کا سفر بنتا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ وہ کبھی بھی کلاس کو مس نہیں ہونے دیتے تھے۔ اس کے باوجود کہ وہ ہر روز سفر میں ہوتے تھے۔ رات وہ کراچی میں ہوتے، تو اگلی صبح آپ کو ان کی خبر کوئٹہ میں ہونے کی ملتی اور شام کو آپ انہیں

خاران میں دیکھتے۔

کئی لوگوں کے شناختی کارڈ، لوکل سرٹیفکیٹ، پاسپورٹ اور طلبہ کے بورڈ سرٹیفکیٹ اور امتحانی فارم یہ سب معاملے وہی ڈیل کرتے تھے۔ خاران میں شناختی کارڈ، لوکل یا کسی بورڈ کے معاملے میں کوئی بھی ٹیکنیکل مسئلہ درپیش ہوتا، تو لوگ قاری صاحبؒ کی طرف رجوع کرتے۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر کیمپس میں جو بھی پکنک وغیرہ کا پروگرام ہوتا، تو ترتیب دینے والے بھی وہی ہوتے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ شادی شدہ اور چند بچوں کے باپ بھی تھے۔ گھریلو ذمہ داری بھی بخوبی سرانجام دیتے تھے۔

یعنی: اتنی ساری سرگرمیوں کو بیک وقت صرف ایک ہی بندے کا ادا کرنا، یہ سوچ سے بالاتر تھا اور سب اس پر تعجب کا شکار تھے۔ ہم نے مزاقاً قاری شہیدؒ کی اس خاصیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا نام موچیزرMochezar رکھا تھا، یعنی: سارے کام کرنے والا۔ قاری شہیدؒ اپنی خوبصورت باتوں سے اپنے کسی ہمراہ کو ہرگز بور نہیں ہونے دیتے تھے۔

قاری شہیدؒ بہت سارے بے شمار اوصاف کے مالک تھے۔ وہ سب سے علیٰحدہ ایکDistinctive شخصیت تھے۔ آپ کے بارے میں میرے ہاتھ تھک جائیں گے، لیکن تعریفیں ختم نہیں ہوں گی۔ بس یہی کہتا ہوں کہ جس قاری شکر اللہؒ کو میں جانتا ہوں، اس جیسا یہاں کبھی پیدا نہیں ہوا اور یہ خلاء ہمیشہ خالی رہے گا۔ خاران ایک ہمدرد اور خوش نما شخصیت سے محروم ہو گیا۔ میں اپنے پیارے دوست، پیارے بھائی شہید قاری شکر اللہؒ کو اس کی گراں قدر خدمات پر خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند فرمائے۔ آمین!

بہترین منتظم اور متحرک اسٹوڈنٹ رہنما

حاجی زکریا مینگل

شہید قاری شکراللہ حنفیؒ سے میری نزدیکی اس وقت شروع ہوئی، جب میں نے میٹرک پاس کر کے کالج میں ایڈمشن لیا، تو فرسٹ ائیر میں قاری شکراللہ حنفیؒ میرا کلاس فیلو تھا اور یوں ہی میرا اور قاری صاحبؒ کا ایک دوستی، یاری اور بھائی بندی والا سفر شروع ہوا اور 4 چار سال کالج میں ہم دونوں نے ایک بہترین ماحول میں گزارے۔ جہاں کبھی خوشی، کبھی غم، کبھی غصہ، کبھی فرضی ناراضی، ایک دوسرے کے خلاف کالج الیکشن میں مقابلہ کرنا، کالج پکنک، کالج ٹوؤر، کالج فیسٹول، کالج سیمینار، کالج کے تمام پروگراموں میں ساتھ ہونا شامل ہے۔

کالج کے پہلے ہی سال ممبر لوکل کمیٹی کے لیے الیکشن ہوا۔ چوں کہ میرا تعلق بی ایس او سے تھا اور قاری صاحبؒ کا تعلق جے ٹی آئی سے تھا، تو الیکشن میں کافی لوگوں نے مقابلہ کیا، لیکن اس الیکشن کو میں، قاری صاحبؒ اور طارق میر شیرزئی نے بھاری اکثریت کے ساتھ کامیابی حاصل کر کے جیت لیا اور ہم تینوں 2 سال کے لیے ممبر اسٹوڈنٹس لوکل کمیٹی منتخب ہوئے۔

اس کے بعد کالج کی ایک گرینڈ پکنک ہوئی، جس میں نئے طلباء کو ویلکم (Welcome) کرنے کے لیے پرنسپل صاحب کی طرف سے مجھے اور قاری صاحبؒ کو پکنک کرانے کی ذمہ داری دی گئی اور قاری صاحبؒ نے بہترین انتظامات کر کے کالج پکنک کو ایک شاندار اور مثالی پکنک میں تبدیل کر دیا۔

اس کے بعد وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف کی خصوصی دعوت پر خاران کالج کا ایک ٹوؤر پروفیسر یوسف علی ڈی پی صاحب کی سربراہی میں لاہور گیا، جس میں قاری صاحبؒ سمیت ہم سب دوست ساتھ تھے۔ جس رات ہم ٹوؤر کے لیے نکل رہے تھے، اس رات سب طلباء میری بیٹھک میں جمع ہو رہے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ پروفیسر یوسف علی کو لینے کے لیے میں، غنی حسرت اور قاری صاحبؒ ان کے گھر گئے اور یوسف علی صاحب نے ہمیں کھانا کھلایا اور ہمارے ساتھ میرے گھر آئے، جہاں سے ہم کوئٹہ کے لیے روانہ ہوئے۔

سفر شروع ہونے سے پہلے بس کے فرنٹ پر قاری صاحبؒ کھڑے ہوئے اور سفر کی دعا بلند آواز کے ساتھ پڑھی اور ہمیں کہا کہ آپ سب میرے ساتھ ایک آواز ہو کر پڑھیں۔ اس طرح ہمارا سفر دعا سے شروع ہوا اور پورے ٹوؤر میں قاری صاحبؒ ہمیں ہر صبح نماز کے لیے اٹھا لیتے اور باقاعدہ

باجماعت ہمیں فجر کی نماز پڑھاتے۔ درمیان میں ایک جمعہ شریف آیا، تو قاری صاحبؒ نے ہمیں ایک ہال کے اندر جمعہ نماز کے لیے جمع کیا اور انہوں نے خود جمعہ شریف کی تقریر، خطبہ اور نماز ہمیں پڑھائی۔ پورے ٹوؤر میں قاری صاحبؒ ہمارے لیے باپ جیسے تھے، جو سب کا خیال رکھتے تھے اور سب کے لیے حاضر رہتے تھا۔

کالج سے فراغت کے بعد بھی قاری صاحبؒ کے ساتھ میری دوستی، یاری اور بھائی بندی کا تعلق جاری تھا اور اکثر ہم علاقے کے مسئلے و مسائل کے لیے عوام اور سول سوسائٹی کے ساتھ ملکر احتجاج اور جلسے کرتے تھے۔ طلباء کو درپیش بنیادی مسائل کے لیے ایک ساتھ جدوجہد کرتے، لیکن قاری صاحبؒ سماجی کاموں میں مجھ سے کافی آگے چلے گئے تھے اور اپنی زندگی کے اندر خدمتِ خلق میں مصروف عمل تھے۔

اکثر میں ان سے گلہ کرتا تھا کہ قاری صاحب! اب دولت مند ہو گئے ہو، جو مجھ غریب سے بہت کم ملتے ہیں، تو انکا جواب یہ ہوتا تھا کہ نہیں، حاجی صاحب! میں عوامی کاموں میں زیادہ مصروف ہوتا ہوں؛ اس لیے اب ٹائم ہی نہیں ملتا، لیکن پھر بھی آپ میرے دل و دماغ میں ہمیشہ رہتے ہیں۔ وہ میرے اسی گلہ کو دل میں رکھتے اور دوسرے دن بازار سے پکوڑے دہی لے کر دوپہر کو میرے گھر آجاتے اور ہم ایک ساتھ کھانا کھا کر خوب گپیں مارتے۔ قاری صاحبؒ نے شہید ہونے سے کچھ دن پہلے بھی فون کر کے سب کیمپس خاران کے ایک مسئلے کے حوالے سے مجھ سے مشورہ کیا تھا۔ قاری صاحبؒ ایک باکمال شخصیت کے مالک تھے۔ بس یہ دنیا فانی دنیا ہے۔ آخر کار سب کو جانا ہے؛ اس لیے جانے سے پہلے جانے کی تیاری کرنا لازمی ہے۔

جنون کی حد تک انسانیت کی خدمت کرنے والا

سفر خان راسکوہی

قاری شکر اللہ حنفیؒ جو جنون کی حد تک انسانیت کی خدمت کا کام کر رہا تھا۔ وہ ایک ایسا نوجوان تھا، جو مخالف کو بھی مسکرا کر حمایت کرنے پر مجبور کرتا تھا۔ جمعیت طلباء اسلام کی طلباء تنظیم کا سیاسی پلیٹ فارم ہو یا سماجی خدمات کے حوالے سے شروع ہونے والا راسکوہ فائونڈیشن سے ہوتا ہوا مدینہ ٹرسٹ تک کا سفر، انتہائی جذبہ اور جنون کے ساتھ جاری رہا۔

جب بھی کسی تھیلیسیمیا کے شکار بچے کو یا کسی حادثہ کے شکار زخمی یا زچگی کے دوران خون کی کمی کی شکار کسی خاتون مریض کو خون کی ضرورت ہوتی، تو قاری شکر اللہؒ ان مریضوں کے رشتہ داروں سے زیادہ خون کے بندوبست کرنے کے لیے کوشاں ہوتے۔ جب تک اس ضرورت مند کی خون کی کمی پوری نہیں ہوتی، قاری شکر اللہؒ چین سے نہیں بیٹھتا۔

اپنے پرانے موٹر سائیکل پر کبھی ہسپتال، کبھی کسی کلینک میں مریضوں کی تیمارداری کے ساتھ ساتھ طلباء کے لوکل سرٹیفکیٹ کے لیے ڈپٹی کمشنر آفس یا شناختی کارڈ بنانے کے نادرا آفس سمیت کھیل سے دلچسپی اور کھلاڑیوں کی حوصلہ افزائی کے لیے کرکٹ گراؤنڈ میں بھی اپنی خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ قاری شکر اللہؒ کو دیکھا جا سکتا تھا۔ یہ تمام سرگرمیاں فی سبیل اللہ جاری رہیں۔ آج تک میں نے نہیں سنا کہ قاری شکر اللہ حنفیؒ نے کبھی کسی مخیر شخصیت سے اپنے ٹرسٹ اور بلڈ بنک کے لیے کوئی ڈونیشن لی ہو۔

وہ ایک موبائل بلڈ بنک تھا، جس کے جیب میں موبائل پر تمام بلڈ ڈونرز کے بلڈ گروپ، بلڈ دینے کی تاریخ اور فون نمبر درج تھے۔ ضرورت کے وقت فوری فون کر کے خون کا بندوست کر کے ضرورت مند کی ضرورت پوری کر دیتا۔ وہ بلڈ بیگ اور دفتر کے کرایہ کے لیے اپنے جیب سے اور بوقت ضرورت اپنے دوستوں سے بھی لے کر کمی کو پورا کر دیتا۔

قاری شکر اللہ حنفیؒ کی حادثاتی موت سے جہاں ہم ایک مخلص اور متحرک سیاسی کارکن سے محروم ہو گئے، وہیں خاران نے ایک جنون کی حد تک انسانیت کی خدمت کرنے والے سماجی کارکن اور کرکٹ کے کھلاڑیوں نے ایک حوصلہ افزائی کرنے والی شخصیت کو کھو دیا ہے، جس کی کمی مدتوں یاد رہے گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قاری شکر اللہ حنفیؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ آمین!

مستقبل کی قیادت: جس سے ہم محروم ہو گئے

حاجی ابراہیم الجمعیت

آہ!!! کہ جمعیت علماء اسلام اور خاران کی عوام مستقبل کی قیادت سے محروم ہو گئی۔ جمعیت کے پرانے ساتھی یقیناً اس بات پر متفق تھے کہ آنے والے دور میں جمعیت کو ایک نوجوان قیادت قاری شکر اللہ حنفیؒ کی صورت میں مل چکی ہے، مگر خالق کائنات کے فیصلے کا کسی کو کوئی علم نہیں۔

1988ء تا 1994ء کے دور میں جے ٹی آئی کے ایک ذمہ دار کی حیثیت سے تعلیمی اداروں خصوصاً سکول، کالجز میں تنظیم کو منظم دیکھا۔ کچھ وقت تعطل کے بعد 1998ء تا 2002ء کو تنظیم کا مورال بلند ہوتا ہوا نظر آیا، مگر اس کے بعد جمعیت طلباء اسلام ایک بار پھر عصری اداروں سے اوجھل ہو گئی۔

لیکن اللہ تعالیٰ اپنے دین کا کام کسی نہ کسی طرح کسی سے لیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر جمعیت طلباء اسلام کو ایک باوقار، باکردار، مخلص، بے فخر، محنتی، نڈر، بے باک، ڈاکٹر سرفراز شہیدؒ کے اصل جانشین، بہادر، بے لوث، خدمت گار قاری شکر اللہ حنفی شہیدؒ کو قیادت کی ذمہ داری دی، جس نے اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر شب و روز ایک کر کے جمعیت طلبہ اسلام کو اسکول، کالج حتی کہ یونیورسٹی تک فعال بنایا۔

قاری شکر اللہ صاحبؒ نے مختلف شعبوں میں ایک نمایاں چراغ کے طور پر جمعیت کو متعارف کرایا۔ چاہے تعلیمی ادارہ ہو یا کھیل کا میدان ہو یا سیاسی تحریک ہو یا جماعتی احتجاج ہو یا مشترکہ سیاسی تحریک ہو۔ اپنے اکابرین کے حکم کے مطابق صف اول میں پائے گئے اور جمعیت طلبہ اسلام کے نام کو روشن کر دیا۔

قاری شہیدؒ صرف خاران کے طلباء اور علماء کے دلوں کی دھڑکن نہیں، بلکہ رخشان ڈویژن واشک، نوشکی، چاغی کے طلباء اور قائدین کے دلوں میں بھی رہتے تھے۔

ڈویژن سطح کے اپنے طلباء اور کارکنوں کے تمام مسائل کے لیے تیار رہتے تھے۔ چاہے بلوچستان بورڈ یا یونیورسٹی میں طلباء کا داخلہ، رجسٹریشن، سند وغیرہ یا امتحانی فارم یا علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں طلباء کے مسائل ہوں، کسی کو کوئی پریشانی نہیں تھی؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت قائد طلبہ قاری شکر اللہ شہیدؒ 24 گھنٹے دستیاب ہوتے تھے۔ طلباء کا بے فارم ہو یا لوکل سرٹیفکیٹ، کریکٹر سرٹیفکیٹ ہو یا فٹنس سرٹیفکیٹ یا اسٹام پیپر، کسی کو کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوتی تھی؛ کیوں کہ ایک انمول پھول قاری شکر اللہؒ ہر جگہ دستیاب ہوتا تھا۔ حجاج کرام کے پاسپورٹ، شناختی کارڈ یا بیواؤں کے بے نظیر انکم سپورٹ اور احساس پروگرام کے مسائل کا حل قاری صاحب کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

دینی مدارس، مساجد، مراکز ہوں یا تبلیغی میدان میں اجتماعات و جوڑ، کسی سے پیچھے نہیں تھے، بلکہ ہراول دستے کے سپہ سالار تھے۔ اکابرین کے حکم پر اسلام آباد کی سڑکیں ہوں یا پشاور کی گرم ہوائیں یا کراچی کی حبس یا کوئٹہ کی مشہور سردی، سب میں قاری شہیدؒ پہلی پوزیشن پر موجود رہتے تھے۔ کیا لکھوں؟؟؟؟!!!! اللہ تعالیٰ نے ایسا انسان بنایا، جو خادم تھا، ورکر تھا، جاں فشاں تھا، سالار تھا، قائد تھا، متحرک تھا، نوجوان لیڈر تھا، صبر میں راسکوہ کا پہاڑ تھا، مضبوط اعصاب کا مالک تھا، جرأت مند تھا، لائق تھا، فراست کا مالک تھا۔ سماجی کاموں میں جماعت کی طرف سے ایک نام تھا۔ جب بھی کسی کو خون کی ضرورت ہوتی یا ایمرجنسی میں ہسپتال میں کام ہوتا، قاری شہیدؒ تمام سماجی تنظیموں کے ورکروں میں ممتاز تھا۔

جتنا لکھوں، کم ہے۔ قاری صاحب کی خدمات تک پہنچ نہیں سکتا۔ کاش کہ زندگی میں ہم ان کی قدر کرتے۔ ان کی محنتوں کی حوصلہ افزائی کرتے۔ قاری صاحب ہم آپ کے سامنے شرمندہ ہیں۔ ہمیں کیا معلوم کہ آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی آخری آرام گاہ کی طرف لوٹ جائیں گے۔ یہ الفاظ لکھتے ہوئے بھی آنسو نکل رہے ہیں۔ ہم بے بس ہیں اپنے خالق و مالک کے سامنے۔ بس ایک عرض ہے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں کہ قاری شہیدؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ پسماندگان کو صبر جمیل اور تمام شعبوں میں جماعت کو ان کا نعم البدل نصیب

فرمائے۔آمین!

خدمتِ خلق کا منفرد کردار

محسن خان نوشیروانی

چیئرمین پرل انسٹیٹیوٹ خاران

شہید قاری شکر اللہ حنفیؒ ایک اعلیٰ درجے کی شخصیت تھے۔ ان سے اکثر اوقات سماجی اور اسٹوڈنٹس کے معاملات پر حد درجہ رفاقت اور قربت رہی ہے۔ایک سماجی اور تعلیمی شعبے سے وابستہ معلم کی حیثیت سے میری ان سے ہمیشہ ملاقاتیں خوشگوار رہی ہیں۔بحیثیت سماجی کارکن وہ خاران کے ہر مسئلے میں خود کو شریک کرتے رہے ہیں۔ان چند سالوں میں جہاں ہم بحیثیت ایک ذمہ دار شہری بن کر مسائل کے ممکنہ حل پر آگے بڑھے ہیں، تو وہاں یہ عظیم درویش شخصیت لازماً اس احتجاجی ریلی، مظاہرے یا مجلس کا حصہ رہا ہے۔انکی تجاویز دور اندیشی کی عکاسی کرتی نظر آئی ہیں۔

عموماً انسان جوانی کے اس اسٹیج میں جب اسٹوڈنٹس ونگز یا سیاسی جماعتوں کا حصہ بنتا ہے، تو وہ قدرے جذباتی پن کا مظاہرہ کرتا ہے، لیکن مکرم شہیدؒ گفتار اور فعل دونوں میں معتدل تھے۔وہ ایک نرم مزاج اور دل افروز طبیعت کے انسان تھے۔

سماجی کاموں میں وہ ایک منفرد کردار تھے۔ایک طالب علم اپنی اسٹڈی کے مصروف ترین اوقات میں سے سماجی کاموں کے لیے بھی چند لمحات اور ساعات نکالے، یہ بہت کٹھن کام ہوتا ہے، لیکن اس مردِ آہن نے دونوں کے لیے وقت نکالتے ہوئے سماجی کاموں میں بھی خود کو وقف کیا۔

وہ شائستگی اور پر مغز دلائل سے کلام کرنے کا شیوہ رکھتے تھے؛کیوں کہ انہوں نے یہ خوبصورت اندازِ فکر دراصل وکالت کے شعبے میں طالب علم ہوتے ہوئے حاصل کیا تھا، کیوں کہ اس عمر کے جیالے اور کارکن بڑے سخت اور تلخ رویوں کے عادی ہوتے ہیں۔ قاری شہیدؒ کی یہی

صفات اور اعلیٰ کردار ہم جیسے ادنیٰ لکھاریوں کو بھی چند سطور لکھنے پر مجبور کرتے ہیں، لیکن ایک چیز پر بہت ندامت کا سامنا رہا ہے، کہ کاش! یہ باتیں قاری شہیدؒ کی حیات پر حوصلہ افزا ریمارکس کی صورت میں ہوتیں، لیکن اس کے باوجود وہ ایک ہستی تھے اور امر ہیں۔ انکی یادیں، صاف گوئی، کرداراور رویہ ہمیشہ آنکھوں کے سامنے نظر آتا ہے۔

ایک چھوٹا سا واقعہ یاد آیا۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ ایک شخص مجھ سے بے فارم کے متعلق بیچ چوراہے پر محو گفتگو تھا۔ بچے کی تاریخ پیدائش کا مسئلہ تھا، تو اس اثناء مکرم شہید قاری شکراللہ حنفیؒ میڈیکل کے پاس سے موٹر سائیکل پر سے گزر رہے تھے۔ اس بندے نے ان کو آواز لگائی۔ وہ فوراً موٹر سائیکل کو موڑ کر آ گئے اور علیک سلیک ہوا، تو اس شخص نے ان کو براس زھگ (بھتیجا) بولتے ہوئے کہا کہ میرے بیٹے کی تاریخ پیدائش میں یہ مسئلہ ہے۔ قاری صاحبؒ نے کہا کوئی مسئلہ نہیں۔ تجویز دیتے ہوئے کہا کہ میں از خود مسئلہ حل کروا کر دوں گا اور وہ حل بھی ہوا۔ وہ لڑکا اب صوبہ کے مختلف معیاری کیڈٹس اور بی آر سی کالجز کے ٹیسٹ میں بھی اچھے نمبروں سے پاس ہوا ہے۔

کہنے کا مقصد یہ تھا کہ بہت سے والدین کی پریشانیوں کا حل ایسے کرداروں کی معاونت سے ہوتا ہے۔ بہت سے بچوں کے تعلیمی مسائل کے ممکنہ حل میں کمک کار کی رہنمائی اور مثبت افعال واعمال سے ایک درخشاں مستقبل کی راہ بنتی ہیں۔ المختصر الفاظ کے ڈھیر اور صفات پر لکھی باتیں محض کافی نہیں ہیں، بلکہ ایک غریب پرور شخص کی سماجی اور فلاحی رویوں نے اس کے کردار کو اس طرح روشناس اور متعارف کیا کہ ہر عام وخاص کی زبان زد رہا۔ وہ ہم میں موجود ہیں اور ان کے اس فلاحی اور دوستانہ سماجی رویے میں خود کو ڈھالنا چاہیے اور نیک کاموں کی ترویج میں قاری شہیدؒ جیسے کردار کو خود میں پیدا کرنا چاہیے۔

ہم بہت کچھ لکھنا چاہتے تھے، مگر ان الفاظ کی ابھی تک دستیابی نہیں کہ ہم کن الفاظ سے محترم کو خراج تحسین پیش کریں۔ بالا تحریر میں اگر کوئی غلطی سرزد ہوئی ہو، تو پیشگی معذرت قبول کیجیے!

چیف جسٹس شہید محمد نور مسکانزئی کی نصیحت اور شہید شکراللہ حنفی کا عمل

غلام نبی رند

شہید قاری شکراللہ حنفیؒ ایک علاقائی سرمایہ تھے۔ ایک دن میں اپنے آفس میں بیٹھا تھا کہ نوشکی سے ایک دوست کا فون آیا کہ ہم خاران پہنچنے والے ہیں۔ کمشنر آفس میں کچھ کام ہے۔ آپ ہماری رہنمائی کریں، تو میں نے ہاں ملاتے ہوئے ان کو اپنے آفس کا ایڈریس سمجھایا کہ یہاں آجاؤ! پھر جائیں گے۔ آدھے گھنٹے تک مہمان کا فون آیا کہ ہم عدالت کے سامنے ہیں۔ میں گیا۔ وہاں تو شہید قاری شکراللہ حنفیؒ بھی ان کے ساتھ کھڑے تھے۔ دعاو سلام کے بعد میں نے ان کو کہا کہ دفتر چلیں! میں نے آپ کے لیے چائے کا بندوبست کیا ہے، تو قاری صاحبؒ نے کہا کہ آپ مہمانوں کو لے جا کر چائے پلائیں اور دفتری کام بھی کروائیں۔ میں نے ان کے لیے کھانے کا بندوبست کیا ہے۔ پھر ان کو ساتھ لے کر میرے غریب خانے تشریف لائیے گا۔ میں نے بہت اصرار کیا کہ قاری صاحب! یہ تو میرے مہمان ہیں، لیکن وہ نہیں مانے کہ آپ سب آجاؤ! میں نے تیاری کی ہوئی ہے۔ مختصر یہ کہ سب کچھ ہونے کے بعد فارغ ہو کر ہم قاری صاحبؒ کے غریب خانے سیاپٹ گئے، تو پتہ چلا کہ ان مہمانوں میں سے ایک نذیر احمد مینگل، قاری صاحبؒ کے تنظیمی ساتھی ہیں اور وہ بھی قاری ہیں، جبکہ ایک میرا دوست امین اللہ مینگل وکیل تھا۔

قاری شہیدؒ نے کم وقت میں خاطر خواہ تواضع کا اہتمام کیا تھا اور انتہائی خوشی اور بہترین مجلس کے ساتھ مہمانوں کو عزت دی۔ بار بار مجھے کہا کہ اچھا ہوا کہ میرے دوست کا کزن آپ کا دوست ہے؛ کیوں کہ ان مہمانوں کی وجہ سے آپ بھی آج میرے دسترخوان پر تشریف لائے۔ مجھے بہت خوشی

ہوئی۔ میں نے کہاکہ قاری صاحب! آپ نے ناجائز کیا۔ یہ میرے مہمان تھے، لیکن آپ مجھ سے لے گئے۔ کہاکہ آپ نے دفتری کاموں میں مہمان نوازی کی، یہ میرا حصہ تھا۔

پھر یہاں ایک بہترین بات کی کہ ایک دن وفاقی شرعی عدالت آف پاکستان کے سابق چیف جسٹس شہید محمد نور مسکانزئی مرحوم نے مجھے کہا کہ قاری صاحب! آپ علاقے کے ایک ذمہ دار نوجوان ہو۔ ہم نے ڈویژن کا ہیڈکوارٹر خاران میں بنایا، تواب یہ آپ نوجوانوں کی ذمے داری ہے کہ چاغی، نوشکی، واشک یا کہیں سے کوئی بھی بندہ یہاں اپنے کام کے لیے جب آئے گا، توآپ خاران کے نوجوان اس کے ساتھ ہو جانا۔ جس دفتر میں کام ہو، اس کی رہنمائی کریں۔ اس کا کام جلدی کروائیں اور ہو سکے، تواس کی خدمت کرنا۔ اس کو اپنے گھر میں رہائش دینا، اگر رات کو ٹھہر جائے۔

قاری صاحبؒ نے کہاکہ یہ تو میرے دوست ہیں۔ ویسے کوئی بھی باہر کا بندہ آئے، میں اس کے ساتھ جاتا ہوں۔ اس کی مدد کرتا ہوں اور اپنی گنجائش سے مہمان نوازی بھی کرتا ہوں۔

اے بے وفا دنیا کہ بدقسمت خاران!!! نصیحت کرنے والا اور نصیحت پر عمل کرنے والا دونوں شہادت کی سند لے کر مسکان کلات کی سرزمین میں سپرد زمین ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ پاک جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ آمین!

ارس شلنت منی دیدگاں

صادقہ اشرف قمبرانی

طالبہ شعبہ قانون، یونیورسٹی آف بلوچستان سب کیمپس خاران

تیرے جانے کا کس کو غم نہیں
وہ آنکھ ہی کیا جو پرنم نہیں
برداشت کے کانوں سے سننے والا

رحم کی آنکھوں سے دیکھنے والا
محبت کی زبان سے بات کرنے والا

آہ!!! قاری شکراللہ صاحب!!!

آج مجھے موقع ملا ہے۔ پر میرے پاس وہ الفاظ نہیں، جو میرے جذبات کو بیان کر سکیں۔ انتہائی دکھ اور کوفت کے ساتھ میں ایک عظیم ہستی قاری شکراللہؒ کی شان میں کچھ الفاظ یوں کہوں گی:

قاری صاحبؒ شعبہ قانون میں میرے ہم مکتب ساتھی تھے۔ قاری صاحبؒ کا اس طرح اچانک ہم سے بچھڑ جانا انتہائی اذیت ناک ہے اور ناقابل تسلیم ہے۔ بے شک موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ پر ایسے اچانک جسمانی طور پر ہم سے جدا ہونا انتہائی دردناک ہے، لیکن قاری صاحبؒ روحانی طور پر ہمارے دلوں میں آج بھی زندہ ہیں اور رہیں گے۔ تاریخ میں شخصیات کی کمی نہیں۔ ان شخصیات میں کچھ ایسے شخصیتیں ہوتی ہیں، جو اپنے اچھے کردار اور اعمال کی بدولت تاریخ میں اپنے لیے نمایاں مقام بنا لیتی ہیں۔

ان شخصیتوں میں ایک قاری صاحبؒ کا شمار ہوتا ہے۔ قاری صاحبؒ انتہائی نیک نیت، شفیق اور مخلص انسان تھے اور ہر وقت میں نے انہیں مسکراتا ہوا پایا ہے۔ میرے پاس وہ گراں قدر الفاظ نہیں، جو قاری صاحب کے بلند مرتبہ کو بیان کر سکیں۔ میں کچھ یوں ہی ان الفاظ میں کہوں گی:

چاہت وفا خلوص کی پہچان تھا قاری صاحب
ہر صاحب نگاہ کا ارمان تھا قاری صاحب
ہر خاص وعام میں مقبولیت ملی
ہر دل عزیز شخص تھا قاری صاحب
آج اس کی یاد میں ایک ایک آنکھ اشکبار ہے
اب اس کو دیکھنے کو یہ آنکھیں ترس گئیں
لوگوں کو زندگی کا ہنر دے رہا تھا
خود مگر اپنی موت سے انجان تھا

”شہیدِ خدمت“ کے ٹائٹل کا اصل حق دار

لیاقت اداہارانی

بہت ہی قریب کا زمانہ ہے۔ تقریباً دو تین سال پہلے ایک قدرے گرم اور مچھروں سے تنگ کر دہرات تھی۔ دالبندین سمیت دیگر علاقوں سے یکجا دوستوں کے ساتھ اسلام آباد کی یاترا پر جا رہے تھے کہ مجبوراً رات ژوب میں رُکنا پڑا، مگر مذکورہ سخت رات کو آسان کر کے گزارنے کے لیے ایک وسیلہ کی ضرورت تھی۔ محمود خارانی صاحب نے ”شہیدِ خدمت“ کا ٹائٹل بڑی عقیدت سے لکھ ڈالا ہے، تو یقین جانیے! وہ وسیلہ بننا بھی قاری شکر اللہ حنفی مرحوم کے حصے میں آیا۔ آپ کو جب فون کیا، تو اُن کے جمعیت کے دوستوں نے ژوب جیسے دور افتادہ علاقے میں کافی عزت افزائی کی۔

جی ہاں! قاری شکر اللہ حنفی مرحوم اپنی ذات میں ایک مثبت اور مکمل سٹرکچر تھے، انجمن تھے، کردار تھے، گفتار تھے، رفیق تھے، یار تھے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ قریب قریب اب بھی موجود ہے۔ یقین نہیں آرہا کہ ہم قاری صاحبؒ کو کھو چکے ہیں۔ بس! دعا کے سوا کچھ نہیں کہ نذر کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں نہایت اعلیٰ مقام عنایت فرما کر غریقِ رحمت فرمادے اور جملہ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ آمین!

بے آسرا مریضوں کے ساتھ لاڑکانہ اور حیدرآباد میں

محمد حیات ڈومکی

آہ!!! قاری شکر اللہ حنفیؒ   آہ!!! فانی زندگی

مثل مشہور ہے کہ اپنے لیے تو سبھی جیتے ہیں، مگر اصل زندگی وہی ہے، جو دوسروں کے لیے جی جائے۔

آپ زندگی کو اس کے عین مطابق جی کر ہمیشہ دوسروں کی فلاح کے لیے برسرِپیکار رہے۔ایک بے مثل اور بے بدل سماجی رہبر تھے۔آپ کے ساتھ جو یارانہ تھا، میں سمجھتا ہوں کہ آپ ہمارے آئیڈیل تھے۔ہر ایک کے ساتھ آپ کی مدد و خدمت کو یاد کر کے اب خاران کے درو دیوار مس کریں گے۔قاری شکراللہ حنفیؒ خُلق اور اخلاص کے پیکر تھے۔وہ ایک مسیحا تھے، جو ہمیشہ ضرورت مندوں کی مسیحائی میں مگن رہے۔صرف خاران میں نہیں، بلکہ پورے ملک کے اندر انسانیت کی خدمت میں پیش پیش تھے۔

پچھلے سال لاڑکانہ میں حنفی صاحبؒ گورکشے سے اچانک اترتے دیکھا، تو ان کے ہمراہ دو مریض تھے۔بتایا کہ ان کی یہاں واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے انہیں لے کر آیا ہوں۔واللہ! جب بھی اس درویش کو حیدرآباد یا کراچی میں دیکھا، تو انسانیت اور ضرورت مند و بے کسوں کا سہارا بنا ملا۔

خاران میں جب بھی حنفی صاحبؒ سے ملاقات ہوتی، تو ان کے پاس بے کسوں کی ایک فائل ہوتی، جس میں اکثر غریبوں کے کام ہوتے، جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے سرانجام دیتے اور یہ ان کی انسانیت سے محبت کا ثبوت تھا۔

سوشل ایکٹوسٹ اور سوشل ورکر ایسے تھے کہ انکے ہاں ہر مکتبۂ فکر کے لوگوں کے کام آتے، تو خندہ پیشانی سے سرانجام دیتے۔اپنی جماعت کے ایسے مخلص کارکن تھے کہ جماعت سے ان کی اور ان سے جماعت کی پہچان بنی تھی۔بے فخر و مخلص ایسے تھے کہ ہر ایک کو دستیاب ملتے۔جب بھی ان سے سیاسی مکالمہ ہوتا، تو ان کی پیار بھری مسکراہٹ اور تبسم بندے کو ان کا گرویدہ بنا دیتے۔حنفی صاحبؒ نے کم عمر میں اخلاق، اخلاص اور مستقل مزاجی کے زینے پر چڑھ کر اپنے لیے وہ مقام بنا لیا تھا، جو بہت کم کو نصیب ہوا ہے۔ان کی بے وقت جدائی نے ہر سو اداسی پھیلا دی ہے۔ان کی المناک جدائی سے حلقہ یاراں میں سوگ کا سماں ہے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں اور احباب کو صبرِ جمیل عنایت فرمائیں۔آمین۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

زندگیں انسان

ضیاء شفیع

انسانیت اور خدمت ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں۔ انسانیت کے عشق میں مبتلا ایک سچے عاشق کی محبت جو انسانوں سے محبت کی عظیم داستان رقم کر گیا۔

انسانیت کی بنیاد خدمت کے جذبات پر استوار ہے۔ خدمتِ خلق ایک بہترین عمل ہے، جو ہر انسان کو انفرادی اور مجموعی طور پر معاشرے کے لیے انجام دینا چاہیے۔

یہ عمل نہ صرف انسانیت کی ترقی و تحریک کا سبب ہے، بلکہ اس سے فرد کی شخصیت میں بھی نکھار پیدا ہوتا ہے۔ خدمتِ خلق کا مظاہرہ مختلف طریقوں سے کیا جا سکتا ہے۔ یہ شہری خدمات ہو سکتی ہیں، جیسا کہ درخت لگانا، بچوں کی تعلیمیا مساجد اور اسکولوں میں تعلیمی مدد فراہم کرنا۔ علاوہ ازیں طبی خدمات بھی خدمتِ خلق کا ایک شاندار طریقہ ہے۔

یہ عمل نہ صرف معاشرتی بلکہ انسانیت کی بھلائی کے لیے بھی بہترین ہے۔ خدمتِ خلق کے اثرات معاشرے پر بڑے گہرے ہوتے ہیں، جو دنیا بھر میں دیکھے جاتے ہیں اور اس سے لوگوں میں تحریک بھی پیدا ہوتی ہے۔

خدمتِ خلق ایک نیک عمل ہے، جو انسانیت کے بنیادی اصولوں پر مبنی ہے۔ دوسروں کے کام آنا ایک نیک عادت ہے۔ یہ عمل اظہار کرتا ہے کہ انسان دوسروں کی مدد کرنے کے لیے تیار ہے اور دوسرے لوگوں کی تکلیفوں میں شریک ہوتا ہے۔ دوسروں کے کام آنے سے معاشرے میں ہمدردی اور تعاون کا ماحول بنتا ہے۔ یہ انسانوں کے درمیان محبت اور احترام کا رشتہ مضبوط کرتا ہے اور معاشرے میں اخلاقی بہتری کا سبب بنتا ہے۔ دوسروں کے کام آنے کا طریقہ مختلف ہو سکتا ہے: یہ مالی مدد، رہنمائی یا مشورہ دینے کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح علم و تجربہ کو دوسروں

کے ساتھ شیئر کرنا بھی خدمتِ خلق ہے۔

قاری شکر اللہ حنفیؒ بھی خاران کے عظیم سماجی رہنماؤں میں سے ایک تھے اور یہ سب کچھ ان میں نہ صرف پایا جاتا تھا، بلکہ دیکھا بھی جاسکتا تھا۔ انہوں نے اپنی مختصر زندگی میں انسان اور انسانیت کی خدمت اور بہتری کے لیے کام کیا۔ قاری صاحبؒ سے میں اتنا قریب تو نہیں تھا، مگر جس وقت عمران خان اقتدار پر براجمان تھے، تو تمام اپوزیشن جماعتوں نے پی ڈی ایم کے نام سے ایک تحریک شروع کی۔ قاری صاحبؒ خاران میں بھی آئے۔ روز ریلی، جلسہ اور احتجاج ہوتا رہتا تھا۔ چونکہ اس وقت بدقسمتی سے میں ن لیگ کا ضلعی ترجمانی تھا، تو اسی بہانے قاری صاحبؒ سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ جب یونیورسٹی کیمپس کی بندش کے خلاف اور رخشان یونیورسٹی کے قیام کے لیے سول سوسائٹی کی طرف سے ایک تحریک چلی، تو اس تحریک کے سرخیل قاری صاحبؒ تھے۔ وقتاً فوقتاً اس نیک کام میں قاری صاحبؒ کے پیچھے نعرہ لگانے کا موقع ملتا تھا، مگر ایک دو ایسے واقعات جس میں قاری صاحبؒ مرکزی کردار تھے، وہ میرے ساتھ پیش آئے، جو کبھی بھلائے نہیں جاسکتے۔

میرا بلڈ گروپ O+ ہے، جو کہ نایاب بلڈ گروپ ہے۔ کبھی بھی کسی کو بھی اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اسی وجہ سے میں موبائل کبھی بند نہیں رکھتا۔ زمستان کے موسم میں رات کے تیسرے پہر مجھے کال آئی۔ نیند زیادہ ہونے کی وجہ سے میں نے کال کو دیکھے بغیر سائیلنٹ پر لگا دیا۔ پھر یکے بعد دیگرے دو تین میسیجز آگئے۔ جب میسیجز چیک کیے، تو قاری صاحبؒ کے میسیجز تھے کہ رحیم نور زچہ بچہ ہسپتال میں ڈلیوری کیس ہے، "O+" خون کی ضرورت ہے۔ ہسپتال چونکہ ہمارے گھر سے کافی قریب ہے۔ کال بیک کر کے سیدھا رحیم نور ہسپتال پہنچا۔ وہاں قاری صاحبؒ پشاوری چادر اوڑھے کافی پریشان دکھائی دے رہے تھے۔ ان کے ساتھ ایک غریب جوان بھی کھڑا تھا، جو مجھے اس عورت کا شوہر لگ رہا تھا۔ میسیجز دیکھنے کے بعد ہسپتال تک پہنچنے کے دورانیے میں دس منٹ نہیں لگے۔ اس درمیان میں بھول ہی گیا تھا کہ تین دن پہلے میں نے ایک ڈلیوری کیس میں خون دیا تھا۔ جب میں نے خدشہ ظاہر کیا، تو قاری صاحبؒ نے سردی کی شدت کو بھول کر مجھ سے موٹر سائیکل کی چابی مانگ کر بس اتنا کہا کہ کلی نوروز آباد میں ایک بندہ ہے۔ اس کا بلڈ بھی O+

ہے، اسے لانا پڑے گا۔ ایک تو سردی کی شدت، اوپر سے چور و ڈاکہ زنی کا خوف۔ قاری صاحبؒ کو بس اس عورت کی فکر کھائے جارہی تھی، جو ایک معصوم زندگی کو بچانے کی کش مکش میں موت سے لڑ رہی تھی۔ قاری صاحبؒ نکل پڑے۔ میں جاکر ہسپتال کے میڈیکل میں گیس ہیٹر کے سامنے بیٹھ گیا۔ ابھی تک سردی کو شکست بھی نہیں دی تھی کہ قاری صاحبؒ ایک بندے کے ساتھ پہنچ گئے۔ جلد ہی ساتھ اس سے خون حاصل کیا گیا، جس سے نہ صرف ایک ماں کی زندگی بچ گئی، بلکہ ایک خوبصورت سا معصوم تحفہ بھی خداوند تعالیٰ کی طرف سے انہیں ملا۔ وسیلہ قاری صاحبؒ تھے، جو نہ اس عورت کو جانتے تھے، نہ اسکے خاندان کو۔ صرف انسان اور انسانیت کی خدمت کے لیے اتنی بڑی قربانی دی۔

ایک اور واقعہ قاری صاحبؒ کا اب بھی مجھے یاد ہے کہ کسی کام کے سلسلے میں مجھے اچانک کوئٹہ جانا پڑا۔ بس یونین والوں کا اسٹرائیک چل رہا تھا۔ کافی مشکل کے بعد مجھے ٹوڈی ملی۔ پتکن کے مقام پر عشاء کی نماز کے لیے جب گاڑی رکی، تو قاری صاحبؒ مسجد کے قریب کھڑے تھے۔ ان کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا، جو بعد میں پتا چلا کہ یتیم ہے، جس کے رجسٹریشن کا کوئی مسئلہ تھا۔ قاری صاحبؒ سے جب میں نے پوچھا کہ بس وغیرہ تو سب بند ہیں، آپکی سواری؟ تو افسردگی سے جواب دیا کہ کل اس لڑکے کے امتحان کی رجسٹریشن کی آخری تاریخ ہے۔ اگر کل تک کوئٹہ نہیں پہنچا، تو اس بچے کا ایک سال ضائع ہوجائے گا۔ لفٹ دے کر ایک مزدہ گاڑی ہمیں یہاں تک لے آیا ہے، آگے اللہ مالک ہے۔ مجھ سے زیادہ قاری صاحبؒ کا کوئٹہ جانا ضروری تھا۔ ٹوڈی والے کو میں نے ریکویسٹ کی کہ قاری صاحبؒ اور بچے کو ساتھ بٹھالیں! اگر ایسا نہیں ہوسکتا، تو میں یہاں سے واپس خاران چلا جاتا ہوں، قاری صاحبؒ کو آپ لے جائیں! ٹوڈی ڈرائیور چونکہ علاقائی تھا، اس نے بچے کے ساتھ قاری صاحبؒ کو بھی بٹھالیا۔ راستے میں سیاسی، سماجی اور مذہبی بحث و مباحثہ کے ساتھ پتا ہی نہیں چلا کہ ہم کب کوئٹہ پہنچ گئے۔

ان واقعات کے بعد جب بھی قاری صاحبؒ سے کہیں ملنا ہوتا، تو ان واقعات کا ضرور ذکر کرتا۔ جیسا بھی تھا، ایک انسان تھا۔ سماج کے لیے زندہ تھا۔ رنگ، نسل، امیری، غریبی، دھوکہ،

فریب، لالچ ان کم ظرف اعزازی ڈگریوں سے دور انسان اور انسانیت کی خدمت میں ہمیشہ مگن رہتا تھا، جسے ہم بلوچ کہتے ہیں کہ "زندگیں انسان"۔

ایک ہر دلعزیز انسان: قاری شکر اللہ شہیدؒ

امانت حسرت

ہم تمہیں پھولوں کی وفاؤں میں نظر آئیں گے
جب بھی ڈھونڈوگے فضاؤں میں نظر آئیں گے
یاد آئیں تو کبھی ہاتھ اٹھا لینا تم
ہم تمہاری ہی دعاؤں میں نظر آئیں گے
مت ڈھونڈنا ہمیں نفرتوں کی تپش میں
ہم صرف محبتوں کی چھاؤں میں نظر آئیں گے

مرگیا موت ایک اٹل حقیقت ہے، جو ہر ذی روح کے لیے ایک دن یقینی ہے۔ آج یہ میسج پڑھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ انسانی وجود انسان کو عروج و زوال کے مختلف مدو جزر سے گزار کر آخر کار اسے موت کا حاصل مقام بنا دیتا ہے اور یہی اس کی وجودیت کا سفر ہے، جس کا موت تک اختتام ہوتا ہے، لیکن ایک چیز جو انسانی روح کو ابدمان کر دیتی ہے، نئ زندگی سے روشناس کرواتی ہے، وہ انسانی قول و فعل اور رویوں سے وجود میں آنے والا کردار ہے۔

قاری شکر اللہؒ ایک مردم شناس انسان تھے۔ بحیثیت سٹوڈنٹ میں نے انہیں ہر وقت سماجی اور فلاحِ انسانیت کی خدمت اور لوگوں کے ساتھ پیار و محبت اور ہنستے مسکراتے پایا ہے۔

ایک دن کیمپس کے کسی مسئلے پر مجھ سے پرسنل حال و حوال کر کے خوب بحث کی۔ جب تین مہینہ بعد یعنی: شہادت کے ایک مہینہ پہلے آفس آکر مجھ سے ملے۔ بہت سارے مسائل پر دوبارہ

بات ہوئی اور اسی دوران جس مسئلے پر مجھ سے بحث کی، اس میں اپنی غلط فہمی کا اعتراف بھی کیا۔ مجھے اس بات پر خوشی ہوئی کہ وہ میری خاموشی کو سمجھ چکے تھے۔ وہ ایک کمیٹڈ انسان تھے۔ اپنے نظریے پر پوری گرفت رکھنے والے سیاسی ورکر کی حیثیت سے ہمیشہ اپنی پارٹی کی فعالیت اور طلباء کی ذہن سازی میں سرگرم رہتے تھے۔

بہرحال! ان تمام تر سیاسی و سماجی بندھن سے بڑھ کر ان کے نزدیک دوستی کا رشتہ سب سے مقدس اور محترم تھا۔ جب بھی وہ اپنے دوستوں کے ساتھ محو گفتگو ہوتے، تو روایتی انداز طنز و مزاح کے چٹکلے سنا کر اداس لمحوں کو مسکراہٹ میں بدل دیتے۔ خود بھی ہنستے اور اہلِ مجلس کو بھی خوب مشغول رکھتے۔

ان کی بات کرنے اور محفل کو گلستاں بنانے کا اپنا الگ رنگ اور انداز تھا۔ سب کیمپس کی ایک تقریب میں جب انہیں تلاوت کا موقع نہ ملا، تو مجھے آکر کہنے لگے کہ تقریب میں اختتامی دعا میں ہی کرونگا۔ جب ہم نے موقع دیا، تو انہوں نے ایک لمبی آیت پڑھنے کے بعد کنوارے لوگوں کو جمع کر کے ایک سے دو کرنے کی خصوصی دعا کی اور تقریب میں شریک طلباء و طالبات کے خاموش ہونٹوں پر مسکراہٹ کے پھول بکھیر دیے۔

یہ پھول اپنی لطافت کا داد پا نہ سکا
کھلا ضرور مگر کِھل کے مسکرا نہ سکا

زندگی کسی کی میراث نہیں۔ جس نے بھی ماں کا پیٹ دیکھا ہے، اسے قبر کی لحد بھی ضرور دیکھنا ہوگی، لیکن آج قاری شکر اللہؒ نے اپنی فلاحی خدمات، یارانہ دوستی اور لوگوں کے ساتھ مہر و محبت اور مثبت رویوں سے موت کو بھی شکست دے کر اپنے دوست واحباب اور لوگوں کے دلوں میں خود کو زندہ کر لیا ہے۔ یہی ایک اچھے اور دلنواز انسان کی زندگی کا حاصل ہے۔

آج بلاول ممتاز نے ان سے متعلق لکھ کر اپنے اور اُن کی دوستی کو امر کرنے کا اظہار کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ایسے لوگوں کو ہرگز نہیں بھولنا چاہیے، جو ہر وقت معاشرے کی بہتری اور سدھار کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ اس تقریب کو یادگار بنانے کے لیے میں مالی و جانی طور پر اپنے دوستوں

کے ساتھ ہوں۔ انشاءاللہ! ملکر قاری شکراللہؒ کی یاد میں اس تقریب کو منائیں گے۔

قاری شکراللہ شہیدؒ کی یاد میں افطار پارٹی

شکراللہ فاروقی

سینئر نائب صدر جمعیت طلبہ اسلام ضلع خاران

آج بروز اتوار 27 رمضان 1445 ہجری بمطابق 7/اپریل 2024ء کو جمعیت طلبہ اسلام ضلع خاران کے زیرِاہتمام اپنے سابق قائد قاری شکراللہ حنفی شہیدؒ کی یاد میں ہسپتال مسجد خاران میں ایک افطار پارٹی کا اہتمام کیا گیا، جسے باقاعدہ ایک تربیتی پروگرام کی شکل دی گئی۔

واضح رہے کہ افطار پارٹی کا یہ سلسلہ قاری شہیدؒ کا شروع کردہ تھا، جو پچھلے چھ سات سال سے جاری ہے۔ آج کے پروگرام میں دینی طلباء اور علماء کرام کے ساتھ عام دین دوست عوام اور عصری اداروں کے طلباء نے سینکڑوں کی تعداد میں شرکت کی۔ نمازِ مغرب میں 9/8 صفیں بن گئیں۔

ہماری دعوت پر پروفیسر مولانا محمود خارانی نے بطور مہمان خصوصی شرکت کی اور "دینی کارکنان کے اوصاف: فضائل رمضان کی روشنی میں" کے عنوان سے مفصل و مدلل فاضلانہ خطاب فرمایا۔ پروگرام میں مقامی اکابرین میں سے مولانا ہدایت اللہ، مولانا عنایت اللہ بارانزئی، مولانا حبیب الرحمٰن ، مفتی حبیب اللہ امیر جمعیت علماء اسلام تحصیل شاہوگیرھی وغیرہ تشریف فرما تھے۔ پروگرام کے آخر میں جے ٹی آئی کے ضلعی سرپرست مولانا عظمت اللہ انقلابی نے اپنی مختصر گفتگو میں سابق صدر جے ٹی آئی قاری شکراللہ حنفی شہیدؒ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ ہماری طرف سے حافظ محمد طاہر عثمانی، اکرام حسنی وغیرہ اپنی کابینہ سمیت مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اسٹیج سے لے کر دسترخوان تک ہر حوالے سے ایک کامیاب اور منظم پروگرام پیش کیا اور اپنے شہید قائد کے مشن کو بھرپور انداز میں جاری رکھنے کا عزم ظاہر کیا۔

ایک عاجزو خدمت گار صدر جے ٹی آئی

اکرام اللہ حسنی

ضلعی ناظم اطلاعات، جمعیت طلباء اسلام خاران

شہید قاری شکر اللہ حنفی صاحبؒ کو میں اپنے بچپن سے جانتا ہوں۔ قاری شہیدؒ کے ساتھ میری قربت اس وقت بنی، جب وہ پہلی مرتبہ جمعیت طلباء اسلام خاران کے ضلعی صدر منتخب ہوئے۔ اس وقت میں ایک عام سا کارکن تھا۔ پھر بھی قاری شہیدؒ بھرپور احترام کے ساتھ ہر عمومی اجلاس میں خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ جب مجھے جمعیت طلباء اسلام خاران کی ضلعی کابینہ میں عہدہ ملا، تو شہید قاری صاحبؒ کے ساتھ قربتیں مزید بڑھ گئیں اور میں نے شہید کو اپنی ذات کے لیے کبھی بھی پریشان نہیں دیکھا۔ ہمیشہ دوسروں کی فکر ہوتی تھی۔

تقریبًا اکتوبر 2020ء میں ہم جمعیت طلباء اسلام کے مرکزی انتخابات کے لیے پشاور گئے۔ شہید قاری صاحبؒ کی سربراہی میں سفر کیا۔ میں نے قاری شہیدؒ کے رویے اور خوش اخلاقی کو دیکھا، تو میرے دل میں قاری شہیدؒ کے لیے عزت مزید بڑھ گئی۔

اس سفر سے پہلے قاری شہید نے ہمیں یہ ہدایات دیں کہ اس سفر میں ہم سب برابر ہیں۔ (ہم ڈبل سیٹر گاڑی پر جا رہے تھے، آٹھ دس بندے تھے) قاری شہیدؒ کی پہلی ہدایت یہ تھی کہ ہم سب بیک وقت سیٹوں پہ نہیں بیٹھ سکتے؛ لہٰذا کچھ ساتھی باہر بیٹھیں گے کچھ اندر، یہ باری باری ہوگا۔ جب ہم نے عصر کی نماز نوشکی میں ادا کی اور مغرب سے تھوڑا پہلے ہم کوئٹہ کی طرف جانے لگے؛ کیوں کہ رات کو ہمیں کوئٹہ میں ٹھہرنا تھا، تو قاری صاحبؒ خود دو تین ساتھیوں کے ساتھ سردی میں پیچھے بیٹھ گئے۔ ہم نے بہت اصرار کیا کہ قاری صاحب کم از کم سردی اور رات کے وقت اندر سیٹ میں بیٹھ جائیں، لیکن اس نے کہا: یہ رول میں نے بنایا ہے۔ اب باہر بیٹھنے کی باری میری ہے، تو میں

بیٹھوں گا۔ میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے اور اس پورے سفر کو ہم نے شہید قاری صاحبؒ کی خوش اخلاقی اور ہنسانے والے لطیفوں کے ساتھ گزار دیا۔

اسی طرح دو سال بعد ہمیں جمعیت طلباء اسلام کے مرکزی پروگرام کے سلسلے میں اسلام آباد جانا ہوا۔ شہید قاری صاحبؒ کی سربراہی میں اس سفر میں بھی قاری شہیدؒ کے وہی اخلاق، وہی رول، وہی انداز تھا۔ صرف واپسی پر وہ ایک ساتھی کے ساتھ اسلام آباد میں ٹھہر گئے؛ کیوں کہ اس ساتھی نے ڈاکخانہ کے پوسٹ کے لیے اپنے کاغذات جمع کروائے ہوئے تھے، الحمدللہ! اس ساتھی کے آرڈرز آ گئے اور اسمیں شہید قاری صاحبؒ کی محنت و کوشش شامل تھی۔

شہید قاری صاحبؒ مجھے اپنا چھوٹا بھائی سمجھتے تھے۔ ہمیشہ میرے ساتھ شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے اور میں بھی ان کو اپنا بڑا بھائی سمجھتا تھا اور ان کی بہت عزت کرتا تھا۔ مجھے بالکل یاد نہیں کہ وہ مجھ سے کسی بھی بات پر ناراض ہوئے ہوں۔ ہمیشہ مجھ سے خوش رہتے تھے۔ اگر کوئی دفتری کام ہوتا، تو بلا جھجک اس کام کو کرتے تھے۔

ایک اور بات جو میں بھول گیا۔ میں جب بھی اجلاس میں شرکت کے لیے ضلعی دفتر جاتا، تو شہید قاری صاحبؒ ہم سے پہلے دفتر میں موجود ہوتے تھے۔ اکثر ہمیں یہ دیکھنے کو ملتا تھا کہ شہید قاری صاحبؒ دفتر کی صفائی کر رہے ہیں، جھاڑو لگا رہے ہیں۔ انہوں نے کبھی بھی انتظار نہیں کیا کہ کوئی ساتھی آجائے کہ میں اسے کہوں کہ دفتر کی صفائی کرو۔ اکثر جمعیت علماء اسلام کے اجلاس میں جاتے تھے۔ صرف اور صرف اس لیے کہ میں وہاں پر خدمت کروں۔

اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ قاری شہیدؒ کے درجات بلند کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین!

سیاسی رواداری اور ذوقِ جمالیات

قاری سعد اللہ سعدی رند

الیکشن کے اُس ماحول میں جب سیاسی کشیدگی اپنے عروج پر ہوتی ہے۔ایک دوسرے کا وجود ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ دیواروں پر چاکنگ پر کشمکش چل رہی ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کے جھنڈے پر جھنڈے لگانے کی کوشش برملا ہوتی ہے، تو ایسے موقع پر کسی دوسری پارٹی کے جھنڈے کو عزت واحترام دینا اسے لہرانا یہ حسن تربیت کا نتیجہ ہے۔

ایک ویڈیو میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ قاری شکر اللہ شہیدؒ (سابق صدر جے ٹی آئی ضلع خاران) ایک ایسے جھنڈے کو اٹھا کر بلندی پر لگوا رہے ہیں، جس سے نہ صرف سیاسی مقابلہ ہے، بلکہ مسلکی دیواریں بھی درمیان میں حائل ہیں، مگر اس سب کے باوجود یہ احترام سیاسی رواداری کا عمدہ نمونہ ہے۔ سیاسی مخاصمت اور کشمکش کے اس ماحول میں یہ نہ صرف قابل قدر رویہ ہے، بلکہ قابل تقلید طرزِ عمل ہے۔

ایک اور وائرل ویڈیو میں قاری شکر اللہ حنفی شہیدؒ پرچم جمعیت کو استری کرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔اس خوشنما منظر کے تین قابل ذکر پہلو ہیں:

1) اس کا پہلا خوشنما پہلو ذوقِ جمالیات کا منظر ہے کہ انسان کو جو چیز سب سے زیادہ محبوب ہوتی ہے، وہ چاہتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ خوبصورت شکل اور خوشنما صورت میں سامنے رہے۔ محبوبہ کی زلفِ پیچ دار، گیسوئے آبدار اور رخسارِ جہاں سوز، اسی وجہ سے شاعروں کا دلچسپ موضوع رہی ہیں اور صفائی، نظافت اور جمال پسندی خدائی تعلیم بھی ہے:

إن الله جميل و يحب الجمال

2) دوسرا قابل رشک پہلو یہ ہے کہ سستی، کاہلی اور سہل پسندی کے اس دور میں جب ہم میں سے کوئی جمعہ کے دن اپنے کپڑوں کو استری کرنے کو وبال جان سمجھتا ہے اور یہ کام چھوٹے بہن

بھائیوں سے لیا کرتا ہے۔ اس ”دور کاہلی“ میں یہ مرد قلندر جمعیت کا پرچم خود استری کر رہا ہے۔ یہ جماعت سے اس کی والہانہ محبت و عقیدت کا کرشمہ ہے۔

3) تیسرا قابل تقلید پہلو یہ ہے کہ عہدہ اور منصب ملتے ہی انسان کے دماغ میں آرڈر جاری کرنے کا ”خناس“ سوار ہو جاتا ہے کہ خود کسی کام کو ہاتھ نہ لگاؤں، بلکہ ماتحتوں سے کام لیتا رہوں اور خود کرسی پر بیٹھ کر ”لذت اقتدار“ سے لطف اندوز ہوتا رہوں۔

مگر یہ ”بندۂ عاجز“ جے ٹی آئی کا ضلعی صدرِ خاران ہوتے ہوئے پرچم کی استری کا کام بدست خود کر رہا ہے۔ حالانکہ یہ چھوٹا سا کام وہ کسی ماتحت کارکن سے بھی لے سکتے تھے، مگر چوں کہ وہ اس کام کو بوجھ نہیں، بلکہ اعزاز سمجھتے تھے؛ اس لیے سابقوا إلی الخیرات پر عمل کرتے ہوئے یہ کام خود کرنے میں سبقت لے گئے۔ زہے نصیب!!!

خلوص و محبت کا چمکتا ستارہ

عزیز بلوچ زادہ

کسی عظیم انسان کے بارے میں دو حرف لکھنا دنیا کا سب سے مشکل ترین کام ہے؛ کیونکہ یہ لوگ اس قدر انمول ہوتے ہیں کہ لاکھ کوشش کے باوجود انسان اس کنفیوژن سے چھٹکارہ حاصل نہیں کر پاتا کہ کن الفاظ کا چناؤ کر کے ان کے تعارف کا حق ادا کرنے کی کامیاب کوشش کی جائے۔ چونکہ ان کی شخصیت کا ہر پہلو اتنا خوب صورت اور پرکشش ہوتا ہے کہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ ان کی زندگی کے کس پہلو کو زیر بحث لایا جائے۔

جب مجھے شہید خدمت قاری شکر اللہ حنفی کی رفاقت میں گزرے اپنی یادیں قلم بند کرنے کا موقع میسر آیا، تو میں بھی اسی کشمکش سے گزرا ہوں۔ ایک طرف میں اپنی خوش نصیبی پہ شاد و مسرور تھا کہ میری زندگی کے چند لمحے اس انمول ہستی کے سنگت میں گزرے اور دوسری طرف یہ خوف کہ

میں ان حسین یادوں کو کماحقہ الفاظ کی شکل دے پاؤں گا بھی کہ نہیں۔

شہید خدمت کے ساتھ بچپن کے تقریباً تین سے چار سال گزرے۔ایک طرف خون کا رشتہ تھا اور دوسری طرف ہمسائیگی بھی؛ لہٰذا ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھیلنا اور مختلف موضوعات پر بات چیت کرنا معمول کا حصہ تھا۔ ان شب و روز کی ملاقاتوں کی بدولت انہیں بہت قریب سے جاننے کا موقع ملا۔ یقیناً اللہ عزوجل نے اس نوجوان میں بڑی خیر رکھی تھی۔ میری نظر کے مطابق میرے حلقہ احباب میں بلکہ اس سے باہر بھی وہ یکتائے زمانہ شخصیت کے مالک تھے۔

وہ بیک وقت کئی ایک ذمہ داریوں کو بدرجہ احسن پورا کرنے میں کوئی ثانی نہیں رکھتے تھے۔ وہ ایک ہی وقت میں گھر کے محافظ بھی تھے، فٹبال ٹیم کے کپتان بھی تھے، سماجی کارکن بھی تھے، مسجد کے امام بھی تھے، رمضان کے تراویح کے قاری بھی تھے اور جمعیت علماء اسلام کے سرفروش سپاہی بھی تھے۔ مدارس کے کم سن طلباء کے برخلاف قاری صاحب دوستوں کی محفل میں جے یو آئی کا مقدمہ انتہائی مدلل انداز میں لڑتے تھے۔ حاضر جوابی میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔کسی بھی مشکل سوال کا جواب چٹکیوں میں منطقی انداز میں دے کر لوگوں کو انگشت بدنداں کر دیتا تھے۔ خصوصاً دین سے ان کا اشتیاق قابل دید تھا۔

مجھے آج بھی وہ واقعہ یاد ہے، جب قاری صاحب کراچی میں بیمار ہونے کے بعد خاران آئے تھے، تو انہیں سیر و تفریح کا مشورہ دیا گیا تھا۔ وہ سارا سال ہمارے ساتھ فٹ بال کھیلتے رہے اور جب رمضان آگیا، تو انہیں محلے کی مسجد میں تراویح کا امام مقرر کیا گیا۔ جونہی قاری صاحب نے الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ پڑھنا شروع کیا، میں پیچھے کھڑا دل کو تھامے سوچ رہا تھا کہ قاری صاحب نے سارا سال کھیل میں گزارا ہے؛ لہٰذا آج رات وہ غلطی پہ غلطی کریں گے، لیکن جب قاری صاحب نے تلاوت شروع کی، تو بخدا اس کی تلاوت سے حلاوت قرآن کا وہ سرور محسوس ہوا کہ دل چاہ رہا تھا کہ تراویح ساری رات جاری رہے۔ بیس رکعات پوری ہوگئیں۔ قاری صاحب نے ایک بھی غلطی نہیں کی۔ مسجد سے نکل کر قاری صاحب سے میں نے ازراہِ تفنن اپنے تردد کا تذکرہ کیا، تو وہ بھی زیر لب ہنسے اور مذاقاً کہنے لگے کہ ہم وہ نہیں، جو فٹ بال گراؤنڈ میں دکھتے ہیں۔

ایک سرد رات ان کے اصرار پر ان کے ساتھ ڈنو مدرسہ جانے کا اتفاق ہوا، جہاں وہ بطور تجوید کے استاد کے اپنے فرائض منصبی سرانجام دے رہے تھے۔ انہوں نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کے ذریعے مدرسے کو زبوں حالی سے نکال کر ایک نئی جہت دے دی تھی اور طلباء میں ایک نئی روح پھونک دی تھی۔ نماز فجر کے بعد انہوں نے بچوں کے اسباق سنے اور پھر اسٹوپ کی حرارت اور سلیمانی چائے سے لطف اندوز بھی ہوئے۔ باتوں باتوں میں انہوں نے مدرسہ کی گزشتہ کم زوری اور اپنی محنت کے بارے میں آگہی دی، جو کہ خراج تحسین کے لائق تھی۔

نہ صرف ان کی دینی زندگی مشعل راہ ہے، بلکہ وہ سماجی زندگی میں بھی یکتا تھے۔ طنز و مزاح اور شیریں کلامی ان کے مزاج کے اندر کھوٹ کھوٹ کے بھری ہوئی تھی۔ ہر آن ان کے لبوں پر مسکراہٹ سجی ملتی تھی۔ انتہائی سخت اختلاف کے باوجود میں نے کبھی ان کی زبان سے کبھی کوئی تلخ کلامی نہیں سنی۔ یقیناً وہ علم و حلم، عقل و فہم، فصاحت و بلاغت، حکمت و بصیرت کا ایک درخشاں ستارہ تھے۔

ہائے بدنصیبی کہ خلوص و محبت کا یہ چمکتا ستارہ وقت سے پہلے غروب ہوا اور ہم اس کی روشنی سے محروم ہو گئے۔ خدا عزوجل ان کی قبر پر رحمتوں کی برسات کر دے۔ آمین!

غم دے گیا نشاط شناسائی لے گیا
وہ اپنے ساتھ اپنی مسیحائی لے گیا

قیادت کے حکم پر اپنے جذبات قربان کرنے والا

خالد محمود
نائب صدر جے ٹی آئی تحصیل سرخاران

قاری شکراللہ حنفی شہیدؒ نے جمعیت طلباء اسلام کو خاران میں ایک نام پہچان دی۔

میرے لیے ایک غم خوار بھائی تھا، ایک صدر تھا، ایک خدمت گار تھا۔ ہر کسی کی ضرورت میں حاضر رہتا تھا۔ دوسری سیاسی، مذہبی جماعتوں کے بارے میں ہمیں بار بار کہتا تھا کہ ان کا احترام کیا جائے۔ یہ بھی کہتا تھا کہ دوسری پارٹیوں کی جو وال چاکنگ یا پرچم ہیں، انکا بھی احترام کرنا جمعیت طلباء اسلام کے کارکنوں پر لازم ہے۔

غالباً 2015ء کو کسی نے جمعیت علماء اسلام کے دفتر کے پرچم کو شہید کر دیا تھا۔ وہ مسئلہ شاید مولانا صاحب! آپ کے ذہن میں ہوگا۔ اسی دوران شہر کے اندر اور باہر جلسے ہوتے رہے اور خاران شہر کے اندر قاری صاحبؒ کی قیادت میں پرچم مہم شروع ہوئی، تو چیف چوک پر ہم نے سرکاری کھمبے پر جمعیت کا بہت بڑا پرچم لگایا۔ بریلوی مسلک کے دوستوں نے ہمیں بہت تنگ کیا، مگر قاری صاحبؒ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ رات کو مغرب کے بعد ہم نے یہ پرچم لگایا۔ صبح سویرے قاری صاحبؒ کا فون آیا اور کہا: خالد محمود بھائی! آجائیں، پرچم واپس اتارنا ہے۔ یہاں بہت سی باتیں ہم دونوں کے درمیان میں ہوئیں۔ ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ میں نے کہا: قاری صاحب! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رات کو پرچم لگاؤ اور دن کو اتار دو؟ میں نہیں آسکتا۔ انہوں نے جواب میں کہا: بھائی! جب ہم پرچم کو لگا رہے تھے، تو کس نے کہا تھا کہ یہ پرچم مہم شروع کرو؟ میں نے کہا: حضرت! آپ نے کہا تھا، تو انہوں نے فوراً کہا: اب میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ پرچم کو اتار دو۔ اب ضلعی قیادت کہہ رہی ہے۔ اب پہلے سے زیادہ خوش ہوجانا چاہیے۔ پہلے تو ہم اپنی خوشی سے لگا رہے تھے اور اب قیادت کا حکم ہے۔ قیادت کے حکم پر اپنی خوشی قربان کریں! لبیک کہیں! یہ قاری صاحبؒ کی سوچ تھی۔

میرے لیے قاری صاحبؒ میرے اپنے بھائی سے کم نہیں تھے۔ جماعتی کاموں سے ہٹ کر جب بھی مجھے کوئی پریشانی ہوجاتی، تو سب سے پہلے میں قاری صاحبؒ سے مشورہ کرتا تھا۔ بعد میں دوسروں سے مشورہ لیتا تھا۔ میں اپنی زندگی میں کسی کے فوت ہوجانے یا شہید ہونے پر اتنا غمزدہ نہیں ہوا ہوں، جتنا قاری صاحبؒ کی جدائی پر۔ جب ہم ایک دوسرے سے مذاق کیا کرتے تھے، تو قاری صاحبؒ کہتے تھے: بھائی! جب میرے دوست دنیا سے رخصت ہوجائیں گے، تو میں کوئی اور کام کروں یا نہ کروں، البتہ جمعیت طلباء اسلام کا ایک یونٹ اپنے شہید دوست یا مرحوم کے نام پہ

کروں گا۔ یہ الفاظ مجھے رونے پر مجبور کرتے ہیں۔

راہِ خدا میں خرچ کرنے والا مردِ متوکل

اسرار حسنی

یونیورسٹی آف بلوچستان، سب کیمپس خاران

یہ بات پچھلے رمضان کی ہے۔ تب میں L.L.B کے پہلے سمسٹر میں تھا اور قاری صاحبؒ تیسرے سمسٹر میں۔ ایک دن جب میری کلاس ختم ہوئی، باہر نکلا، تو قاری صاحبؒ کو کلاسز کے باہر کیمپس کے بالکل سینٹر میں جو بینچز لگے ہوئے ہیں، وہاں پایا (جب کبھی ہم کلاسز سے فارغ ہوتے ہیں یا بریک ہوتی ہے، تو وہیں ریسٹ کرنے بیٹھ جایا کرتے ہیں۔) میں نے قاری صاحبؒ کو وہاں اپنے کلاس فیلوز کے ساتھ پایا۔

چوں کہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا، تو وہ اسی پر کچھ گفتگو کر رہے تھے۔ میں قاری صاحبؒ کے پاس گیا، سلام کیا اور ان سے دریافت کرنے لگا کہ کیا بات چیت ہو رہی ہے؟ انہوں نے میری طرف متوجہ ہوتے ہوئے جواب دیا کہ میں نے کل ایک افطاری رکھی تھی، جو میں عموماً ہر سال رمضان المبارک کے مہینے میں رکھتا ہوں، جس میں، میں تیس سے پچاس لوگوں کو افطاری کرواتا ہوں۔ (مجھے یاد نہیں تیس کا کہا تھا یا پچاس کا) تو میں نے کہا کہ آپ خود ایک اسٹوڈنٹ ہیں اور ماشاءاللہ! شادی شدہ بھی۔ اتنے لوگوں کو افطاری کروانا، چوں کہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے اور عید بھی آنے والی ہے، تو آپ اس کا خرچہ کیسے برداشت کر سکتے ہیں؟ جب قاری صاحبؒ نے میری باتیں سنی (آج بھی مجھے وہ مسکراتا چہرہ یاد ہے) تو مسکراتے ہوئے کہنے لگے کہ اسرار بھائی! اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی نیت کافی ہے۔ باقی کون سی چیز کہاں سے آنی ہے، یہ اس پر چھوڑ دو۔

اپنا واقعہ بتاتے ہوئے مجھ سے کہنے لگے کہ میں بازار گوشت لینے گیا، تو کچھ دوستوں کے

تعاون سے گوشت فراہم ہوگیا۔ میں جب یہ بنوانے گھر گیا، تب معلوم ہوا کہ گوشت پکانے کے لیے جو ضروری اشیاء ہیں، وہ موجود نہیں ۔ میں دوبارہ بازار کی طرف نکلا۔ میں اپنی پہچان کے پرچون والے کے پاس گیا اور سامان کا آرڈر دینے لگا۔ جب اس نے سامان دے دیا، تو میں نے حساب لگایا کہ کچھ چھ سے سات ہزار روپے بنتے تھے، جبکہ میری جیب میں اتنے پیسے نہیں تھے کہ میں اس کی رقم ادا کر سکتا۔ میں نے دکان دار سے کہا کہ یہ آپ میرے کھاتے میں لکھ دیں۔ میں نے آج شام ایک افطاری کا پروگرام رکھا ہے، تو میرے پیسے وہیں خرچ ہو گئے ہیں۔ ابھی میرے پاس اتنے پیسے نہیں، میں آپ کو بعد میں ادا کر دوں گا۔

دکاندار کہنے لگا: نہیں، بھائی! اس کی کوئی ضرورت نہیں، آپ سامان لے جائیں۔ دراصل ہمارے ہاں ایک فوتگی ہوئی تھی، تو میں صدقے کے لیے کچھ پیسے مسجد و مدرسے کو دینا چاہتا تھا۔ اچھا ہوا آپ مل گئے۔ آپ ثواب کا کام کر رہے ہیں، تو افطاری پر میرے رشتے دار جو فوت ہوئے ہیں، ان کے لیے دعا کر دینا۔ اس نے سارا سامان مجھے دے دیا اور ایک پیسہ بھی نہیں لیا۔ تو دیکھا!!! اسرار بھائی! میں نے کہا تھا نا! کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے کس طرح اللہ تعالیٰ خود اس کی مدد فرماتے ہیں۔ یقین کرو! اس میں، میں نے پانچ سے دس فیصد پیسے دیے ہوں گے! باقی سارا انتظام اس رب نے خود کیا۔

یونیورسٹی میں دعوت و تبلیغ کی محنت

وزیر عادل محمود زئی

BBA سیکنڈ ائیر، UOB سب کیمپس خاران

قاری شکر اللہؒ ایک بہت اچھا خوش مزاج اور دین دوست انسان تھا۔ میرا قاری شکر اللہؒ کے ساتھ دوستی کا رشتہ تھا، جو بھائی کی طرح ہمیں دیکھتے تھے۔ ایک بار مجھے اپنے بھائی کے میٹرک

ڈاکومنٹس جمع کروانے تھے۔ میں نے قاری شکر اللہؒ سے رابطہ کیا، مگر مشکل یہ تھی کہ ان ڈاکومنٹس کا چالان پچھلے سال کا تھا۔ قاری صاحبؒ نے مجھے کہا کہ میں کوشش کروں گا کہ آپ کے بھائی کے ڈاکومنٹس جمع ہو جائیں، لیکنڈاکومٹنس میں تھوڑی کمی ہے۔ کچھ دن بعد قاری صاحبؒ کی کال آئی کہ ڈاکومنٹس کو ریجیکٹ کر دیا گیا ہے۔ میں نے کہا کہ قاری صاحبؒ کچھ تو کریں! تو انہوں نے علاقہ داری اور دوستی کی خاطر ہر طرح کوشش کر کے یہ ڈاکومنٹس جمع کروا دیے۔ جب سلپ آئی، تو مجھے بہت خوشی ہوئی اور میں نے فخر کیا اپنے دوست اور بھائی قاری شکر اللہؒ کی کارکردگی پر۔

میں چوں کہ بلوچستان یونیورسٹی سب کیمپس خاران کا سٹوڈنٹ ہوں، تو قاری صاحبؒ سے روز ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ گپ شپ لگاتے تھے، ایک ساتھ بیٹھتے تھے۔ ایک دن مجھے کہا کہ یونیورسٹی سب کیمپس کے اندر سے ایک جماعت نکالنی ہے اور اس کام میں سب سے پہلے آپ جیسے بھائی کے ساتھ کی مجھے ضرورت ہے۔ میں نے کہا کہ اس نیک کام میں ہم ہر طرح آپ کا ساتھ دیں گے۔ قاری صاحبؒ نے بہت خوش ہو کر کہا: تو سب سے پہلے آپ جیسے بھائی اس جماعت میں شریک ہو جائیں! پھر اسی وقت ہم نے سہ روزہ کے لیے ایک تبلیغی جماعت تیار کی، جس میں کیمپس کے اور بھی اسٹوڈینٹس تھے۔ ہماری تشکیل سراوان میں ہوئی۔ تبلیغ کے دوران ہمیں دین اور حقوق کے بارے میں ہر چیز سکھاتے تھے۔

ایک دن قاری صاحبؒ نے سارے دوستوں سے کہا کہ ہمیں سب کیمپس کے اسٹوڈینٹس کی یہی جماعت چلہ (چالیس دن) کے لیے بھی نکالنی ہے، تو ہم سب دوستوں نے یہ ارادہ کیا کہ جب یونیورسٹی کی سالانہ دو مہینے کی چھٹیاں ہوں گی، تو ضرور تبلیغ میں جائیں گے۔ ان شاء اللہ! مگر جب قاری صاحبؒ کی شہادت کا واقعہ سنا، تو ہم سب خون کے آنسو روئے، بہت دکھ ہوا اور سب دوستوں نے افسوس کیا کہ ہمارا چلہ بھی رہ گیا اور ہم ایک اچھے دوست اور عظیم شخص سے بھی محروم ہو گئے۔

ایک عظیم اور مثالی شخصیت کی یاد میں

شفقت قمبرانی

طالب علم شعبہ قانون، سب کیمپس خاران

میں وہ الفاظ کہاں سے لاؤں، جو میرے جذبات کی ترجمانی کریں۔ یہ تحریر لکھتے ہوئے میرے قلم کے الفاظ غموں کی سیاہی میں ڈوبے نہ چاہتے ہوئے بھی صفحۂ قرطاس پر بکھر رہے ہیں۔

16/ فروری 2024ء کا سیاہ دن تھا، جب ہمارے ہر دل عزیز کلاس فیلو قاری شکراللہ حنفیؒ کے کار حادثے میں شہید ہونے کی اطلاع ملی۔ یقین کریں! کئی لمحوں تک میں بے یقینی کی کیفیت میں اپنی جگہ ساکت رہا۔

صرف میری ذات ہی نہیں بلکہ تمام شہر کے لوگ اُن کے جانے سے غمزدہ تھے۔ ہر شخص اپنے سوشل اکاؤنٹس سے غم کا اظہار کر رہا تھا۔ مرنا ہم سب نے ہی ہے، لیکن ایک مثالی زندگی گزار کر جانا، یہ خال خال کو نصیب ہوتا ہے۔ قاری صاحبؒ ایسی ہی مثالی اور عظیم شخصیات میں سے ایک تھے۔

واضح رہے کہ یہ سطور لکھنے کا مقصد اپنے پیارے دوست کی تعریف کرنا نہیں، بلکہ یہ باور کرانا ہے کہ اگر انسان چاہے، تو آج کے دور میں بھی ایک مثالی زندگی گزار کر بعد میں آنے والوں کے لیے ہمیشہ ایک زندہ و جاوید مثال بن سکتا ہے۔ قاری صاحبؒ کی ذات میں موجود خوبیوں کا احاطہ کسی ایک مضمون میں نہیں کیا جاسکتا۔ صرف یہ نہیں، بلکہ معاشرتی رشتوں میں بھی ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ وہ ایک سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ انہوں نے تمام زندگی اسلامی اصول وضوابط کے مطابق گزاری۔ نفرت، کینہ، بغض، حسد، عداوت اور منفیت جیسی بُری عادات اُن کے پاس سے بھی نہیں گزری تھیں۔ ان کی طبیعت میں درشتگی کا شائبہ تک نہ تھا۔ وہ فطرتاً نرم دل، سادگی پسند انسان تھے۔ وہ مذہبی شخصیت تھے، لیکن ان کا اٹھنا بیٹھنا ہر طبقے کے لوگوں میں یکساں تھا۔ ہر کوئی انہیں

دل سے عزت دیتا تھا۔ وہ ہمیشہ لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے تھے اور عزت سے پیش آتے تھے۔ وہ مجھے بھی ہمیشہ دوسروں کے ساتھ اچھے سے پیش آنے کی تلقین کرتے تھے۔ آج قاری صاحبؒ ہم میں نہیں ہیں، لیکن اُن کی باتیں ہمیشہ ہمارے دلوں میں گونجتی رہیں گی۔ ان کی یاد ہمیشہ ہمارے ذہن کے پردوں کے اندر عکس کی صورت میں موجود رہے گی۔ میں ذاتی طور پر قاری صاحبؒ کو کبھی نہیں بھول پاؤں گا۔ ہم ان کے لیے دعاءِ مغفرت کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ بس ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی غلطیوں سے درگذر فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ آمین!

خدمت انسانیت اور علمی عاجزی

قاری محمد الیاس

ضلعی رہنما جمعیت علماء اسلام خاران

میرے بڑے بھائی کی بچی تھیلیسیمیا کی مریض تھی۔ پہلے تو اس کو دو مہینے میں بلڈ لگتا تھا۔ پھر بچی کی عمر کے ساتھ ساتھ اس کو مہینے میں دو مرتبہ بلڈ لگنا شروع ہو گیا، تو مجھے بلڈ لگوانے میں تقریباً پچیس سو روپے کا خرچہ آتا تھا۔ بلڈ کے لیے جو بلڈ بیگ ملتا تھا، وہ بہت مہنگا تھا۔ میں بہت پریشان تھا۔ پھر میں نے قاری شکر اللہؒ سے بات کی کہ مجھے بچی کو بلڈ لگانے کے لیے بلڈ بیگز کی ہر مہینے ضرورت ہوتی ہے، تو قاری صاحبؒ نے فوراً کہا: پریشان نہیں ہونا، قاری صاحب! جب بھی آپ کو بلڈ بیگ کی ضرورت ہو، تو مجھ سے لے لینا۔ جب تک بچی حیات تھی، تو مجھے بلڈ بیگ کے لیے کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔

ایک دفعہ قاری صاحبؒ نے مجھ سے کہا کہ قاری محمد الیاس صاحب! آپ دعا کریں! ہمارے ٹرسٹ کا کام مکمل ہو جائے، تو آپ جیسے مریضوں کی پریشانی ان شاء اللہ! دور ہو جائے گی۔

ایک دفعہ قاری شکراللہؒ نے مجھ سے کہا: میری مصروفیات زیادہ ہیں۔ آپ اپنے گھر یعنی سیاہ پٹ سے مدرسے کے لیے آتے ہیں۔ اگر آپ میرے بیٹے کو بھی اپنے ساتھ مدرسے میں لے آیا کریں، تو آپ کی بہت مہربانی ہوگی۔ پھر میں روزانہ اس کو گھر سے مدرسے میں پڑھنے کے لیے اپنے ساتھ لے آیا کرتا تھا اور چھٹی کے بعد روزانہ واپس گھر بھی لے جاتا تھا۔ ایک مرتبہ کلاس میں مجھ سے کہا کہ میرا دل کہتا ہے کہ میں اپنے بیٹے کو قاعدہ اور ناظرہ آپ کے پاس پڑھواؤں۔

جے ٹی آئی کا کوئی پروگرام ہوتا تھا، تو چندہ وصول کرنے مدرسہ فاروقیہ میں آتے تھے۔ اسی طرح جب میری کلاس میں مجھ سے چندہ وصول کرنے آئے، تو مجھ سے جمعیت تعلیم القرآن (ٹرسٹ) کے قاعدہ میں تجوید کا کوئی قانون پوچھا۔ میں نے کہا کہ قاری صاحب! آپ ہم سے سینئر ہیں۔ آپ ٹرسٹ کے ممتحن رہ چکے ہیں۔ آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں؟ حق تو یہ ہے کہ میں آپ سے پوچھتا۔ کہنے لگے کہ نہیں، آپ ہمیشہ سے یہ قاعدہ پڑھا رہے ہیں۔ یوں آپ مجھ سے سینئر ہیں۔
اللہ پاک قاری صاحبؒ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین!

ایک مخلص دوست کی رحلت

مولانا اعجاز کاشف

صدر بزم خلفاء راشدین واشک

قاری شکراللہ حنفیؒ اب ہمارے درمیان نہیں رہے۔ اب ہم ان سے کبھی نہیں مل پائیں گے۔ یہ سوچ کر دل خون کے آنسو روتا اور جگر شق ہوتا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کلان کی شہادت کی رات سے اب تک اپنے دل کو سنبھال نہیں پایا۔ دل منوں بوجھ تلے دبا ہوا ہے اور میں واٹس ایپ پر یہ چند ٹوٹی پھوٹی سطریں لکھ رہا ہوں۔ ان کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات یاد آتے ہیں اور آنکھیں ڈبڈبا جاتی ہیں۔

میں نے قاری شہیدؒ (ہائے!!!انہیں شہید لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آرہا ہے) کے ساتھ گزشتہ کل اور پرسوں دن کا اکثر حصہ گزارا اور کل جب ان سے جدا ہو کر گھر پہنچا۔ کال کر کے میں نے کہا کہ قاری صاحب! کل ملیں گے۔ از راہِ مذاق کچھ بولا، جب بھی ملے، متبسم چہرے اور نہایت والہانہ پن کے ساتھ۔ منکسر المزاجی اور زندہ دلی انکی طبیعت ثانیہ تھی۔ باتوں باتوں میں پر زور قہقہے لگاتے، ہنسی اور دل لگی کی باتیں کرتے۔ خوش رہنا اور دوسروں کو خوش دیکھنا ان کی سرشت میں شامل تھا۔ ہنستے ہنستے کال ختم کی۔ کیا معلوم تھا کہ انکا یہ آخری کلام ہے۔ ۔

اس گلی نے یہ سن کے صبر کیا
جانے والے یہاں کے تھے ہی نہیں
رہنے کو سدا دہر میں آتا نہیں کوئی
تم جیسے گئے ایسے بھی جاتا نہیں کوئی
زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

قاری شہیدؒ کی جدائی سے بیک وقت کئی حلقے یتیم ہو گئے۔ آج پورا خاران مل کر سوگ منا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ پیارے کو اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور ان کی دینی خدمات کو قبول و منظور فرمائے۔ آمین!

وہ ایک شخص جو ہمیں ہر جگہ نظر آتا تھا

حفیظ شہزاد

جب مسجد میں گئے، تو وہ امامت میں تھا۔ تراویح پڑھنے گئے، تو قرآن کی تلاوت میں تھا۔ ستائیسویں روزے کی افطار پارٹی میں پہنچے، تو وہ روزہ داروں کی خدمت میں تھا۔ اگر کہیں راشن کی

تقسیم ہو رہی ہوتی، تو وہ غریبوں، مسکینوں کے لیے قطار میں کھڑا ہوتا۔ اگر کوئی جلسہ جلوس ہوتا، تو وہ قیادت میں مصروف ہوتا۔ کہیں عام عوام کے روپ میں سول سوسائٹی کے نام پر موجود تھا، تو کہیں تنظیم طلباء کے پلیٹ فارم سے صدارت کی کرسی پر براجمان تھا۔

ایک ہی بندہ جسے دوسروں کے لیے دوڑ دھوپ میں ہر جگہ پایا۔ نادرا کے دفتر سے لے کر اے سی، ڈی سی اور کمشنر کے سامنے آپ کو وہ شخص مدعا لے کر بیٹھا ہوا ضرور نظر آتا۔ سکول فیس یا امتحانی فارم جمع کروانا ہو، لوکل سرٹیفکیٹ بنوانا ہو یا کوئی ایمرجنسی میں درخواست لکھوانی ہو، کسی کو فکر کوئی نہ تھی؛ کیوں کہ قاری صاحبؒ کو ایک فون کال کرتے اور وہ حاضر ہو جاتے۔ کوئی بندہ ہسپتال میں داخل ہو یا کسی بچے کو خون کی اشد ضرورت ہو، تو قاری صاحبؒ کے دفتر میں جائیں اور ان کے بلڈ بینک سے مستفید ہو جائیں۔ کھیلوں کے میدان میں جائیں، تو آپ کو ایک مکمل سیٹ اپ کے ساتھ ایک شاندار ٹیم کے ہمراہ یہ بندہ موجود نظر آتا تھا۔ عصر کی نماز ہو اور فٹبال گراؤنڈ میں وقفہ ہو، تو امامت میں آپ کو یہی شخصیت ہمیشہ نظر آتی تھی۔

ایک ہی بندہ جو ہمیں ہر جگہ نظر آتا تھا۔ سب کیمپس میں وہ ایک طالب علم کی شکل میں ضرور تھا، مگر کلاس سے باہر وہ ایک استاد کے روپ میں بھی موجود تھا۔ کبھی لانگ مارچ میں کوئٹہ اور اسلام آباد کی سرزمین میں، تو کبھی سب کیمپس اور رخشان یونیورسٹی کے لیے احتجاج میں۔ وہ آپ کو ہر صف اول میں کھڑا نظر آتا تھا۔ کبھی کوئٹہ، کراچی، خاران وغیرہ میں آپ کو ختمِ قرآن کی دستارِ فضیلت میں اور اسٹیج پر بیٹھا بھی نظر آتا تھا۔

ایک خوش مزاج، ہر دلعزیز شخصیت، ایک بہترین دوست، بہترین کارکن اور بہترین انسان جو کبھی ہر جگہ ہمیں نظر آتا تھا۔ آج یقین ہی نہیں آرہا ہے کہ وہ ہمیں چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ابدی زندگی کی طرف نیند کی آغوش میں چلا گیا ہے۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ وہ کوئی فارغ بندہ تھا، جس کی وجہ سے وہ ہر جگہ نظر آتا تھا، بلکہ اس نے اپنا سب کچھ انسانیت کی خدمت کے لیے وقف کیا ہوا تھا۔ وہ ایک عظیم انسان تھا۔ وہ حافظ بھی تھا، قاری بھی تھا اور پرہیزگار بھی تھا۔ وہ ایک ہمدرد بھی تھا، ہمراز بھی تھا اور غم خوار بھی تھا۔ وہ ایک بندہ جو ہمیں ہر جگہ نظر آرہا تھا۔ اب ڈھونڈنے سے بھی کہیں نظر

نہیں آتا۔

قاری شکر اللہ جان! اللہ پاک آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ آمین

ہر کام میں جو یاد آتا تھا

عمران نگار

قاری شکر اللہؒ ایک بھائی تھا، ایک کارکن تھا، ایک خدمت گار تھا۔ ہر کسی کی ضرورت میں حاضر رہتا تھا۔ اس کے پاس اپنے لیے ٹائم نہیں تھا، مگر ہر کسی کے لیے ٹائم تھا۔

کسی کو ہسپتال میں خون چاہیے ہوتا، قاری شکر اللہ۔ کسی کے لوکل سرٹیفکیٹ کا مسئلہ ہوتا، قاری شکر اللہ۔ کسی کی پنشن کا مسئلہ ہوتا، قاری شکر اللہ۔ کسی کا امتحانی فارم جمع کروانا ہوتا، قاری شکر اللہ۔ کسی کا نادرا میں کام ہوتا، قاری شکر اللہ۔ سول سوسائٹی کا ساتھی، قاری شکر اللہ۔ اپنی پارٹی کے پروگراموں کو ترتیب دینے والا، قاری شکر اللہ۔ ٹی پارٹی، ظہرانہ اور عشائیہ میں دستر خوان پر آپ کو چائے، پانی اور روٹی پیش کرنے والا، قاری شکر اللہ۔ ہر اسٹیج کی زینت بننے والا، قاری شکر اللہ۔ پوسٹر بینر لگانے والا اور چاکنگ کرنے والا، قاری شکر اللہ۔ ہم سب کا بلکہ پورے خاران کا قاری شکر اللہؒ اپنے سفر آخرت پر روانہ ہو چکا ہے۔ چند قدم چل کر اسے الوداع کرنے کے لیے آپ سب کو اس کی نماز جنازہ میں ضرور شرکت کرنی ہے۔

حکومتِ بلوچستان قاری شہیدؒ کو سول ایوارڈ سے نوازے!

قدرت اللہ مینگل

قاری شکراللہ حنفیؒ کی شہادت سے خاران ایک عظیم انسان سے محروم ہو گیا ہے۔ ان کی خدمات رہتی دنیا تک یاد کی جائیں گی۔ ان کی خدمات پر انہیں دوسرا عبدالستار ایدھی کہا جائے، تو غلط نہیں ہوگا۔ (یہ تشبیہ و تعبیر صرف انسانی خدمات کے حوالے سے ہے، ورنہ ایدھی کی مذہب بے زاری سے تو سب واقف ہیں، جبکہ قاری شہیدؒ تو مذہب کے فدائی تھے۔ م، خ) ہم ڈپٹی کمشنر خاران سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ شہید قاری شکراللہؒ کی بے مثال خدمات کے اعتراف میں ان کو اعلیٰ سول ایوارڈ سے نوازنے کے لیے حکومتِ بلوچستان کو خط لکھیں۔

وہ ایک نایاب گوہر تھے۔ اس جیسا انسان دوست، تعلیم دوست اور وطن دوست صدیوں میں ایک بار پیدا ہوتا ہے۔ وہ ہر اچھے کام میں پیش پیش رہتے تھے۔ ان کی زندگی پر لکھنا شروع کیا جائے، تو دفتر کے دفتر لکھے جا سکتے ہیں۔ اس کی کمی ہر شعبے میں ہمیشہ محسوس کی جائے گی۔ وہ ہر کام میں اپنی مثال آپ تھے۔ وہ ایک مخلص انسان تھے اور اپنے ہر کام سے انتہا کی محبت رکھتے تھے۔ وہ ایک باصلاحیت اور تجربہ کار انسان تھے۔ سیاسی، تنظیمی، تعلیمی اور فلاحی کاموں میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ آمین!

الوداع استادِ محترم

امجد بلوچ

اس دنیا میں صرف ایک ہی ایسی حقیقت ہے، جس پر سارے دین، دھرم، فلسفے اور نظریے متفق ہیں اور وہ حقیقت ”موت“ ہے۔ انسان کو انسان سے الگ کرنے والی حقیقت، انسان کو وطن اور قوم سے الگ کرنے والی حقیقت پر شرق و غرب ایمان لا چکے ہیں۔

استادِ محترم قاری شکراللہ حنفیؒ کے جہانِ آب و گل سے یوں اچانک کوچ کر جانے سے انتہائی دکھ ہوا۔ آپؒ خاران میں جمعیت طلباء اسلام کے صدر تھے۔ انتہائی مشفق، باکردار، پر عزم اور اپنی

دعوت اور مقصد پر غیر متزلزل یقین کے مالک انسان تھے۔ جمعیت کے دیگر اراکین کے برعکس آپؒ اختلاف اور تنقید کو انتہائی خندہ پیشانی سے سنتے اور مکالمے کی فضاء کو برقرار رکھتے تھے۔ بہت سے موضوعات پر اکثر ہماری ان سے لفظی معرکہ آرائی ہوتی تھی۔ بالخصوص یونیورسٹی کیمپس خاران کے مسئلہ پر جب سول سوسائٹی کے احتجاجی ریلی میں فیمیل اسٹوڈنٹس کی شرکت پر مذہبی جماعتوں کی جانب سے تنقید و تنقیص اور الزامات و اتہام کا باب کھولا گیا تھا، اس پر میرا استاد محترمؒ سے انتہائی زبردست مکالمہ ہوا تھا اور بات تلخ کلامیوں تک پہنچ گئی تھی، مگر حضرتؒ نے کوئی بات دل پر نہیں لی اور سب کچھ درگزر فرما دیا۔ آپؒ جمعیت علماء کے دیگر علماء کے برعکس انتہائی وسیع الفکر اور کھلے ذہن و نظر کے مالک تھے۔

حضرتؒ نے جمعیت طلباء اسلام میں شمولیت کی بہت بار دعوت دی، مگر سوالات کے تسلی بخش جواب نہ ملنے کے سبب یہ دعوت، دعوت ہی رہی اور اب عدم کے پہنائیوں میں ہمیشہ کے لیے دفن ہوگئی ہے۔ حضرتؒ کی یاد میں الفاظ کا گویا سمندر ہے، جو قلم کی نوک سے باہر نکلنے کو بے تاب ہوئے جا رہے ہیں، مگر قلم مزید لکھنے سے قاصر ہے۔ اگر زندگی نے وفا کی، تو پھر کبھی استاد محترمؒ کے سوانحِ حیات پر تفصیلی بات کریں گے۔ اللہ پاک حضرت استاد محترمؒ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ آمین

انسانیت کے عظیم ہمدرد کا قابل رشک جنازہ

سمیر بلوچ حسین زئی

میں شہید قاری شکر اللہ حنفیؒ کا ایک طالب علم اور ایک دوست رہا ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ جب پہلی بار ہم ملے تھے، تو ایسا خوشگوار ماحول تھا کہ جیسے ہم برسوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں۔ اس ایک مختصر ملاقات نے دل میں یہ خواہش پیدا کی کہ اس بے نظیر شخص کو سمجھنا چاہیے، اس کے مشن

کو جاننا چاہیے، اس کے اندر کے انسان کو سمجھنا چاہیے۔ اسی جد و جہد میں چار سالوں کے اندر مجھے ایک چیز دیکھنے کو ملی کہ وہ علم کا ایک سمندر تھا اور اپنی جماعت کا ایک اہم ستون بھی۔ وہ بلندیوں کا مسافر تھا۔ اسکے اندر کا انسان باکمال تھا۔ وہ ہر شخص کو بلندیوں پر دیکھنے کا خواہاں تھا۔ وہ دردِ دل رکھنے والا انسان تھا۔ وہ سب کا ہمدرد تھا۔

جب ہم دوسری بار ملے، تو حنفی صاحبؒ نے مجھے جے ٹی آئی میں شمولیت اختیار کرنے کی دعوت دی۔ وہ میرے لیے ایک جذباتی لمحہ تھا کہ میں نیشنلزم پر یقین رکھنے والا اور حنفی صاحبؒ مجھے ایک مذہبی طلباء کی تنظیم کا حصہ بنانا چاہتے تھے۔ اسی سوچ میں حنفی صاحبؒ بول اٹھے کہ سمیر! کوئی زبردستی نہیں ہے، تسلی سے سوچ لو! اسی سوچ میں چار سال بیت گئے اور حنفی صاحبؒ ہم سے جسمانی طور پر جدا ہو گئے۔

جب بھی قاری صاحبؒ سے ملاقات ہوتی، تو یوں لگتا، جیسے میں کسی فلاسفر سے دوچار ہوں۔ وہ علم کا ایک سمندر تھا۔ کمیونسٹ اور ایتھیسٹ جیسے موضوعات پر اکثر اوقات ان سے بحث و مباحثہ ہوتا رہتا تھا، لیکن میں نے کبھی بھی ان کو جذباتی نہیں پایا۔ اگر کوئی سوال انہیں تذبذب سے دوچار کر دیتا، تو دو دن بعد دلیل سے اسکا جواب دے دیتے۔

کئی بار تو جمعیت پر ان سے بحث ہوئی تھی، لیکن وہ اپنی جماعت سے کافی مخلص تھے۔ وہ کہتے تھے کہ مجھے ہزار گالیاں دے دیں، لیکن مولانا فضل الرحمٰن کو ایک بات بھی مت کہیں! وہ میرے قائد ہیں۔

وہ ہر بات کو دلیل سے کرنے کا ہنر جانتے تھے۔ کوئی ایسا شخص نہیں تھا، جسے انہوں نے مطمئن نہ کیا ہو۔ مجھے یاد ہے کہ جب ایک بار ہم ملے، تو انہوں نے کہا کہ سمیر! تم جس طرح سے دکھتے ہو، تمہاری حقیقت کچھ اور ہے۔ ان کا مطلب یہی تھا کہ جب تم روبرو ہوتے ہو، تو تمہارا لہجہ بدل جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب آپ کسی علمی مجلس میں بیٹھتے ہیں، تو خود بخود آپکا لہجہ بدل جاتا ہے۔ اضطرابی آدمی خاموش سا رہتا ہے۔ سو جب میں قاری صاحبؒ سے ملتا، تو میں خاموش ہی رہتا۔ دل کرتا کہ وہ ہر وقت بولتے ہی رہیں اور میں ان کے الفاظ کا ذخیرہ جمع کرتا رہوں، لیکن بدقسمتی سے ہماری

ملاقات بہت کم ہی ہوتی تھی!!! میری تو یہ عادت تھی کہ جب وہ کسی موضوع پر بولتے، تو میں خاموش رہتا۔ جب گھر پہنچ جاتا، تو ضرور اُسی موضوع پر بحث چھیڑ دیتا، جس سے میں اُس موضوع کی تہہ تک باآسانی پہنچ جاتا۔ یوں اُن سے میں نے بہت کچھ سیکھا۔ بولنے کا ہنر، سمجھنے اور سمجھانے کی صلاحیت، سب سے بڑھ کر ہر میدان میں انہوں نے مجھے کھودنا اور کُریدنا سکھا دیا۔

پھر اک شام واٹس ایپ دیکھا، تو پتہ چلا کہ میں اک اچھے دوست سے محروم ہو گیا ہوں۔ خوش گفتار، بہترین کردار، بلند حوصلہ، جراَتِ ایمانی، حسن اخلاق ہر دلعزیز شخصیت کم وقت میں طویل سفر طے کر کے بلند مقام پر چلے گئے ہیں۔ وہ ایک فرشتہ صفت انسان تھے۔ وہ ہر کسی کے مسیحا بننے کی کوشش میں تھے اور ہر کسی کو بلندی پر دیکھنے والے اک عظیم استاد تھے۔ وہ استاد کے ساتھ ساتھ اک بہترین دوست بھی تھے۔ وہ ملنسار اور مددگار انسان تھے۔ شہید قاری شکر اللہ حنفیؒ خاران سمیت رخشان ڈویژن میں ایک ایسی آواز تھے کہ جس کے خلاء کو برسوں تک پُر نہیں کیا جا سکتا، بلکہ وہ آواز ہمیشہ ہمیشہ کے لیے امر ہو گئی ہے۔ وہ ایک ایسا شخص تھا، جسکا سوائے جہالت اور پسماندگی کے کوئی دشمن نہ تھا۔ ہر کوئی اسے پسند تھا اور وہ ہر کسی کو اپنا دوست بنا کر گیا۔ وہ صرف جمعیت کا سرمایہ نہیں تھا، بلکہ وہ اک ایسا کارکن تھا کہ جسے بھی اسکی ضرورت ہوتی، وہ موجود ہو جاتا۔ وہ بڑوں کے لیے ہمدرد اور بچوں یا نوجوانوں کے لیے ایک عظیم استاد تھا۔

عینی شاہدین گواہی دے رہے تھے کہ ایکسیڈنٹ کے بعد جب تک ان کی سانسیں چل رہی تھیں، وہ خدا کا کلام پڑھ رہا تھا۔ ہر کسی کو ایسی موت، جو شہادت کا درجہ رکھتی ہو، اس پر رشک ہو گا کہ اس مبارک روح کو خوش آمدید کہنے کے لیے یقیناً خدا کے فرشتے بھی لائنوں میں کھڑے ہو گئے ہوں گے اور ہر فرشتے کی اس مبارک روح کو گلے لگانے کی خواہش ہو گئی ہو گی۔ شاید! اس مبارک روح کو وہ گلے لگا کر رشک کریں گے کہ خدا نے زمین پر کتنی عظیم روحوں کو بھیجا ہے، جو مرتے وقت بھی اپنے رب کو ہی یاد کر رہی ہیں۔

17 / فروری صبح 10 / بجے جب میں جنازے میں شامل ہونے کے لیے مسکان قلات پہنچا، تو گاڑیوں کی لمبی قطار اور انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دیکھ کر ایک لمحے کے لیے مجھے محسوس

ہوا کہ یہ جنازہ کسی بڑے وزیر یا کسی نواب و سردار کا ہوگا، جو اتنا رش لگا ہوا ہے۔

اسی لمحے ایک آواز گونج اٹھی کہ یہ جنازہ کسی وزیر، نواب و وڈیرے کا نہیں، بلکہ یہ اُس شخصیت کا جنازہ ہے، جو ہمیں یہ درس دے کر چلا گیا کہ انسان بن کر انسانیت کی قدر کریں۔ جب وقت رخصتی ہوگا، تو جنازے کو دیکھ کر بھی لوگ آپ کے کردار پر رشک کریں گے۔ واللہ! حقیقت میں پرنم آنکھوں سے ہر کوئی یہ دیکھ کر رشک کر رہا تھا کہ یہ کیسی شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کے جنازے میں علماء کرام کی اکثریت اور بہت سارے حفاظ کرام شریک تھے۔ کئی تو انکے اپنے شاگرد بھی تھے اور شاید آسمان سے فرشتے بھی آئے ہوئے تھے۔ اُس ہجوم میں ہر آنکھ اشکبار تھی۔ ہر طرف رونے کی گونج تھی۔ ہر کوئی اُن کی اعلیٰ ظرفی کی مثالیں دے کر پھوٹ پھوٹ کے رو رہا تھا۔ ان کے دوست، ان کے جان پہچان والے، فیملی ممبران، رشتہ دار اور عزیز و اقارب ہر کوئی روتا ہوا نظر آ رہا تھا۔

میں نے زندگی میں پہلی بار کسی جنازے میں شرکت کی تھی اور اس جنازے نے مجھ پر ایسی غشی طاری کی کہ میں خود کو سنبھالتے سنبھالتے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ شہید حنفی صاحبؒ کے ساتھ گزرے ہوئے لمحے اور ان کا مسکراتا ہوا چہرہ بار بار سامنے آکر یہ تاثر دیتا رہا کہ جنت سکون کی جگہ ہے، جہاں سب کچھ ہے۔ آپ یوں اداس مت رہیں! مجھے غمزدہ مت کریں! وہ منظر بیان نہیں کیا جا سکتا!!!

میں چاہتا تھا کہ میں ایک ایسی چیخ ماروں، جس سے ہر طرف خاموشی ہو اور میں حنفی صاحبؒ کا پیغام سب کو سنا دوں، لیکن مجھ میں یہ ہمت نہیں تھی کہ میں چیخ چیخ کے لوگوں سے کہتا کہ جنت میں سکون ہے۔ حنفی صاحبؒ کو غمزدہ مت کریں! اپنے آنسوؤں کو چھپا لیں! کاش! یہ سب کچھ میں لوگوں سے کہہ سکتا۔

جب میں نے حنفی صاحبؒ کا دیدار کیا اور اسکے ماتھے کو چوما، تو اس عمل نے مجھے ایسا سکون دیا کہ مجھے لگا، جیسے میں ہمیشہ کے لیے فنا ہو گیا ہوں اور وہ منظر کسی قیامت سے کم نہیں تھا، جب میرے استاد کو لحد میں اتارا گیا۔ وہ اک ایسا منظر تھا، جو مجھ سے دیکھا نہیں جا رہا تھا، لیکن شہید حنفی صاحبؒ کا مسکراتا ہوا چہرہ سامنے آیا اور میں نے خود پر قابو پا لیا۔ یوں خدا نے اپنے ایک دوست کو اپنے پاس

بلا لیا اور ہمیں ایک بھائی سے ہمیشہ کے لیے محروم ہونا پڑا۔ آخر میں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ ؎

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جاہ ہے تماشا نہیں ہے

شہیدِ خدمت کے ساتھ ایک یادگار نشست

محمد احمد قمبرانی

پچھلے سال قاری شکر اللہ حنفی شہیدؒ کی نگرانی میں 28 رمضان المبارک 1444ھ کو ہسپتال والی مسجد خاران میں جمعیت طلباء اسلام خاران کی طرف سے افطار پارٹی کا پروگرام منعقد کیا گیا تھا۔ پروگرام میں سینکڑوں لوگوں نے شرکت کی تھی۔ خدمت میں مقرر دوستوں کو قاری صاحبؒ نے تاکید کی تھی کہ عوام کے جانے کے بعد ٹینٹ اور برتن وغیرہ میرے ساتھ سمیٹنے ہیں۔ برتن صاف کر کے کمرے میں رکھنے ہیں۔ یہ ایک بندے کا کام نہیں، سب کو مل کر کرنا ہے۔ لہٰذا جلدی نہ جانا، تھوڑی دیر رک جانا۔ سب دوستوں نے بیک زبان لبیک کہا کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ ان شاءاللہ!

افطاری اور نماز کے بعد جب تمام علماء کرام، طلباء عزیز اور عوام الناس چلے گئے۔ ہم دس دوستوں نے سارا سامان سمیٹ لیا، برتن صاف کیے۔ قاری صاحبؒ نے حساب کر کے کمرے میں رکھوا دیے کہ کل بھجوادیں گے۔ ہماری مصروفیت کی وجہ سے مسجد میں تراویح ختم ہونے والی تھی، تو قاری صاحبؒ نے ہمیں اپنے کمرے میں اپنی خوبصورت آواز میں تراویح پڑھائی۔ تراویح ختم ہوگئی۔ ہم نے جانے کی اجازت طلب کی۔ قاری صاحب نے کہا: اجازت تو ہے، لیکن میرا دل چاہتا ہے کہ آپ سب دوست میرے ساتھ ماشاءاللہ ہوٹل چلیں۔ آپ لوگوں کو اپنی طرف سے چائے پلاتا ہوں۔ ہم نے کہا: ٹھیک ہے۔ آپ کا دل چاہتا ہے، تو ہم آپ کے ساتھ آئیں گے۔ ہم سب

اپنے اپنے موٹر سائیکلوں پر سوار ہو کر ماشاءاللہ ہوٹل پہنچ گئے۔ قاری صاحبؒ نے دوستوں سے پوچھا کہ کون سی چائے پیو گے: دودھ پتی یا سیاہ چائے؟ سب دوستوں نے دودھ پتی کی فرمائش کی۔ ایک دوست نے کہا کہ میرا معدہ خراب ہے، میرے لیے سیاہ چائے منگوائیں! الغرض 9 کپ دودھ پتی چائے اور ایک کپ سیاہ چائے کا آرڈر دیا گیا۔ قاری صاحبؒ نے 300 روپے مجھے دے کر کہا: محمد احمد اور زبیر احمد آپ دونوں موٹر سائیکل پر جا کر یہیں کسی قریبی دکان سے ویفر بسکٹ اور چپس لے کر آئیں، تب تک ہوٹل والے چائے تیار کر لیں گے۔ تقریباً رات 12 بجے تک خوب گپ شپ ہوئی۔

آخر میں قاری صاحبؒ نے کہا: سنت کے مطابق مجلس کی دعا پڑھ کر اب مجلس برخاست کرتے ہیں، سحری کی تیاری بھی کرنی ہے۔ سب کا خدمت پر شکریہ ادا کیا۔ پھر سب دوست اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ اس یادگار مجلس میں مجھ سمیت درج ذیل دوست موجود تھے: عبدالعلیم ایوبی، زبیر احمد، عبدالرافع، ضیاء الرحمٰن، ضیاء القاسمی، صلاح الدین، اویس احمد، قمر الدین۔ اللہ تعالیٰ قاری شہیدؒ کی قبر میں جنت کی کھڑکی کھول دے۔ آمین!

شہیدِ خدمت: تنقید، مثبت لینے کی روایت کا پاسباں

رفیع اللہ عثمانی

جمعیت طلباء اسلام میں ایک ادنیٰ کارکن کی حیثیت سے الحمدللہ! میں نے خدمت کی ہے اور آگے بھی اپنی زندگی کو جمعیت پر صَرف کرنے کا عزم مصمّم رکھتا ہوں۔ قاری شکراللہ حنفی شہیدؒ کو میں اپنا دلی دوست اور سیاسی استاد سمجھتا تھا؛ کیوں کہ وہ ہمیں ہر بات پر رہنمائی فراہم کرتے تھے اور ایک عرصے تک اس کے ساتھ جمعیت طلباء اسلام کی ضلعی عاملہ میں دینِ مبین کی خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ (الحمدللہ!) پھر میں پڑھائی کے سلسلے میں خاران سے باہر چلا گیا، لیکن پھر

بھی ان کے ساتھ جماعت کے بارے میں گفت و شنید رہتی تھی۔ میں ضلع میں موجود نہیں تھا۔ کچھ جماعتی معاملات پر میں نے اختلاف کیا، جس کی وجہ سے ضلعی عاملہ کے باقی دوستوں نے مجھے پتہ نہیں کیا سمجھا کہ مجھ پر اپنے اپنے طرز کے جوابیہ کمنٹس کی خوب بارش فرمائی۔

مگر قاری صاحبؒ نے نرم الفاظ میں مجھے سمجھانے کی کوشش کی اور خاران میں آکر تحفظات دور کرنے کی یقین دہانی کرائی اور مجھے یاد ہے کہ ان اختلافات کے بعد جب میں خاران پہنچا، تو میری پہلی ملاقات قاری صاحبؒ کے ساتھ ہوئی۔ میرا خیال تھا کہ وہ میری طرف دیکھیں گے بھی نہیں، لیکن جب انہوں نے مجھے دیکھا، تو فوراً میری طرف آئے اور میرے ساتھ انتہائی کھلے چہرے کے ساتھ مصافحہ کیا اور مجھے اپنے ساتھ گھر کو چلنے کا کہا، لیکن میں نے معذرت کی۔ پھر مجھے کہا: ہمارے اندر اور جماعت میں جو بھی کمی ہے یا کوئی ایسی بات ہے کہ جس پر آپ کو اختلاف ہے، تو ابھی آپ آئے ہو، ضرور ہمیں بتاؤ! ہم آپ کو ضرور سنیں گے اور پھر ہمیں ساتھ مل کے آگے بہت سے کام کرنے ہیں۔

اتنی تفصیل لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ جمعیت ایک مذہبی اور سیاسی جماعت ہے۔ اس میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ اختلافات اور غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں، تو برائے مہربانی ٹھنڈے دل و دماغ سے ہر ایک کو سننا اور اسے مطمئن کر کے ساتھ لے کر آگے بڑھنا چاہیے۔ یہی قاری شکر اللہ شہیدؒ کا طریقہ تھا اور یہی طرزِ عمل جمعیت، سیاست اور انسانیت کا حُسن ہے۔

قاری شہیدؒ، عارف باللہ کے روپ میں

عطی اللہ سراوان

قاری صاحبؒ سماجی اور سیاسی کارکن ہونے کے ساتھ ایک عارف باللہ بھی تھا۔ ہم زمانۂ طالب علمی سے اپنے ہمسفر ساتھیوں کے ساتھ عیدین کے موقع پر ہوا خوری کے لیے باہر پکنک کے

لیے جاتے تھے۔

ایک دفعہ عید کے تیسرے دن ساتھیوں نے لوس یعنی جنت خاران کی طرف جانے کا پروگرام بنایا، تو حضرت قاری صاحبؒ ہم سفر تھے، مگر اس دفعہ ان کے نسبتی بھائی مولانا احمد حیات کا باہر سے ایک مہمان بھی آیا ہوا تھا، جو کراچی میں ان کا ہم درس رہا ہے۔ وہ دونوں بھی ہمارے ہم رکاب رہے۔

بالآخر ہم عصر کے بعد مسجد بلال المعروف ہسپتال والی مسجد سے روانہ ہوئے۔ مغرب کے قریب ہم مالدین پہنچ گئے۔ پھر اپنی سواریاں وہاں کھڑی کر کے پیدل منزل کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ہم منزل کو پہنچ گئے، تو سنت نبوی ﷺ (علی صاحبہا الصلاۃ والسلام) کو مد نظر رکھ کر آپس میں کام بانٹ دیے، لیکن کسی ساتھی کی آواز اچانک کان میں پڑی کہ او ہو! ماچس ہم بھول گئے۔ یہ سنتے ہی سب احباب کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی، لیکن ہمیں کیا معلوم کہ ہم میں ایک چھپا ہوا عارف باللہ بھی ہے۔

حضرت قاری صاحبؒ نے فرمایا: بھائی پریشانی کی کیا بات ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارے لیے تعلیمات بھی یہی ہیں کہ ہم مشکل اوقات میں اپنے رب کی طرف رجوع کریں۔

چوں کہ احباب میں، میں اور قاری عبد اللہ زید دونوں پگڑی والے تھے، تو قاری صاحبؒ نے ہمیں صوفی سمجھ کر ہمیں دو رکعت صلاۃ الحاجت پڑھنے اور پیارے اللہ سے حاجت پورا ہونے کے لیے دعائیں مانگنے کا حکم دیا۔ ہم اپنے کام میں لگ گئے اور باقی احباب کو ماچس کی تیلیاں تلاش کرنے میں لگا دیا۔ چوں کہ سردیوں کے فوراً بعد کا وقت تھا۔ وہاں آس پاس میں کوئی آبادی بھی نہیں تھی، مگر اللہ کی غیبی مدد سے احباب کو کسی پرانے مکان سے ماچس کی تیلیاں مل گئیں اور کہیں سے انکو ماچس کی ڈبی کا اوپر والا کاغذ بھی مل گیا۔ اس کے ذریعے ہم نے آگ جلائی اور کھانا پکایا۔

بہر حال! اس بے اسبابی میں ہم نے لذیذ بریانی تناول کر کے رات گزاری۔ گویا کہ وہ ایک ایسی شخصیت تھی، جس کو حضوری کا شرف ملا تھا۔ اس سفر میں ہمرکاب مندرجہ ذیل احباب تھے: عطی اللہ، مولانا خیر اللہ زاہد، مولانا سعد اللہ سعدی، شکر اللہ فاروقی، مولانا نعیم ثناء، مولانا احمد حیات اور ان

کا دوست۔

گاڑی کی ڈگی میں لمبے سفر کی سرگزشت

حافظ محمد طاہر عثمانی

2021 کو جب جمعیت طلباء اسلام کے صدر حضرت قاری شکر اللہ نوّر اللہ مرقدہ منتخب ہوئے، تو اس وقت مجھے بطور جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ جمعیت طلباء اسلام کے مختلف پروگرامات میں میرا جانا ہوا کرتا تھا۔

ایک دفعہ ساتھیوں کی دعوت پر ہم دونوں کا دالبندین حلف برداری پروگرام میں جانا ہوا۔ ہم جب خاران سے وین پر نکلے، تو چوں کہ وین پرانی تھی۔ بہت آہستہ چلتی تھی۔ راستے میں ہم دونوں کو بھوک لگی، تو حضرت شہیدؒ نے فرمایا: روڈ پر کوئی ہوٹل نہیں ہے۔ میں اپنے بیگ میں دیکھتا ہوں: شاید! کچھ کھانے کو مل جائے، تو حضرتؒ نے دیکھا: اس کے اندر چنے تھے۔ وہ ہم نے کھا لیے۔ حضرت شہیدؒ نے فرمایا کہ قاری صاحب! بھوک ختم نہیں ہوئی۔ یہ میرے سفر کا بیگ ہے: شاید! اس میں کچھ اور مل جائے۔ پھر دوبارہ جب حضرت قاری شہیدؒ نے بیگ کو کھولا، تو اس میں سے کھجوریں نکلیں۔ ہم دونوں نے کھائیں۔

جب خاران سے ہم نکلے، تو 11 بج چکے تھے۔ جب دالبندین پہنچے، تو وقت 4 بج چکے تھے۔ پھر ساتھیوں کو فون کیا کہ بھائی ہم پہنچ گئے ہیں۔ وہ آئے اور ہم دونوں کو اپنے ساتھ لے کر چلے۔ جس وقت ہم پہنچے، تو پروگرام کا آخر تھا۔ جب پروگرام ختم ہوا، تو پروگرام سردار نجیب جان کے گھر پر تھا اور رات کو تمام ساتھیوں کی دعوت کا بھی اہتمام تھا۔ اس پروگرام میں جمعیت طلبہ اسلام کے مرکزی صدر اور صوبائی صدر اور جنرل سیکرٹری بھی موجود تھے اور صبح ناشتے کا پروگرام ضلع چاغی کے صدر عبدالقدیر خان نے کیا تھا۔ ناشتے کے بعد ہمیں اور مرکزی و صوبائی صدر کو جمعیت

طلبہ اسلام چاغی کے ساتھیوں نے گردی جنگل میں پکنک پروگرام کا کہا تھا، لیکن ہم دونوں نے معذرت کرلی کہ ہمیں واپس جانا ہے؛ اس لیے کہ ہفتے والے دن خاران کے ساتھیوں کا پہلا تعارفی اجلاس ہے۔

جب ساتھیوں نے ہمیں اجازت دی، تو ایک ساتھی ہمیں خاران اسٹاپ پر اتارنے کے لیے آیا۔ وہ چلا گیا، تو ہم نے وین کے بارے میں معلومات لیں۔ معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن وین نہیں جاتی۔ پھر ہم تھوڑا آگے گئے، تو اچانک سے وہی ساتھی ملا، جو ہمیں اسٹاپ پر چھوڑنے آیا تھا۔ حضرت شہیدؒ نے ان سے کہا کہ بھائی جان! آج جمعہ کا دن ہے اور جمعہ کے دن وین نہیں جاتی۔ ساتھیوں نے مشورہ دیا ہے کہ آپ مین روڈ پر چلے جائیں، وہاں نوکنڈی والی گاڑی آتی ہے، وہ آپ کو لے جائے گی۔ جب ہم روڈ پر گئے، تو ایک بس آئی۔ اس نے ہمیں بٹھاکریک چ میں اتارا۔ ہم اپنا اگلا سفر طے کرنے کے لیے گاڑی کا انتظار کرنے لگے، لیکن کافی دیر گزرنے کے بعد بھی گاڑی نہیں آئی۔ 10 سے 2 بج گئے، کوئی گاڑی نظر نہیں آئی۔

آخر ایک پروبکس گاڑی آئی۔ جب ہم نے اس کو روکا، تو وہ گاڑی والا رک گیا اور کہا کہ بھائی! گاڑی میں بالکل جگہ نہیں ہے۔ حضرت شہیدؒ کی نظر جب ڈگی پر پڑی، تو حضرتؒ نے کہا کہ ہم یہاں پر سامان کی جگہ پر بیٹھ جاتے ہیں۔ اگر آپ کی اجازت ہو، تو؟ انہوں نے اجازت دے دی۔ ہم بیٹھ گئے۔ ہماری ایک طرف سامان اور دوسری طرف زندہ مرغیاں رکھی ہوئی تھیں۔ جب کوئی جمپ آتا، تو مرغیاں جمپ کی وجہ سے کوک کوک کرتیں۔ میں اور حضرت قاری صاحبؒ یہ منظر دیکھ کر خوب ہنستے۔ کہ نہ جانے! یہ آج کیسی آزمائش آگئی ہے؟

آخر کار ہم نے زیادہ ہنسنے کی وجہ سے تنگ آکر خاران کے ساتھیوں سے رابطہ کیا کہ کوئی گاڑی بتادو، جو اس راستے سے جارہی ہو۔ ہم اس کے ساتھ چلے جائیں اور ان کو یہ بھی بتایا کہ ہم اس قید میں گرفتار ہیں، تو ساتھیوں نے بتایا: آج حضرت مفتی عبدالغفار صاحب اور مفتی عباد الرحمٰن صاحب شاہوگیڑی کی ایک مسجد میں جمعہ کی نماز کا افتتاح کرنے آئے ہیں۔ پھر ہم نے حضرت مفتی عباد الرحمٰن صاحب سے رابطہ کیا، تو حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ آپ آجائیں۔ ہم آپ کا انتظار

کریں گے۔ چوں کہ راستے میں ہمیں دیر ہوگئی، تو حضرت مفتی عبادالرحمٰن صاحب شاہو گیڑی سے نکل گئے۔

ہم نے حضرت مفتی صاحب کو شہید آباد کے مقام پر دیکھا اور حضرت مفتی صاحب کی گاڑی کو دیکھ کر ہم نے پہچان لیا۔ ہم پروبکس گاڑی سے اتر گئے۔ حضرت مفتی صاحب نے ہمیں اپنے ساتھ گاڑی پر سوار کر لیا اور اپنی عارضی منزل پر پہنچادیا۔

اسی طرح قاری شکر اللہ شہیدؒ اور بندہ اکثر اسفار میں ساتھ ہوا کرتے تھے اور اسی طرح اسفار میں لطف اندوز ہوتے رہتے تھے۔ ہائے!!! اب تو میرا قاری ہم سے جدا ہو کر اپنی اصل منزل کا سفر کر چکا ہے۔ یادِ یار میں لکھا اک سفر!!!

آنکھیں تیرے فراق میں کوشش کے باوجود آج بھی رک رک کر برستی ہیں۔

نظم وضبط کے پابند انسان

امداد احمد

ویسے قاری شہیدؒ کے ساتھ ہمارا خونی رشتہ ہونے کے ساتھ ساتھ محبت کا اک ایسا رشتہ قائم تھا، جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اُن کے ساتھ وقت اِتنا گزارا ہے کہ ان واقعات کا تذکرہ بندہ کس منہ سے کرے۔ کسے پتا تھا کہ وہ اِتنی جلدی ہمیں چھوڑ کر چلے جائیں گے، وگرنہ پتا ہوتا، تو خُدا کی قسم! کاغذ اور قلم اُٹھا کر اِک اِک لمحے کو قلمبند کر لیتا۔ خیر! مختصراً ایک دو ایسے واقعات جو کہ نظم وضبط کے بارے میں ہمیں ضروری آگاہی دیتے ہیں، پیش کرتا ہوں:

پہلا یہ کہ جب بھی شہیدؒ کے ساتھ کہیں نشست ہوتی، تو ہمیں آخرت کی تیاری کے بارے میں اِتنا ضرور کہتے کہ بندے کی اِتنی تیاری ہو کہ جب اچانک موت آجائے، تو پھر حساب کتاب کی کوئی پریشانی نہ ہو اور اپنے آخری سفر میں ہم سے حافظ عمرانؒ کی اچانک موت کے واقعے کا بھی تذکرہ

کیا۔ ہمیں کیا پتا تھا کہ کل کو کوئی آپ ہی کی ناگہانی شہادت کی مثال دے گا۔

دوسرا یہ کہ جب بھی ہم کسی موقعے پر دسترخواں پر بیٹھتے، کسی دوست یا مہمان پر نظر پڑتی، تو اُسے شریک ہونے کے لیے کہتے۔ ایسے معاملات میں فرماتے کہ دوسرے لوگوں کو ساتھ میں شریک ہونے کا صرف وہی کہہ سکتا ہے، جو خود "کک" ہو؛ کیوں کہ اسے اچھی طرح پتا ہے کہ اُس نے کتنے لوگوں کے لیے کھانے کا بندوبست کیا ہے۔ یہ دو واقعات ایسے ہیں کہ جنہیں زندگی بھر میں بھول نہیں سکتا۔

دینی طلباء کے لیے ایک رول ماڈل

محمد عثمان

یونیورسٹی آف بلوچستان، سب کیمپس خاران

دنیا میں بہت ہی کم لوگ ایسے ہوتے ہیں، جو دنیا سے جانے کے بعد بھی اپنا نام چھوڑ جاتے ہیں۔ ان درخشاں ناموں میں ایک نام قاری شکراللہؒ کا ہے، جنہوں نے اپنی زندگی خدمتِ خلق کے لیے وقف کر دی۔ یوں تو قاری صاحبؒ میرے لاء (ایل ایل بی) کے کلاس فیلو تھے، لیکن میرا ان کے ساتھ تعلق کالج کے زمانے سے تھا۔ میرا ان کے ساتھ بھائی جیسا رشتہ تھا۔ قاری صاحبؒ بہت ہی خوش مزاج اور زندہ دل شخصیت کے مالک تھے۔ ہر کسی کے کام آتے۔ لوگوں کی مختلف امور میں مدد کرنا وغیرہ ان کی شخصیت کا حصہ تھا۔ قاری صاحبؒ کے ساتھ بہت وقت گزرا، لیکن ایک واقعے کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں، جو ہر مایوس طالب علم کے لیے مشعل راہ ہے۔ جو یہ سمجھتا ہے کہ مدرسے کا طالب علم ہوں، دنیاوی تعلیم حاصل نہیں کر سکتا، اس کے لیے اس واقعے میں خصوصی پیغام ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ پچھلے سال 2023ء کے درمیان میں ہمارے امتحان شیڈول پا چکے تھے اور امتحان کی تیاری میں ہمارا طریقہ کار یہ ہوتا تھا کہ رات کے وقت سب دوست کیمپس میں بیٹھ

کر گروپ اسٹڈی کی شکل میں تیاری کر لیتے تھے۔ پہلے پیپر کی رات قاری صاحبؒ غیر حاضر تھے اور تیاری کے بعد سب دوست اپنے اپنے گھر روانہ ہو گئے۔ جب میں اپنے گھر پہنچا، تو قاری صاحبؒ کا فون آیا کہ بھائی! آپ کدھر ہو؟ آپ سب دوست تیاری کر کے چلے گئے ہیں اور مجھے خبر نہیں دی۔ میں نے کہا: قاری صاحب! آپ کا نمبر نہیں لگا تھا۔ ہم لوگوں نے کافی دیر تک انتظار کیا، لیکن آپ نہیں آئے۔ قاری صاحبؒ نے کہا: بھائی! آپ آجائیں، کیمپس چل کر میری تیاری کروائیں! میں نے کہا: حضرت قاری! اس وقت کافی دیر ہو چکی ہے۔ اب ایسا کریں کہ میرے گھر آجائیں۔ میں یہاں آپ کی تیاری کرواتا ہوں۔ قاری صاحبؒ نے کہا: نہیں، آپ باہر آجائیں! کل پیپر ہے اور میں نے ایک لفظ بھی تیاری نہیں کی، تو پھر ہم دونوں کراچی سٹاپ کے بینچ پر بیٹھ کر نوٹس سے تیاری کرنے لگے۔ ایک گھنٹے تک میں انہیں تیاری کرواتا رہا۔ اگلے روز پیپر کے بعد میں نے قاری صاحبؒ سے پیپر کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے ایک سوال پورا نہ ہونے کا گلہ کیا۔ اس بات پر میں نے قاری صاحبؒ کو تسلی دی اور نتائج کے انتظار کا کہا۔ جب نتائج کا اعلان ہوا، تو پتہ چلا کہ قاری صاحبؒ نے اچھے نمبروں سے وہ پہلا پیپر پاس کیا ہے۔ اس واقعہ کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قاری صاحبؒ کبھی مایوس نہیں ہوتے تھے، بلکہ اپنے بلند جذبہ سے جو کام اپنے ذمے لیتے، اسے پورا کرتے۔ ان کی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے اور خاص کر دینی مدارس کے ان طلباء کے لیے جو دنیاوی تعلیم سے دور ہیں اور خود کو ہر میدان میں مایوس سمجھتے ہیں: بقول شاعرؔ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مقبول عام شخصیت

حافظ عبدالمالک

استاد مدرسہ احسن العلوم خاران

قاری شکر اللہ حنفیؒ وہ شخصیت تھے، جن کے خیر کے کاموں کا تذکرہ ہر زبان پر جاری ہے۔ قاری صاحبؒ وہ شخص تھے، جو کہ نہ صرف جے یو آئی اور جے ٹی آئی کے، بلکہ ہر شعبۂ زندگی کے خیر کے کاموں میں پیش پیش دکھائی دیتے تھے۔ قاری صاحبؒ جماعت کے وہ پر عزم اور پر خلوص کارکن تھے، جو دن رات اپنے تمام ترقیمتی اوقات کو جماعت کی ترقی، دعوتی، ذہن سازی اور ہر شعبہ کے لوگوں کی خدمت میں گزارتے تھے، لیکن یہ قیمتی شخص آج قاری شکر اللہؒ صدر جے ٹی آئی نہیں، بلکہ "قاری شکر اللہ رحمت اللہ علیہ" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یقیناً ان کے جانے سے خاران والے ایک خیر خواہ انسان سے محروم ہو گئے ہیں۔ قاری صاحبؒ کی مقبولیت کا اندازہ ان کے جنازے سے ہی لگایا جاسکتا تھا، جس کو دیکھ کر ہر بندہ یہی گمان کرتا تھا کہ یہاں کوئی جلسہ یا اجتماع ہے، جو اتنے لوگ جمع ہیں، لیکن تقدیر کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اٹل ہے، جو ہر صورت میں ہو کر رہتا ہے۔ بروز ہفتہ 17 / فروری 2024ء قاری صاحبؒ کو آہوں اور سسکیوں کے ساتھ سپرد خاک کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ قاری صاحبؒ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطاء فرمائے اوران کے اہل خانہ اور تمام متعلقین کو صبر جمیل عطاء فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں ان کا نعم البدل عطاء فرمائے۔ آمین!

اردو کے ایک بہترین لکھاری

فدا ریکی

مجھے یاد ہے کہ 3 یا 4 سال پہلے میں محسن شاہوزئی فوٹوگرافر کی دکان پر کسی کام سے گیا تھا۔ تب وہاں قاری شکر اللہ شہیدؒ موجود تھے، جن سے میری کوئی واقفیت نہیں تھی۔ محسن شاہوزئی میرا قریبی دوست ہے۔ اس موقع پر محسن نے مجھے کہا کہ آپ کی کمپیوٹر پر اردو ٹائپنگ فاسٹ ہے۔ آپ قاری صاحبؒ کا کام کرو! انہوں نے ایک تحریر لکھی تھی، اسے کمپوٹر پر ٹائپ کرنا تھا۔ بڑے اصرار پر میں نے ٹائپنگ شروع کی۔

یقیناً آپ لوگ جان نہیں سکتے کہ قاری شہیدؒ نے ایسی تحریر لکھی تھی، جس میں اردو کے ایسے الفاظ شامل تھے کہ میں حیران رہ گیا اور میں نے ہنستے ہوئے کہا کہ واقعی مولوی و حافظ لوگوں کی اردو بہت ہی اچھی ہوتی ہے، جس پر قاری شہیدؒ نے جواب دیا: بالکل، الحمد اللہ! ہماری اردو بہتر ہے۔ اس پر آپ لوگ سوچیں کہ قاری شہیدؒ ماشاء اللہ! ایسی قابل شخصیت کے مالک تھے، جو کہ غربت کے باعث پیچھے رہ چکے تھے اور اسی ملاقات کے بعد قاری شہیدؒ سے میری اچھی دعا و سلام بن گئی۔ ہر جگہ پیار و محبت سے دیکھتے اور اکثر قاری شہیدؒ کو میں جلسوں میں دیکھا کرتا تھا اور ضلعی سیکرٹری ایٹ میں اکثر غریب اسٹوڈنٹس و غریب عوام کی مدد کے لیے آتے تھے۔ انکے کام کے لیے وقت نکالتے تھے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ پاک قاری شہیدؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ آمین!

مجھے نہیں، کام کرنے والے کو صدر بناؤ!

حافظ عبدالحمید خارانی

مجھے وہ دن خوب یاد ہے کہ شہید قاری صاحبؒ ایک مرتبہ مدرسہ دارالعلوم خاران میں تشریف لائے۔ اس دن جے ٹی آئی کے صدر اور جنرل سیکرٹری کے انتخابات ہونے والے تھے، تو قاری صاحبؒ نے آکر ہم سے کہا کہ آج جو انتخابات ہو رہے ہیں، میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ آپ لوگ مجھے ووٹ دیں۔ ہاں! میں یہ ضرور کہتا ہوں کہ آپ سب ساتھی ایک ایسے دوست کو صدر اور جنرل سیکرٹری بنائیں، جو دن رات کر کے اس مقدس جماعت کے پیغام کو گھر گھر تک پہنچائے۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اللہ پاک نے قاری صاحبؒ کی اس تڑپ کو دیکھ کر اس عظیم کام کے لیے قاری صاحبؒ کو ہی یہ موقع دیا اور قاری صاحبؒ اس دن صدر جے ٹی آئی منتخب ہوئے۔ قاری صاحبؒ نے جماعت کو خاران میں فعال کرنے میں جو کردار ادا کیا، وہ اظہر من الشمس ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ پاک شہید قاری شکر اللہ صاحبؒ کے ان تمام خدمات کو اپنی بارگاہ میں

قبول فرمائے اور قاری صاحبؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ آمین!

ہر کسی کی مدد کرو! زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔

فرید احمد

شہید قاری شکراللہ حنفیؒ کی خدمات کو ہمیشہ یاد کیا جائے گا۔ 16 / فروری 2024ء کی شام ای کا ایسا افسوس ناک واقعہ ہوا، جس کو بھولنا کسی کے بس کی بات نہیں؛ کیوں کہ اس دن ایک بہترین شخصیت، ایک نرم دل انسان، ہنس مکھ مزاج، قاری شکراللہ حنفیؒ ایک کار حادثہ میں شہید ہوئے، جس کی شہادت کا سوگ پورا خاران منا رہا ہے۔ ہر آنکھ اشک بار تھی، کیوں کہ سب کو معلوم تھا کہ اس انسان کی شہادت ہوئی ہے، جنہوں نے ہمیشہ اپنی زندگی دوسروں کی خدمت اور مدد میں گزاری۔ انہوں نے کبھی اپنی فیملی کو اتنا ٹائم نہیں دیا ہو گا، جتنا ان لوگوں کو دیا تھا، جو دفتروں کے چکر کاٹتے نظر آتے تھے۔ کبھی ڈی سی آفس، کبھی نادرا آفس، کبھی لوکل گورنمنٹ میں اور کبھی دیگر مختلف دفتروں میں ان لوگوں کی مدد کرتے تھے۔ انہوں نے وہ خدمات سرانجام دیں، جن کو ہمیشہ خاران کی عوام یاد رکھی گے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ شہادت سے ایک دن پہلے میرے پاس قاری صاحبؒ آئے۔ ان کے ہمراہ ایک طالب علم تھا، جنکا ایک مسئلہ تھا، جو جناب نے حل کیا اور کہا کہ فرید احمد! میں ان کی جو مدد کرتا ہوں، اپنی جیب سے کرتا ہوں۔ میں ان کے یہ الفاظ نہیں بھول سکتا کہ انہوں نے کہا: فرید! ہر کسی کی مدد کرو! آج کل زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ افسوس صد افسوس!!!

تزئین جے ٹی آئی میں خونِ قاری

عدنان فدا محمود زہی

قاری شکر اللہ حنفیؒ ایک عبقری شخصیت کے مالک تھے۔ جے ٹی آئی کے کارکنان کے لیے ایک رول ماڈل کی حیثیت رکھتے تھے۔ قاری شکر اللہ حنفیؒ ایک ہر دلعزیز و فلاحی شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی پوری زندگی انسانیت کی خدمت میں صرف ہوئی۔ پسے ہوئے اور نچلے طبقے کی خدمت توان کے فریضہ میں شامل تھی۔ اگران کی جماعتی خدمات کی بات کی جائے، توہر جلسہ و جلوس اور انتخابی عمل میں جھنڈا لگانا، چاکنگ کرنے کے عمل میں تو اکثر مجھے اپنے ساتھ شامل کرتے تھے۔ وہ ایک ہمدرد تھا، خیر خواہ تھا، مریضوں کا سہارا تھا، وہ ایک انجمن تھا۔ جماعتی خدمات میں ہراول دستہ کے طور پر وہ خدمات سرانجام دیتے تھے۔

آج اگر جے ٹی آئی خاران میں ایک منظم ذیلی پارٹی کے طور پر ابھری ہے، تو اس کے پیچھے قاری صاحبؒ کی انتھک جدوجہد اور پر خلوص خدمات ہیں۔ دعا گو ہوں کہ اللہ پاک ان کی جملہ مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر شہادت کے درجات پر فائز کرے۔ آمین!

کھیل اور کھلاڑی

وقاص شاہد

کیپٹن حاجی عثمان بادینی کرکٹ کلب

میں قاری صاحبؒ کے ساتھ 2019ء میں ایک آل بلوچستان ٹورنامنٹ میں ملا۔ میرا میچ تھا، میں نے اچھی بیٹنگ کی۔ میچ ختم ہوا، تو اعلان ہوا کہ قاری شکر اللہؒ نے وقاص کے لیے 200 روپے

کا اعلان کیا ہے۔ میں بہت خوش ہوا اور پہلی بار میں نے قاری صاحبؒ کو دیکھا کہ انہوں نے میرے لیے کیوں اعلان کیا؟ پھر پتہ چلا کہ جو بھی اچھا کھیل پیش کرتا ہے، اگر قاری صاحبؒ ادھر موجود ہوں، تو دیکھتے نہیں کہ کون ہے؟ بس اعلان کر دیتے ہیں۔ اس طرح قاری صاحبؒ کے ساتھ میرا تعلق شروع ہوا اور میرے لیے ایک بڑے بھائی بن گئے۔ ہر جگہ مجھے کوئی مشکل ہوتی، تو میں فون کرتا۔ مجھے سمجھاتے کہ اس طرح کرو! اس طرح ہو گا۔

پھر ایک دن بولے: وقاص بھائی! آپ میری ٹیم کو سنبھال لو! میں نے بولا: زندگی رہی، تو ایک دن آپ کی ٹیم کو لیڈ کروں گا۔ انشاءاللہ! پھر میں لیویز کی ٹریننگ کے لیے چلا گیا۔ چار مہینے بعد جب واپس گھر آیا، تو ایک دن قاری صاحبؒ کا فون آیا کہ کدھر ہو؟ میں نے بولا: گھر ہوں۔ کہنے لگا کہ میں دس منٹ بعد آرہا ہوں۔ آ گئے، بات چیت ہوئی، چائے پیا اور بولے کہ آپ نے میری ٹیم سنبھالنے کا وعدہ کیا تھا۔ میں نے کہا کہ حاضر ہوں، لیکن میرے ذہن سے نکل گیا ہے۔ ابھی میں نے اپنی ٹیم کے لیے وردی بھی بنالی ہے۔ پھر مجھے خوش مزاجی سے ہنستے ہوئے بولے کہ آپ کی مرضی، لیکن ان کو کون نہ کر سکتا تھا۔ وہ ایک ایسی شخصیت اور اخلاق کے مالک تھے۔ پھر مجھے ٹیم کا کپتان مقرر کیا۔ ٹیم حاجی محمد عثمان بادینی کے نام سے تھی۔ ہر جگہ ہمارا میچ ہوتا تھا۔ پھر قاری صاحبؒ اس گراؤنڈ میں حوصلہ افزائی کے لیے آتے۔ جو بھی اچھا کھیل پیش کرتا، اس کو انعام دیتے۔

پھر 2023ء کو دالبندین میں تھری ڈسٹرکٹ ٹورنامنٹ ہوئی۔ کئی دن ہم ادھر رہے۔ ایک میچ ہمارا پھنس گیا۔ پھر میں نے بڑی مشکل سے رنز پورے کیے۔ مجھے گلے لگایا اور بولے: آپ نے تو آج مجھے واپس جوان کر دیا۔ بہت خوش ہوئے۔ پھر ہم اس ٹورنامنٹ کے چیمپئن بن گئے۔ ان کے ساتھ بہت اچھے دن گزرے۔

10/ دسمبر کو میری شادی تھی۔ اس سے کچھ دن پہلے وہ کوئٹہ میں تھے۔ مجھے فون کر کے بولے کہ میں کوئٹہ میں ہوں، آپ کی شادی کے لیے کیا گفٹ لاؤں؟ میں نے کہا: نہیں، کچھ نہ لاؤ! ہنستے ہوئے بولے: وقاص! میں آپ کا بھائی ہوں۔ میں کپڑا لے لیتا ہوں۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے۔ پھر میرا نکاح نامہ اپنے ہاتھ سے لکھا۔ میں نے کہا کہ آپ نکاح بھی پڑھا دیں، تو ہنستے ہوئے

بولے کہ آپ کے گھر کی مسجد کے استاد کا حق ہے۔ان کو بولو! اگر وہ ادھر موجود نہ ہوئے، تو پھر میں پڑھاؤں گا۔ انشاءاللہ!

واضح رہے کہ تھری ڈسٹرکٹ والی ٹورنامنٹ والی ٹیم میں درج ذیل کھلاڑی شامل تھے:

بابو بلال، صغیر، وقاص شاہد، اسد مینگل، ضیاء جان پرگ، اقبال، شاہ سلیم چھوٹے، مدثر، سعادت تعارف، غلام جان چھوٹے، قادر لفٹی، اکرم شاہ، خیر الدین۔

کھلاڑیوں کی خدمت اور حوصلہ افزائی کی شاندار روایت

غلام جان

ہم نوشکی میں جونیئر لیگ کھیلنے گئے تھے۔تقریباً 2 میچ ہم نے کھیلے تھے۔ میچ ختم ہونے کے بعد ہم گراؤنڈ میں بیٹھے تھے کہ قاری صاحب کی کال آئی۔ سلام ودعا کے بعد بولے کہ مبارک ہو! بیک ٹو بیک دو میچ جیتے ہو۔ ماشاءاللہ! مجھے بہت خوشی ہوئی، خاص کر آپ کے لیے تو بہت زیادہ۔ میں نے کہا: بالکل، قاری صاحب! یہ میرے لیے اور تمام دوستوں کے لیے اعزاز کی بات ہے؛ کیوں کہ مڈ وکٹ پر خاران کی سینئر ٹیم بھی اپنا پہلا میچ نہیں جیتی اور ہم جونیئرز نے جیت لیا۔ انہوں نے کہا: بالکل۔ پھر بولے: میں تقریباً ایک گھنٹے کے بعد نوشکی کے لیے نکل رہا ہوں۔ رات آپ لوگوں سے مل کر صبح اگر میچ ہوا، تو دیکھ کر جاؤں گا۔ میں نے کہا: آجائیں! خیر میں نے کھانے کے ٹائم کال کی، تو نمبر نہیں لگا۔ پھر تقریباً مجھے ساڑھے 10 کے ٹائم پر کال آئی، بولے: بس پہنچنے والا ہوں۔ 11 بجے وہ آ گئے۔

ٹیم کے لیے اُدھر ہی سے تقریباً 4 کلو آم لائے تھے۔ میں نے کہا: قاری صاحب! اس کی کیا ضرورت تھی؟ بولے: نہیں، دل نے تو بہت چاہا ہے، یہ پھر بھی کم ہے۔ خیر! میں نے پوچھا: قاری صاحب! آپ نے کھانا کھایا ہے کہ نہیں؟ بولے: نہیں۔ ہم نے پہلے کھانا کھا لیا تھا۔ روٹی نہیں تھی، سالن موجود تھا، تو میں نے دو لڑکوں کو بھیجا کہ جاؤ! اسٹیشن سے دو روٹی اور سالن بھیلے

آؤ! اسٹیشن گراؤنڈ سے نزدیک تھا۔ لڑکے تقریباً 15 منٹ کے بعد واپس آئے۔ قاری صاحبؒ نے کھانا کھایا۔ پھر ہم سو گئے۔

صبح فجر کی نماز میں سب کو قاری صاحبؒ نے اٹھایا اور باجماعت خود نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد کچھ لڑکوں نے راؤنڈ لگایا۔ ہم نے گراؤنڈ میں ڈرل بھی کیا۔ قاری صاحبؒ ادھر ہی ہمارے ساتھ تھے۔ کچھ گپ شپ ہوئی۔ پھر میں نے صلاح سے کہا کہ فیصل کو اٹھاؤ، اس سے پیسے لو، ناشتے کے لیے کسی کو بھیجو! ہمارے ٹوؤر کے پیسے فیصل کے پاس تھے۔

قاری صاحب نے سنا، تو بولے: چھوڑیں اسے! آج کا ناشتہ میں آپ لوگوں کو کرواؤں گا۔ قاری صاحبؒ نے مجھے کہا: غلام جان! چلو! ان کے لیے ناشتہ لاتے ہیں۔ ہم گراؤنڈ سے پیدل اڈے کی طرف نکلے۔ تقریباً 9 بجے کا ٹائم تھا۔ داش والے کو روٹی کے لیے بولا، تو قاری صاحبؒ نے کہا کہ آجائیں! ہم ادھر ہی کباب کھاتے ہیں۔ ہمیں ادھر ہی کباب کھلائے اور ان کے لیے ناشتہ لے کر چل پڑے۔

جب گراؤنڈ کے گیٹ سے داخل ہوئے، تین قدم چلے، تو میرا ہاتھ پکڑا اور 500 کا نوٹ میرے ہاتھ میں دیا۔ میں نے کہا: چھوڑیں! قاری صاحب! کہا: نہیں، بڑا بھائی سمجھ کر رکھ لیں۔ میں نے رکھ لیا۔ قاری صاحبؒ نے کہا: دل نے بہت چاہا ہے، لیکن میرے فی الحال حالات اس طرح ہیں۔ ہم سب کو پتا تھا کہ قاری صاحبؒ کی سرکاری کوئی جاب تو نہیں ہے، لیکن اپنی گنجائش کے مطابق ہر جگہ ان کا تعاون ہمارے ساتھ رہا ہے۔ سب نے ناشتہ کیا اور قاری صاحبؒ کا شکریہ ادا کیا اور قاری صاحبؒ 1 بجے کی ویگن سے خاران کے لیے روانہ ہو گئے۔

خیر! ہم نے دو میچ اور جیتے۔ پھر میرا خاران میں میچ ہوا۔ قاری صاحبؒ دوبارہ خاران سے کوئٹہ جاتے ہوئے اپنے ساتھ ٹیم والوں کے لیے کھجوریں لائے اور اسٹیشن کی کسی دکان پر رکھوادیں۔ فیصل کو کال کر کے کہا کہ اسٹیشن کی فلاں دکان پر کھجوریں پڑی ہیں، وہاں سے لے آئیں۔

کوئٹہ سے واپسی پر دوبارہ رات کو لڑکوں کے پاس آئے اور رات ہی کو ان کے لیے گوشت لائے۔ خیر! اگلی صبح میچ تھا۔ میں، سدیر، خیر الدین اور اصغر خاران میں تھے۔ ہمارا ادھر میچ ہوا تھا۔ اسی

دن میچ کے بعد میں نے اپنی ٹیم کے سیکرٹری کو کہا کہ ہمارے لیے سواری ڈھونڈو! ہمیں نوشکی جانا ہے۔ اس نے کہا: آپ لوگ گاڑی ڈھونڈیں، میں تیل ڈلوادوں گا۔ آپ لوگوں کو لے جائیں! عباد ادھر ہی تھا۔ میرے کزن نے کہا: میں حافظ مجیب سے حال و حوال کروں گا۔ شاید! وہ لے جائے۔ اس نے حال واحوال کیا۔ حافظ نے کہا: ٹھیک ہے۔

خیر! ہم رات ساڑھے 10 بجے نکلے۔ اصغر نہ آسکا۔ ہم 1.30 کو پہنچے۔ اکثر لڑکے سوئے ہوئے تھے۔ قاری صاحبؒ بھی سوئے ہوئے تھے۔ حافظ اور عباد کسی دوست کے گھر چلے گئے۔ خیر! ہم بھی سو گئے۔ صبح نماز کے ٹائم جب ہم گہری نیند میں سو رہے تھے، تو مجھے کوئی آواز لگا رہا تھا کہ غلام جان بھائی! اٹھو! نماز کا وقت ہے۔ جب میں اٹھا، تو دیکھا کہ قاری صاحبؒ ہیں۔ اس دن بھی ہمیں باجماعت نماز پڑھائی۔ اکثر میں قاری صاحبؒ کے ساتھ ہوتا تھا۔ چاہے گراؤنڈ ہو، سفر ہو یا کوئی اور جگہ ہو۔ وہ نماز کے وقت نہ صرف یہ کہ خود نماز پڑھتے، بلکہ جتنے بھی لوگ وہاں ہوتے، ان کو بھی نماز کے لیے کہتے۔ اگر کوئی نماز نہ پڑھتا، تو اسے پیار اور محبت سے سمجھاتے کہ نماز پڑھیں اور اکثر نماز میں جماعت کرواتے۔

خیر! ہم نے صبح کی نماز پڑھی اور سب لڑکوں کو کہا کہ جلدی سے تیار ہوجائیں؛ کیوں کہ میچ ہے۔ سب تیار ہوئے، ناشتہ کیا اور گراؤنڈ میں چلے گئے۔ ٹاس ہم ہار گئے۔ جب ہم ایک ساتھ جمع ہوئے، تو قاری صاحبؒ بھی موجود تھے۔ ہمارے ساتھ قاری صاحبؒ نے دعا کیا اور دعا کے بعد کچھ باتیں کیں۔ میچ کے بارے میں قاری صاحبؒ نے بھی کچھ باتیں کیں۔ انہوں نے کہا: دلیری کے ساتھ اپنا گیم کھیلو! جیسے آپ لوگوں نے پہلے میچوں میں کھیلا ہے اور ڈسپلن کا خاص خیال رکھو؛ کیوں کہ آپ لوگ خاران کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ آپ لوگ جو کرو گے، تو سمجھو! پورا خاران کر رہا ہے؛ اس لیے ایک اچھے نظم و ضبط کے ساتھ کھیلو!

ہم گراؤنڈ میں گئے۔ اسی دوران حافظ مجیب اور عباد آئے۔ پہلی اننگز ختم ہوئی۔ ہم آئے، باہر ہماری حوصلہ افزائی ہوئی اور حافظ نے کہا کہ ہم اجازت چاہتے ہیں، ہمیں کام ہے، ابھی نکلیں گے۔ قاری صاحبؒ نے بھی اجازت لی اور انکے ساتھ چلے گئے۔

اسپورٹس سے تعلق

آفتاب احمد

شہیدؒ کو سپورٹس سے بہت پیار تھا۔آپ ہمیشہ ہر میدانکے اندر صف اول میں تھے۔کسی بھی انجمن میں جب نماز کا ٹائم ہوتا، تو آپؒ صف اول میں ہوتے۔کسی کو بھی اگر کسی مسئلے پر مشورہ لینا ہوتا، تو آپؒ ایک بہترین دوست کی طرح اچھا مشورہ دیتے۔آپؒ نے حاجی عثمان بادینی کے نام سے ہماری ٹیم کو اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ہر جگہ ہمیں بنا بتائے انٹر کروا دیتے۔جب ٹانس ہوتا، تو ڈراز گروپ میں بھیج دیتے تھے۔میچسے ایک دن قبل مجھے فون کرتے۔بال، سلوشن، ٹیپ وغیرہ میرے ہاتھ میں دیتے اور میچ کے دوران بار بار کال کر کے اپڈیٹ لیتے اور جب کوئی اچھا کیچ پکڑتا یا کوئی بھی اچھی پرفارمینس دیتا، تو میچ کے آخر میں آکر اسے انعام دیتے۔وہ ایک استاد ہوکر بشمول میرے، ایک دوست کی طرح تھے۔رمضان شریف کے قریب جب میں آپ کو کال کرتا کہ استاذ محترم! مجھے تراویح کے لیے مسجد شریف کی تلاش ہے، تو آپ میری مشکل آسان کر دیتے۔اس بار میں انہیں بہت miss کر رہا ہوں۔میری زندگی میں استاد محترم قاری شکر اللہ صاحبؒ (شہید) کا ایک الگ ہی مقام ہے اور ہمیشہ رہے گا۔اللہ پاک شہیدؒ کے درجات بلند فرمائے۔آمین!

خلوص ءُ مہر ءُ محبت ءُ علاقہ دوستی

غنی حسرت

ممبر سینٹرل کمیٹی بی ایس او پجار
پریس سیکرٹری نصیر کبدانی لبزانکی دیوان خاران

شہید قاری شکراللہ ءِ شہادت ءَ مناوت ءَ ذاتی طور ءَ سک باز دل پدر دکرت کہ شہید مئے واستہ نہ ایوک ءَ سنگت ئے بوتگ بلکیں یک دلبڈی دیئوکیں براس ئے ہم بوتگ۔

گوں شہید مئے سنگتاتی ہما وھد ابوت کہ ما ایوک ءَ وانگ ءَ اتاں کہ شہید جی ٹی آئی ءِ صدرات آئی صدارت ءَ شہ پیسر بی ایس او ءُ جی ٹی آئی نیامیک سکیں دوریے است ات بلے وھدے کہ شہید صدر بوت گڑا آئی خلوص ءِ مہر ءُ محبت ءَ علاقہ دوستی آدوری ھلاس کرت ما کالج ءِ مسلہ آنی سرا مدام ھوار کار کرتگ۔

شہید ءَ را اللہ پاک ءَ یک انچیں شری ءُ خوبیے داتگ ات کہ ہما مردم کہ آئی ءِ خلاف بوتگاں یا کہ آئی صبر ءُ برداشت ءَ ہما مرداں حمایت کنگ ءَ مجبور کرتگ۔

منایات کہ ما کالج ءِ ٹور ءَ شتاں گڑا یک شپے درست سنگت واب اتاں کہ انگت ءَ دو سنگت ءِ غلط فہمی ءَ دوئیں سنگتانی نیام ءَ جنگ بوت ات ہے واستہ مہ سما کہ شمن سرا قاری صاحب ہے سنگتی نیام ءَ سلا کرتگ ات ءُ مسلہ گوں انچیں شریں وڑے ءَ ختم کرت۔ اے قاری یک بلائیں خوبی ات کہ آئی کدی دو مردم ءِ نیام دوری نہ لوٹ اتگ۔ شہ قاری ءِ صبر ءُ تحمل ءِ منی وتی اثر مند بوتگ اوں مدام جاھے کہ مشکل پیدا بوتگ گڑا من قاری ءَ سر ءُ سوچ کرتگ مئے رہنمائی ءَ پہ کنت خاص کر تعلیمی مسائلانی سرا ما قاری ءَ الم مشورہ کرتگ۔ من بطور ریموریشن ءَ کہ مسکانی قلات ءَ ٹیچر زورگ بوتاں گڑا کالج ءِ زاھگانی وانگ ءُ کالج ءِ آباد کنگ ءَ من قاری ءَ ہر وھد کہ مشورہ کرتگ۔

شہید قاری شکراللہ مدام انسانیت ءُ انسان دوستی ءَ گوں ہمگرانچ بوتگ۔ ءُ غریب دوستیں انسانے بوتگ آئی ءَ را گوں خاران ءِ ھاک ءَ ءُ خاران مرداں ہمنچو مہرات کہ منی لبزانی تہا بیان نہ بنت۔ ، آئی وتی زندگی وتی واستہ نہ بلکیں دومیانی آسراتی ءِ واستہ گوازینتگ منی نزءَ اصل زندگی ءُ ہمیشی ءِ نام

سپورٹ ءِ میدان ءَ آئی بلائیں خدمت بوتگاں۔ منی جند شہ آئی ایمانداری، خلوص ءُ انسان دوستی ءَ سک باز اثر مند بوتگ اوں قاری ءِ اناگتیں جتائی مئے واستہ سک بلائیں غمے۔ ھدا آئی ءَ بہشت نصیب بہ کنت۔

My experiences.

Shakil Ahmed.....student.
UoB sub campus kharan

Whenever I start to express my opinion, some points aboutQari Shokar Allah sahib, many memories, thoughts, learning, and experiences confronted me regarding him because he was not only a man, he was Hafiz, mentor, leader, friend and a student. I share my points.Firstly I want to say he was a very strong religious person highly believed that everything is done by god rather than other believes, even he always discussed that I pray my Hujj without spending own mony, Allah almighty helps me. Further, I express that he was an ideal political person always greeting with good character with people and interacts rarely, impressively with each other.He belong from a strong political party known as JTI and JUI, highly contributed and efforts were with them. furthermore, He was a happy man, always made us laugh and enjoy while in campus benches rooms even while class. I guessed one thing every time his first greeting was with a jock. He was a cooled mind person. Ethically, he was a strong man. His behavior was crucial with teachers and as well with students, I remembered the last four days of elections we friends gathered to meet with a political person about a tour he specially accompaniedwith us. He always arranged matches with different institutions. If I discuss there are many crucial characteristics of him as he was a very big bounding with teachers, he always gave them many respects.I myself observe once I was sitting on the benches our one guest teacher came from "Noshki" he welcomed

him and carried his bag till his office here I mean to say teachers had also a grand respect near him. Moreover, he was a very social person busy with social services. Finally, a big gulf was remained empty for many times .

May Allah almighty rest his soul in peace.

Note: These all points I wrote are not any exaggeration, any ideas or examples I realize from somewhere else no! ! whatever I compiled are experienced gained from his life

منظوم خراج عقیدت

مرثیہ بر شہادت ناگہانی: قاری شکراللہ شہید حنفیؒ

مولانا قاری ابوسلمان عبدالرشید غازی

قاری شکر اللہ تئ یاد مارا کاینت بار بار
وتی ءُ بیگانگ جتائیا تئ، گریونت بار بار
آسمان مرچی خفا ءُ دیم تامور ءُ گبار
ناگمانیں تئ جتائیا، زمیں ھم سوگوار
شر تئ موت ءِ حال ءَ قاری، دل مئے بوتنت تار تار
وتی ءُ بیگانگ جتائیا تئ، گریونت بار بار
آسمان مرچی تہار ءُ بے رونق بوتہ خدا
آسمان ءِ یک استارے سست و بوتہ جدا
شر تئ ناگمانیں موتا، دل پریشان انت ہزار
وتی ءُ بیگانگ جتائیا تئ، گریونت بار بار
ہر دل ءَ را دوست اتے تو شہ وتی مہر ءُ جوانیا
باز برتا تئ وڑیں، اے موتا بے جوانیا
گریوائینتہ اے دنیایا، ماس ءُ پس، براس ءُ گہار
وتی ءُ بیگانگ جتائیا تئ، گریونت بار بار
یاد کپن تو موت ءَ غازی، ہچ بر تو غافل مہ بئے
چار ءُ ناچار یک روچے تو دنیایا کلیے روے

کئیتنیک روچے سرا تئ، پشت کپنت اے کار بار
وتی ءُ بیگانگ جتائیا تئ، گریونت بار بار

عجب قیامت کا حادثہ

انتخاب: پروفیسر مفتی ہدایت اللہ

عجب قیامت کا حادثہ ہے کہ اشک ہے آستیں نہیں ہے
زمین کی رونق چلی گئی ہے، افق پہ مہرِ مبین نہیں
تِری جدائی سے مرنے والے، وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر تِری مرگِ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے

اگرچہ حالات کا سفینہ اسیرِ گرداب ہو چکا ہے
اگرچہ منجدھار کے تھپیڑوں سے قافلہ ہوش کھو چکا ہے
اگرچہ قدرت کا ایک شاہکار آخری نیند سو چکا ہے
مگر تِری مرگِ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے

کئی دماغوں کا ایک انساں، میں سوچتا ہوں کہاں گیا ہے
قلم کی عظمت اجڑ گئی ہے، زباں کا زورِ بیاں گیا ہے
اترگئے منزلوں کے چہرے، امیر کیا؟ کارواں گیا ہے
مگر تِری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے

یہ کون اٹھا کہ دَیر و کعبہ شکستہ دل، خستہ گام پہنچے
جھکا کے اپنے دلوں کے پرچم، خواص پہنچے، عوام پہنچے
تِری لحد پہ خدا کی رحمت، تِری لحد کو سلام پہنچے
مگر تِری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے

انتخاب: حافظ خدا بخش

عمیق جنگل، گھپ اندھیرا، ڈوبی سانسیں، ضعیف دھڑکن
برہنہ پاؤں، بے نام منزل، نشان نہ رستہ بغیر تیرے
خاموش بلبل، سر دپت جھڑ، بے رنگ موسم، ویران گلشن،
نہ پھولِ خوشبو، ہوا نہ بادل نہ کوئی نغمہ بغیر تیرے
امید مدہم، مزاج برہم، مایوس جیون بے آس ہر دم
نہ کوئی خواہش، نہ کوئی حسرت نہ ہے تمنا بغیر تیرے
کالی صبحیں، سرخ راتیں، وقت ساکن، اداس شامیں
ہزار صدیوں کے ہے برابر، ہر اک لمحہ بغیر تیرے
تعویز الٹے، ادھوری منت، وظیفہ جادو ناکام سارے
نہ استخارہ ہی کام آیا، نہ کوئی دھاگہ بغیر تیرے
عجیب قسمت، نصیب الجھا، غلط لکیریں میرا مقدر
ہاں گردشوں میں‌یہ آگیا ہے، میرا ستارہ‌بغیر تیرے
ہجر کامل، فرق حاوی، جدائییکسر، طویل دوری
خوابِ قربت، وصال حسرت، خالد ہے تنہا، بغیر تیرے

فصل دوم۔۔۔ تعزیتی پیغامات و پروگرامات

حضرت مولانا مفتی عبدالغفار صاحب

سابق امیر جمعیت علماء اسلام ضلع خاران

قاری شکر اللہ حنفیؒ کی ناگہانی شہادت کی خبر سن کر دلی رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کی کامل مغفرت فرما کر درجات بلند کرے اور لواحقین کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ قاری صاحبؒ اپنی زندگی میں اگرچہ جے ٹی آئی خاران کے صدر تھے، مگر جمعیت علماء اسلام ضلع خاران کے لیے بھی ایک دست و بازو کے طور پر نمایاں خدمات انجام دے رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات جلیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین!

میر شعیب نوشیروانی

وزیر خزانہ بلوچستان، ایم پی اے خاران

(کوئٹہ) مسلم لیگ ن کے مرکزی رہنما سابق صوبائی وزیر خادم خاران میر عبدالکریم نوشیروانی، نومنتخب ایم پی اے خاران فرزند خاران میر شعیب جان نوشیروانی، رخشان ڈویژن کے صدر حاجی غلام سرور بلوچ، نائب صدر ایڈوکیٹ میر محمود خان نوشیروانی، ضلعی صدر چیئرمین میر امجد ملازئی، دیگر ضلعی عہدہ داروں نے اپنے مشترکہ بیان میں قاری شکر اللہؒ کی ناگہانی شہادت پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تبارک تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس نصیب کریں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء کریں۔ آمین!

حاجی زاہد علی ریکی

ایم پی اے واشک

جمعیت طلباء اسلام خاران کے صدر قاری شکر اللہ حنفیؒ کے اچانک روڈ ایکسیڈنٹ کا سن کر دلی افسوس ہوا۔ قاری شکر اللہؒ ایک سوشل ورکر ہونے کے ساتھ اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ ان کی اچانک شہادت سے ہم سب کو صدمہ ہوا۔ ہم اس غم کے موقع پر قاری صاحبؒ کے خاندان کے ساتھ برابر کے شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ قاری صاحبؒ کے درجات کو بلند فرمائیں! پسماندگان کو صبر واستقامت نصیب فرمائیں۔ آمین!

ہدایت اللہ پیر زادہ

سابق مرکزی صدر جمعیت طلبہ اسلام پاکستان

جمعیت طلبہ اسلام ضلع خاران کے صدر قاری شکر اللہ حنفی کے روڈ ایکسڈنٹ میں شہادت پر افسوس ہوا۔ قاری شکر اللہ حنفیؒ کی شہادت سے ہم ایک ہم فکر دوست سے محروم ہو گئے۔ قاری صاحبؒ کی تنظیمی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائے! تمام متعلقین کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین!

جنرل (ر) عبد القادر

سابق گورنر بلوچستان وسابق وفاقی وزیر سیفران

ماسٹر احمد خان کے جواں سال بیٹے قاری شکر اللہ حنفیؒ کی اچانک شہادت کا سن کر کافی دکھ وصدمہ پہنچا۔ شہید کبھی نہیں مرتے۔ قاری شکر اللہ حنفیؒ جیسے نوجوانوں کی شہادت سے سماج کو جو نقصان پہنچا ہے، اس کا ازالہ کرنا زندگی بھر ناممکن ہوگا۔ قاری صاحبؒ ایک نوجوان سیاسی ورکر

ہونے کے علاوہ انسان اور انسانیت کے خدمت میں ہمیشہ شریک عمل تھے۔غم کی اس گھڑی میں ماسٹر احمد خان کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔اللہ رب العزت قاری شکر اللہ حنفیؒ کے درجات بلند فرمائے اور ماسٹر احمد خان کو صبر جمیلعطاء فرمائے۔آمین!

ثناء اللہ بلوچ

سابق ایم پی اے خاران

قاری شہیدؒ ایک لائق وفائق شخصیت تھے۔علاقے کے خیر خواہ تھے۔شہادت کے دن جب یہ خبر ملی، تو یقین ہی نہیں آرہا تھا؛ کیوں کہ بہت سے مواقع پر ہم ساتھ رہے تھے۔ایک قسم کا تعلق پیدا ہو گیا تھا۔پھر دوستوں کو فون کر کے پوچھا، تو سب نے تصدیق کر دی۔بہت افسوس ہوا!!! اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور آپ سب کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔آمین!

معذرت خواہ ہوں کہ اسلام آباد سفر اور الیکشن کیسز کی وجہ سے خاران آنا نہ ہوا کہ آپ کے ہاں حاضری دیتا۔(مدرسہ فاروقیہ خاران میں تعزیت کے دوران گفتگو)

حاجی محمد جمعہ کبدانی

ڈسٹرکٹ چیئرمین خاران

قاری شکر اللہ حنفیؒ کی المناک شہادت سے خاران ایک سوشل، مخلص، دیندار انسان سے محروم ہو گیا ہے۔شہیدؒ کی یاد ہمیشہ رہے گی۔شہیدؒ نے اپنی زندگی سوشل ورک کے لیے وقف کر رکھی تھی۔اللہ تعالیٰ شہید کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرما کر پسماندگان اور اہلِ خاران کو صبر جمیلعطاء فرمائے۔آمین!

میر نور الدین نوشیروانی

چیئرمین میونسپل کمیٹی خاران

میر نورالدین نوشیروانی نے قاری شکراللہ حنفیؒ کی المناک شہادت پر آج اپنی سرگرمیاں معطل کر دیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے مرکزی رہنما و چیئرمین میونسپل کمیٹی میر نورالدین نوشیروانی نے جمعیت طلباء اسلام خاران کے ضلعی صدر قاری شکراللہ حنفیؒ کی المناک شہادت پر آج اپنے تمام سیاسی سرگرمیاں معطل کر دیں۔

اس موقع پر میر نورالدین نوشیروانی نے اپنے بیان میں کہا: قاری شکراللہ حنفیؒ سرگرم سیاسی رہنما کے ساتھ ساتھ ایک پر امن سماجی ورکر اور خیر خواہ انسان تھے۔ ہمیشہ انسان اور انسانیت کی خدمت کے لیے سرگرم عمل تھے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت قاری شکراللہ حنفیؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ آمین!

ملک منظور احمد نوشیروانی

چیئرمین زمیندار ایکشن کمیٹی خاران

قاری شکراللہ حنفی شہیدؒ جیسے کارکن سماجی ورکر صدیوں تک نہیں ملتے۔ انکی شہادت سے جماعت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اللہ کریم ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین!

زمیندار ایکشن کمیٹی خاران کے آج کے تمام فیصلے اور سرگرمیاں 18 / تاریخ تک مؤخر کیے گئے ہیں۔ ہمارے بہت ہی قریبی دوست ماسٹر احمد خان کے فرزند قاری شکراللہؒ کے المناک واقعے کے بعد ہم سمیت پورا خاران سوگ میں ہے، جس کی بناء پر ہم نے زمینداری کے تمام معاملات آج مؤخر کر دیے ہیں اور اپنی سرگرمیاں 18 / تاریخ کو شروع کریں گے۔

چوں کہ قاری صاحبؒ دینی معاملات کے ساتھ ساتھ اسپورٹس سے بھی منسلک تھے؛ اس لیے قاری صاحبؒ کی جدائی ہمارے لیے بہت بڑا نقصان ہے اور اس کا مداوا دہائیوں تک نہیں ہو سکتا۔

رب جلیل سے دعا ہے کہ ان کی فیملی سمیت پورے علاقے کو صبر دے اور مرحوم کے درجات بلند فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ آمین!

کرکٹ ٹورنامنٹ کے میچز منسوخ

کرکٹ ایسوسی ایشن ڈسٹرکٹ خاران نے ۱۷ر فروری کو شیڈول اپنے تمام میچز منسوخ کردیے؛ تاکہ اسپورٹس کے تمام شائقین اس قاری شہیدؒ کے جنازے میں شرکت کرسکیں، جس نے اپنی زندگی میں اسپورٹس کے میدان میں بھی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔

ان کے علاوہ درج ذیل شخصیات نے بھی تعزیتی بیانات جاری کئے:

- میر محسن میردوزئی، وائس چیئرمین ڈسٹرکٹ خاران
- مولانا نذیر احمد، امیر جمعیت علماء اسلام واشک
- سردار نجیب سنجرانی، جنرل سیکرٹری جمعیت علماء اسلام چاغی
- چیف احسان ملنگزئی، مرکزی رہنما بی این پی عوامی خاران
- حاجی نور خان سیاپاد، وائس چیئرمین یونین راسکوہ
- میر صابر علی ریکی، کونسلر میونسپل کمیٹی خاران
- مولانا شفیق الرحمٰن کونسلر ایٹک، مدیر جامعہ دار العلوم الصفہ خاران
- سنی علماء کونسل خاران
- حاجی حافظ عبدالحمید کبدانی، کونسلر نکو
- حاجی عبدالباسط ریکی، سینئر رہنما جمعیت علماء اسلام ماشکیل
- جمعیت علماء اسلام بسیمہ
- بی این پی کوہ پشت
- منظور احمد رند، پاکستان مسلم لیگ ن

- سردار جلیل سرگلزئی، صوبائی رہنما جمیعت علماء اسلام خاران
- طفیل قمبر، پیپلز پارٹی خاران
- میر نثار احمد، ترجمان ن لیگ
- حافظ عبدالناصر یلانزئی، کونسلر
- اخلاق نور یلانزئی، کونسلر
- جمعیت طلبہ اسلام پنجگور
- جمیعت طلباء اسلام شاہوگیڑی

سید عزت اللہ شاہ، پروفیسر ایم کے جامی، حاجی عبدالمطلب شادیزئی، نور بلوچ، نصیب قمبرانی، اعجاز قمبرانی، زید علی کبدانی، مولانا شمس الحق ڈنو، غلام نبی رند، خلفان لوراجہ وغیرہ۔

سرپدی دیوان خاران سرکل 297 شہید قاری شکر اللہؒ کے نام

سرپدی دیوان خاران کے سرکل دو سو ستانوے (۲۹۷) زیر صدارت محسن نوشیروانی میں فرزند خاران عظیم کردار کے مالک انسانیت پرست انسان شہید قاری شکر اللہؒ کی شخصیت پر روشنی ڈالی جائے گی۔

بتاریخ: 2024/02/24 بوقت: 4:15 منٹ

بمقام: پرانا احساس پروگرام آفس بالمقابل امام اعظم مسجد چوک خاران

یونیورسٹی سب کیمپس میں قرآن خوانی کا پروگرام

یونیورسٹی آف بلوچستان، سب کیمپس خاران میں شعبہ قانون کی طالبہ صادقہ اشرف قمبرانی کی نگرانی میں اسٹوڈنٹس نے ایک دن قرآن خوانی کر کے قاری شکر اللہ شہیدؒ کی روح کو ایصال ثواب کیا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ شہید کے درجات بلند فرمائیں اور لواحقین کو صبر جمیل عطاء فرمائیں۔ آمین!

تعارفِ مصنف

نام و پیدائش

محمود خارانی بن مولانا خلیفہ سعد اللہ رحمہ اللہ بن زرین بن کریم داد بن بداد بن بندو بن ریکی۔ پیدائش: 10 دسمبر 1983ء بمقام سلام بیگ، یونین گڑانگ، سابق ضلع خاران حالا واشک بلوچستان۔

دینی و عصری تعلیم

قاعدہ و ناظرہ قرآن مدرسہ دارالہدیٰ سلام بیگ۔ شعبہ کتب تا درجہ ثالثہ: جامعۃ العلوم الاسلامیہ دالبندین، (1998 تا 2002ء) درجہ رابعہ تا دورہ حدیث: جامعہ دارالعلوم کراچی (2003 تا 2007ء) گریجویشن: بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ، (2014ء) ایم فل علوم اسلامیہ: AIOU، اسلام آباد (2021ء) پی ایچ ڈی اسکالر: FUUAST یونیورسٹی کراچی۔

تدریس

جامعۃ العلوم اسلامیہ دالبندین میں ایک سال 2008ء، جامعہ دارالعلوم خاران میں تین سال (2009 تا 2011) بطور لیکچرار اسلامیات: بلوچستان ریزیڈنشل کالج تربت میں (2011 تا دسمبر 2021ء)، بی آرسی خضدار میں اکتوبر 2023ء تک، حالا بی آرسی اوتھل میں۔

صحافت

زمانہ طالب علمی میں ماہنامہ الاعتدال کی ادارت کے ساتھ ساتھ حسبِ شوق مختلف اخبارات مثلا: روزنامہ اسلام و جنگ، ہفت روزہ ضرب مومن، القلم وغیرہ میں کالم نویسی، ماہنامہ البلاغ کراچی، وفاق المدارس ملتان، الشریعہ گجرانوالہ میں متعدد مضامین ومقالات کی اشاعت۔

تصنیف و تالیف

مطبوعہ تالیفات: جمعہ کا دن کیسے گزاریں/ دبستان آگہی/ غیر منصرف کا بیان/ وظائف وعملیات مفتی اعظم پاکستان/ آخری علمی مجلس (حضرت مولانا عبدالشکور رحمہ اللہ کے ساتھ)/ فراقِ یوسف (حضرت مولانا محمد یوسف کبدانی کے آخری احوال)/ شہید خدمت۔

غیر مطبوعہ: شیخ عبدالغفار ضامرانی اور ان کی تفسیری خدمات/ ماحولیاتی آلودگی اور نبوی تعلیمات/ سوانح مفتی اعظم/ محفلِ یوسف میں/ تاریخ مدارس خاران/ حسن یوسف/ وحدت امت/ فقہ حنفی کے خصائص/ نوادرات مفتی/ خطباتِ یوسفی جلد اول/ صدائے یوسف/ ذوقِ علم و مطالعہ/ نوادر النحو/ شرح ارشاد الصرف/ فتح البصیر شرحِ نحومیر/ آداب درس قرآن/

عربی زبان میں: الاربعین من احادیث العلم / الثلاثیات من ینابیع الحکم / شم الوردہ فی فضل سورۃ البقرہ۔

بلوچی میں: تفسیر فتح الغفار (از ابتدا تا سورہ مائدہ، دروس قرآن حضرت مولانا مفتی عبدالغفار صاحب)/ تفسیر پارہ عم بلوچی۔

زیر تکمیل: شہدائے علم/ مقالات خارانی/ تذکرہ علمائے رخشان/ شذرات خارانی/ حیات خطیب بلوچستان/ سوانح شکوری۔